ہندوستان میں

مادری زبان کی تعلیم

کیلئے

اشارات

مصنفہ

ڈبلیو۔ ایم رائبرن ایم۔ اے۔ کرسچن ہائی سکول کھرڑ

مترجمہ

عبدالمجید خاں بی۔ اے۔ منشی فاضل کرسچن ہائی سکول کھرڑ

۱۹۳۱ء

اکسفورڈ یونیورسٹی پریس

بمبئی۔ مدراس۔ کلکتہ۔

آجکل جبکہ مادری زبان اس قدر اہمیت حاصل کرتی جا رہی ہے اور ایسے آثار دکھائی دیتے ہیں کہ کوئی دن جاتا ہے کہ اُسے ہمارے مدارس میں وہ درجہ حاصل ہو جائیگا جس کی وہ مستحق ہے۔ تو ان لوگوں کے لئے جو مادری زبان کے معلم ہیں یا معلمی کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ لازم ہے کہ وہ مادری زبان کی تعلیم کے طریقوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں۔ معلمین کی تربیت کا یہ وہ حصہ ہے جس کی طرف کماحقہٗ توجہ منعطف نہیں ہوئی۔ یہ ضروری ہے کہ ہم وہ بہترین طریقے استعمال کریں جن تک ہماری دسترس ہے۔ اور ان طریقوں کے ساتھ تجربے کریں جو دوسرے ممالک میں مستعمل ہیں۔ اور اس مضمون کو طلباء کے لئے کماحقہٗ دلچسپ بنانے کے لئے یا جتنا کہ اس کو دلچسپ بنایا جا سکتا ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی طریقہ فروگزاشت نہ کریں۔ یہ کتاب اس مقصد کو مدنظر رکھ کر تیار کی گئی ہے کہ مدرسین کو مذکورہ بالا مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے طریقے سُوجھیں اور مادری زبان کی تعلیم جہاں تک طریقہ کا تعلق ہے دوسرے مضامین کے پہلو بہ پہلو پہنچ جائے ÷

میں کرسچین ہائی سکول کھرڑ کے سٹاف کے شرکا بالخصوص مسٹر عبدالمجید۔ پنڈت ہنسراج۔ ایم عبدالستار اور مسٹر مسیح داس کا ان کی اعانت اور مشورہ کے لئے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں ڈاکٹر ایف۔ سی۔ لباخ کا بھی متشکر ہوں کہ انہوں نے مجھے وہ مسالہ استعمال کرنے کی اجازت دی جو کتاب ہذا کے چودھویں باب میں پایا جاتا ہے۔ نیز مولوی شفیع الدین نیّر بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے مجھے اپنی کتاب "بچوں کا تحفہ" میں سے نظموں کے اقتباس پیش کرنے کی اجازت دی۔ میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کا بھی شکرگذار ہوں کہ انہوں نے مجھے میری کتاب " Theory and Practice of Christian Education " کے دسویں باب میں سے اقتباس لینے کی اجازت دی ÷

ڈبلیو۔ ایم۔ رائبرن۔ کھرڑ

فہرست مضامین

صفحہ

پہلا باب

تمہید

مادری زبان کی اہمیت کا احساس آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ وُہ اصحاب جو ہندوستان میں اصلی تعلیم کی ترقی میں سرگرمی کے ساتھ دلچسپی لیتے ہیں۔ وُہ زندگی میں مادری زبان کے اہم درجہ کا لحاظ کر کے مفید اصلاحات کر رہے ہیں۔ مادری زبان یقینی طور پر آہستہ آہستہ اپنا اصلی درجہ حاصل کرتی جا رہی ہے۔ تاہم اِس ترقی کی رفتار بہت سست ہے۔ مقام تعجب ہے کہ ثانوی مدارس کے بہت سے استادوں کے سر پر انگریزی کا ایسا بھوت سوار ہے۔ کہ وُہ انگریزی پر مادری زبان کی نسبت زیادہ زور دیتے ہیں۔ حالانکہ وُہ جانتے ہیں۔ کہ طلبا کی ایک بڑی تعداد انگریزی پر صرف وقت ضائع کر رہی ہے۔ کیونکہ ہمارے بچے انگریزی تعلیم اُس درجہ تک حاصل نہیں کرتے جہاں تحصیل زبان کی کوفت ختم ہو جاتی ہے۔ اور طالب علم بلا تکلف انگریزی زبان کی کتابیں پڑھ کر اُس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ استفادہ کے لحاظ سے بھی انگریزی اتنی اہمیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ ہمارے لڑکے ایسا کام ہی نہیں کرتے جس کے لئے انگریزی زبان اشد ضروری ہو۔ بالخصوص طلبا کی وُہ بڑی تعداد جو گاؤں میں رہتی ہے۔ اور شہری بود و باش اختیار نہیں کرتی۔ اُس کے لئے یہ بات بالکل سچ ہے۔ کہ انگریزی سے اُن کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اِن طالب علموں میں سے اکثر آٹھویں جماعت سے آگے قدم نہیں بڑھاتے۔ لیکن وُہ دن دُور نہیں جبکہ انگریزی زبان کو صرف ثانوی یا دوسری زبان کی حیثیت حاصل ہوگی۔ البتہ یہ زبان اُن لوگوں کے لئے ضروری ہوگی جو خاص خاص پیشے یا کاروبار اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہر طالب علم کے لئے نصاب کا بیترانہ ڈھونڈے گی۔

مادری زبان تدریس و تعلیم کا ذریعہ ہوگی۔ اور یہی تحصیل ادب کا معیار ہوگی۔

چنانچہ اب وہ زمانہ آگیا ہے۔ جبکہ ہمیں مادری زبان کی تعلیم اور اس کی تدریس کے اُن طریقوں پر بیش از بیش توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ جو آج کل پرائمری مڈل اور ہائی سکولوں میں رائج ہیں۔ ہمیں اس خیال کو بھی بالائے طاق کر دینا چاہیئے۔ کہ مادری زبان کے گھنٹے انگریزی اور ریاضی کی تھکن دُور کرنے کے گھنٹے ہیں۔ ڈنکے کی چوٹ پکارا جائے کہ مادری زبان کے معلم کسی حیثیت سے ہیٹے نہیں۔ باقاعدہ طور پر پراپیگنڈا کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مادری زبان نصاب کا اہم ترین مضمون ہے۔ اور اس کا معلم مدرسہ کا اہم ترین معلم ہے۔ جس سے یونیورسٹی کی آنکھیں کھل جائیں۔ اور وہ میٹریکولیشن کے امتحان میں مادری زبان میں پاس ہونے کو لازمی قرار دے۔ انگریزی اور ریاضی کے معلمین سے وُہ صدر جگہ چھین لی جائے۔ جو انہوں نے مدتوں سے غصب کر رکھی ہے۔

بے شک یہ امر قابل تسلیم ہے۔ کہ حصہ مڈل اور ہائی میں مادری زبان کا معلم اتنا تعلیم یافتہ نہیں ہوتا جتنا دوسرے مضامین کا معلم ہوتا ہے۔ ریاضی۔ انگریزی یا سائنس کا معلم گریجویٹ ہوتا ہے۔ علاوہ بریں اُس نے ایسی درسگاہ میں ٹریننگ حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ جہاں اُسے دوسرے ممالک کے متعلق تمام واقفیت بہم پہنچائی جاتی ہے۔ اور اُسے اُن نئے نئے طریقوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ جو دوسرے ممالک میں آزمائے جا رہے ہیں لیکن اس کے برعکس مادری زبان کا عموماً ہر معلم انگریزی سے بے بہرہ ہوتا ہے۔ گو وہ مادری زبان اور ادبیات میں اپنے بھائی گریجویٹ سے زیادہ استعداد رکھتا ہے۔ مگر اُسے وُہ واقفیت اور تربیت حاصل نہیں۔ جو موخر الذکر کو ہے۔ نہ اُس میں اتنی قابلیت ہوتی ہے۔ کہ انگریزی زبان سے فائدہ اٹھا کر اُن کتابوں کو پڑھے۔ جن میں تعلیمی مضامین کے مباحث درج ہیں۔ مادری زبان میں فی الوقت ایسا مصالح آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ تا وقتیکہ مادری زبان میں تعلیمی مسالہ کا ایک ذخیرہ فراہم نہ ہو جائے۔ مادری زبان کے معلم کو خسارہ ہی رہیگا۔ اور اِس کا اثر اس کے مضمون پر بھی گرے گا۔

کچھ عرصہ تک اُن گریجویٹ حضرات کو جو انگریزی میں مہارت رکھتے ہیں۔ ترغیب دلانے کی کوشش کی جائے۔ کہ وُہ مادری زبان اور مشرقی ادبیات کا مطالعہ کریں۔ تاکہ اُن میں مادری زبان کی تدریس کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ اِس طرح ہمیں ایسے معلم ہاتھ آسکتے ہیں۔ جن میں انگریزی کے گریجویٹ اور مادری زبان کے معلم کی صفات موجود ہوں گی۔ اور طریقہ ہائے تعلیم کی اصلاح کا زیادہ موقعہ ملے گا۔ جتنے کہ پرائمری مدارس میں بھی اگر معلم میٹریکولیٹ ہوں۔ اور وُہ انگریزی کے مطالعہ کو جاری رکھ سکیں۔ تو انہیں بہت زیادہ مدد ملے گی۔ گو

پرائمری کے موجودہ مدرسین میں یہ بات موجود نہیں۔ اور محکمہ تعلیم پرائمری میں اُن مدرسین کو ترجیح دے۔ جو انگریزی کی لیاقت رکھتے ہوں۔ اس طرح اصلاح کا کام بہت آسان ہو جائے گا۔ اور ہم مادری زبان کو پستی کے اُس گڑھے سے نکال سکیں گے جس میں وُہ اب پڑی سِسک رہی ہے۔ جن لوگوں کے دل میں ملک میں صحیح تعلیم کے پھیلانے کا جذبہ ہے۔ اُن کا یہ فرض ہے۔ کہ گاؤں۔ قصبہ اور شہر کے پرائمری مدارس میں وُہ طریقے رائج کریں۔ جو دوسرے ممالک میں آزمائے جا چکے ہیں۔ نئے طریقے۔ مضمون کو پڑھانے کے نئے نئے تجربے۔ نفسیاتِ تعلیم کے نئے عندیے اور نظریئے۔ نئی نئی باتیں اور نئے نئے خیالات جو ہندوستانی حالات میں آزمائے جا سکتے ہیں۔ ترمیم یا تغیر کے بعد مقبول یا مردود قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ تاکہ اُن لوگوں کو کام کرنے کا حوصلہ ہو جو خود ان طریقوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے لیکن جن لوگوں کو اِن طریقوں کے متعلق پڑھنے اور سیکھنے کی اہلیت حاصل ہے وُہ دریا دلی سے اپنے اُن بھائیوں کی مدد کریں۔ جو مطلوبہ اہلیت نہیں رکھتے۔ اس طرح پرائمری مدارس کی کایا پلٹ جائیگی۔ اور مادری زبان ایک نیا مضمون بن جائے گا۔ پرائمری مدارس زندگی میں اہم درجہ حاصل کریں گے۔ یعنی ان میں دلچسپی کا سامان پیدا ہو جائیگا۔ اور مدرسہ ایسا پُرکشش مقام بن جائیگا۔ جہاں بچوں کو اپنے قومی ورثہ کی اولین جھلکیں حاصل ہو سکیں۔ اور وُہ اپنے ملک کی خدمت کیلئے زادِ راہ جمع کرنے کیلئے صحیح راستہ پر گامزن ہونگے۔

آج کل ہندوستان میں اِس سے بڑھ کر قومی خدمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم پرائمری کے معلمین میں اُن نئی اور مفید باتوں کو پھیلا دیں جو وُہ خود حاصل نہیں کر سکے۔ حتّٰے کہ پرائمری مدرسہ کا معلم بھی اپنے کام کا اتنا ہی اہل ہو جائے جیسا کہ آج ثانوی مدرسہ کا معلم ہے۔ ابھی تک ہندوستان کے تعلیمی نصاب میں بہت بے تمیزی پائی جاتی ہے۔ تعلیمی دنیا میں سب سے اہم ہستی پہلی جماعت کا معلم ہے۔ اور اُسی کا کام سب سے کٹھن ہے۔ مگر ہم اِس کام کے لئے ایسا آدمی ڈھونڈتے ہیں جس کی تعلیمی استعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اُس کی ٹریننگ بھی ناقص ہوتی ہے۔ (کم از کم زمانہ ماضی میں یہی حال رہا ہے) اُس کی تنخواہ سب سے کم ہوتی ہے۔ لیکن اُس سے بہت زیادہ کام کی توقع رکھی جاتی ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ جتنی زیادہ ہم اُس کی مدد کریں گے۔ اور بالخصوص مادری زبان کے اہم مضمون کی تعلیم میں۔ اتنا ہی زیادہ ہندوستان میں تعلیم کی خدمت ہوگی۔ چنانچہ اِس کتاب کو پیش کرنے کے لئے ہمارا یہی عذر کافی ہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے کہ مادری زبان کی تعلیم صرف اُس آدمی کا کام نہیں۔ جو اُسے پڑھاتا ہے۔ بے شک پرائمری مدارس میں جہاں ایک ہی استاد تمام مضامین پڑھاتا ہے۔ یہ بات یاد دلانے کی ضرورت نہیں لیکن

جب اعلیٰ مدارس میں اختصاصی مدرسین سے کام لیا جاتا ہے۔ تو اس بات کو ملحوظ رکھنا پڑیگا۔ فی الحقیقت جن جماعتوں میں مادری زبان درس وتدریس کا ذریعہ ہے۔ اُن میں تمام مضامین کی بنیاد مادری زبان پر ہے۔ ان جماعتوں میں اس کی حیثیت نصاب کے صرف ایک مضمون کی نہیں۔ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہے۔ ہم (The Hadow Report) ہیڈو رپورٹ سے اقتباس پیش کرتے ہیں۔ وہاں جو کچھ انگریزی کے متعلق تحریر ہے۔ ہندوستان میں اُس کا اطلاق مادری زبان پر ہوتا ہے۔

"نیز انگریزی کو محض ایک مضمون نہ سمجھنا چاہئے۔ جس کا تعلق صرف اُن چند گھنٹوں سے ہے۔ جو اُس کے لئے مقرر ہیں۔ بلکہ نصاب کے ہر حصہ میں طلبا کو یہ تربیت دی جائے۔ کہ وُہ تقریری یا تحریری طور پر صحیح اور سلیس زبان میں اظہارِ خیالات کرسکیں۔ پس مناسب یہ ہے۔ کہ ہر مضمون میں انگریزی کی خاص نگرانی کی جائے۔"[1]

جارج سمپسن فرماتے ہیں:۔ "صاف الفاظ اور عام معنی کے لحاظ سے انگریزی مدرسہ کا مضمون نہیں۔ بلکہ مدرسہ کی زندگی کی شرط ہے۔ مدرسہ کے تمام مضامین میں سے انگریزی نے بچوں کے دماغوں پر سب سے کم اثر کیا ہے۔ اور بچوں کی پسندیدگی میں اِسے سب سے ادنےٰ درجہ حاصل ہے..... لیکن جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں۔ یہ کوئی مضمون نہیں۔ بلکہ زندگی ہے۔ یہ زندگی کی حقیقت ہے۔ جس سے مُفر نہیں۔ اور جس سے ہر انگریزی بولنے والے انسان کو مہد سے لحد تک واسطہ رہتا ہے۔ انگریزی کا سبق نہ صرف تحصیل علم کا ذریعہ ہے۔ بلکہ یہ بچے کے لئے انسانی زندگی میں داخل ہونے کی شرط ہے"[2] (اس اقتباس میں انگریزی مادری زبان ہے) مسٹر سمپسن کی کتاب اُن لوگوں کے لئے ازحد مفید ہوگی جو مادری زبان کی اہمیت اور زندگی میں اس کے درجے سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں۔ وُہ انگلستان میں انگریزی زبان کے بارے میں بار بار وُہ باتیں کہتے ہیں۔ جنکی ہندوستان میں مادری زبان کے لئے اشد ضرورت ہے پس یہ کہنا بجا ہے۔ کہ جب تک ہمارے مدارس۔ اور یونیورسٹیوں کے نصاب اور بچوں کی زندگی میں مادری زبان کو صحیح درجہ نہ دیا جائے گا۔ اور اُس کی تدریس کے لئے کافی کوشش نہ کی جائے گی۔ صحیح تعلیم کا وجود محال ہوگا۔ کیونکہ طریقہ تعلیم پر بہت کچھ منحصر ہے۔ اگر صحیح طریقے استعمال نہ کئے جائیں۔ ہماری کوششیں قطعاً بار آور نہیں ہوسکتیں خواہ ہم کتنا ہی زور لگائیں ۔

مادری زبان کی اہمیت کے اور بھی اسباب ہیں:۔

---

[1] ***The Education of the Adolescent*** (Hadow Report), Board of Education, London, P. 190.

[2] G. Sampson, ***English for the English***, Cambridge University Press, pp. 24-25

اوّل قوتِ فکر اور زبان کا چولی دامن کا ساتھ ہے " پس اگر قوت فکر اور ذہن کا اتنا گہرا رشتہ ہے۔ تو ایک کی نشو ونما اور تنزل دوسرے کی نشو ونما اور تنزل کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہم ایک کو دوسری کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ اور مادری زبان کی تعلیم جس میں بچہ سوچتا اور خیال آرائی کرتا ہے۔ تربیت کی سب سے بڑی ضرورت اور انسانی تہذیب کی سب سے اہم چیز بن جاتی ہے[۵]۔ پس ہمارے طلبا کے لئے یہ بات نہایت اہم ہے کہ اُنہیں مادری زبان میں مہارت تامہ حاصل ہو۔ کیونکہ اس کے دوش بدوش اُنہیں ذہنی زندگی میں بھی کامل دسترس حاصل ہو جائے گی[۱]۔

دوّم مادری زبان اس لئے بھی اہم ہے۔ کہ اس کے ذریعے سے ہم تحریر یا تقریر میں اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ روزمرہ زندگی میں یہ لازم ہے۔ کہ ہم میں اتنی صلاحیت ہو کہ ہم اپنے مافی الضمیر کو صاف اور سادہ الفاظ میں دوسروں پر ظاہر کر سکیں۔ اگر ہم مذکورہ بالا اصول کو مدنظر رکھ کر لوگوں کی گفتگو یا اُنہیں خط پڑھتے سُنیں۔ تو ہمیں پتہ لگ جائے گا۔ کہ مادری زبان سے کس قدر بے توجہی برتی گئی ہے۔ اور اس کا لوگوں کو کیا نتیجہ بھگتنا پڑا ہے۔ اکثر ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جو درحقیقت اظہار خیال کی بجائے اُسے چھپاتے ہیں۔ شائد سیاست دان حضرات کے لئے یہ امر باعثِ فخر ہو کہ وہ الفاظ کے ہیر پھیر سے اپنے خیالات کی پردہ داری کر سکیں لیکن عوام سے یہ فعل دانستہ سرزد نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ الفاظ کے معانی سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اِس لئے وہ اُن کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ بہت سے لوگوں میں اِس کمی کا باعث ہمارا ناقص طریقہ تعلیم ہے۔

مدرسہ کی تعلیم کو ختم کرنے کے بعد ہمارے لڑکے لڑکیاں خواہ کوئی پیشہ اختیار کریں۔ خواہ وہ شہر میں رہیں۔ یا دیہات میں سکونت پذیر ہوں۔ کارخانہ میں جائیں یا کھیت میں ہل چلائیں۔ تاہم اِن میں پڑھنے بولنے اور لکھنے کی استعداد موجود ہو۔ کیونکہ اس کے علاوہ ہمارے پاس تبادلہ خیالات کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

اِس سے پیشتر کہ ایک بچہ زندگی کے تمام پہلوؤں سے آگاہی حاصل کرے۔ اور اپنی خدادا قابلیتوں کے استعمال سے واقف ہو۔ اُس میں مادری زبان کے استعمال کی مہارت ہونی چاہئے۔ کیونکہ مادری زبان وہ شے ہے۔ جو ہر قسم کے کام کے لئے درکار ہے۔ بالفاظِ دیگر کوئی بچہ اعلےٰ شہری نہیں بن سکتا۔ تاوقتیکہ اُسے مادری زبان کے استعمال کی مناسب تربیت نہ ملی ہو۔ اور وہ اُس علم کا مذاق نہ رکھتا ہو۔ جو مادری زبان کے

---

[۱] P. B. Ballard, *Thought and Language*. University of London Press p. 17.

ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ نیک شہری کے تمام خصائل یعنی قوتِ فکر کی صفائی۔ قوتِ بیان کی روانی جذبات اور تخیّل کی صحت و صداقت جذباتی اور تخلیقی زندگی کی معموری سب اِس قسم کی باتیں ہیں۔ جنکا صحیح اکتساب اور ترقی اُس وقت ممکن ہے۔ جبکہ ذہنی اور حسی زندگی کی بنیاد یعنی مادری زبان پر کامل توجہ کی جائے ÷

تیسرے مادری زبان کی تعلیم اِس لئے بھی اہم ہے۔ کہ اِس پر ہمارے طلبا کی ترقی منحصر ہے یعنی اُنکی ذہنی زندگی کی ترقی۔ اُن کی علمی ترقی قوتِ بیان یا خطابت کی ترقی۔ اُن کی قوتِ تخلیق یعنی تصنیف و انشا کی ترقی اِسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ بالخصوص ہماری جذباتی زندگی کی ترقی بہت کچھ مادری زبان کے طریقِ تعلیم پر مبنی ہے

علم و ادب و شاعری کا ہمارے جذبات پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اور یہ وُہ شے ہے۔ جو ہمارے طلبا کی شخصیت میں نہایت ہی اہم درجہ رکھتی ہے۔ جذبات کی یہ ترقی و تربیت ساری کی ساری مادری زبان پر انحصار رکھتی ہے۔ غیر ملکی زبان کا علم ادب یعنی لٹریچر معدودے چند غیر معمولی ہستیوں کے علاوہ سب کے لئے وُہ کام نہیں کرسکتا۔ جو مادری زبان کے لٹریچر کا حصہ ہے ÷

اگر ہمیں پتہ ہو کہ ہم کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو ہمیں کامیابی کی زیادہ اُمید ہوتی ہے۔ اگر ہم پہلے فیصلہ کرلیں۔ کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم اُن طریقوں پر عمل کریں گے۔ جو خوب سچے تُلے اور آزمودہ ہوتے ہیں۔ لہذا ہمیں معلوم کرنا چاہئے۔ کہ وُہ کونسے مقاصد ہیں۔ جنہیں ہم مادری زبان کی تعلیم سے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ بعض کی طرف پہلے ہی اشارہ ہو چکا ہے ÷

۱۔ اپنے طلبا میں مادری زبان کی ایسی استعداد پیدا کرنا۔ کہ جو کچھ وُہ کہنا چاہیں اُسے سلاست اور صفائی سے ادا کرسکیں۔ جو کچھ لکھنا چاہیں برجستہ اور موزوں الفاظ میں تحریر کرسکیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم اُن کو یہ سکھائیں کہ اپنے خیالات کو خوبی۔ وضاحت اور سادگی کے ساتھ ظاہر کرنے پر قادر ہوں اگر ہم یک لخت طلبا میں درست اور واضح طور پر بولنے کی قوت پیدا کرنے سے قاصر رہیں۔ تو ابتدا میں صرف واضح طور پر بولنے کی مشق کرائی جائے۔ کیونکہ وضاحت سے گفتگو کرنا ہی بڑی بات ہے۔ درست بولنے کی بعد میں عادت بن جاتی ہے۔ طالب علم میں ناقابلِ معافی خطا تقریر میں گریمر کا غلط استعمال نہیں بلکہ نامربوط یا غیر واضح عبارت کا استعمال ہے ÷

جماعت کے کام میں ہمارا مخصوص عملی مقصد طلباء کو مندرجہ ذیل باتیں سکھانا ہے:۔

ا ۔ صاف بات کو صفائی سے بیان کرنا

ب ۔ صاف بات کو صفائی سے سُننا۔

ج ۔ صاف بات کو صفائی سے پڑھنا۔

د ۔ صاف بات کو صفائی سے لکھنا۔

البتہ استاد کو بھی لازم ہے۔ کہ دوسروں کو سکھانے سے پہلے وُہ خود اِن باتوں کی صلاحیت رکھتا ہو؎

۲ ۔ طلبا کو وُہ ذریعہ بہم پہنچانا۔ جس کے طفیل وُہ نہ صرف عام بول چال میں اظہارِ خیالات کر سکیں۔ بلکہ اپنے جذبات۔ خیالات اور تجربات کو بیان کر کے وُہ حظ اٹھا سکیں جو اظہار سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اُنہیں ذہنی۔ جذباتی اور اخلاقی ترقی کا موقعہ ملے۔ جس کے لئے اظہار اشد ضروری ہے۔ خواہ یہ اظہار تقریری ہو یا تحریری

۳ ۔ طالب علم میں واقفیت یا تفریحِ طبع کے لئے پڑھنے کا شوق پیدا کرنا۔ تاکہ وُہ آہستہ آہستہ نظم و نثر کی خوبیوں سے محظوظ ہو سکے۔ اور اُس کو پتہ لگ جائے۔ کہ کتابوں میں علم کے کیسے کیسے خزانے مخفی ہیں القصہ اُس کو مطالعہ کی عادت ہو جائے ؛

۴ ۔ طالب علم کے تخلیقی قویٰ بڑھانا۔ مادری زبان وُہ ذریعہ ہے۔ جس کو طالب علم اپنی تخلیقی انگیخت کے لئے مختلف پہلوؤں سے استعمال کر سکتا ہے۔ مادری زبان کی تعلیم میں ایک اہم ترین مقصد تخلیقی کام کی ترغیب ہونا چاہئیے ؛

۵ ۔ بچوں کو معقول طور پر سوچنے اور سوچی ہوئی بات کو بیان کرنے کی تربیت دینا۔ یہ مقصد براہِ راست مادری زبان سے وابستہ ہے مگر تمام تعلیم کا مقصد ہی یہ ہے۔ چونکہ مادری زبان طالب علم کی مکتبی زندگی میں اہم درجہ رکھتی ہے۔ اِس لئے استاد کو یہ مقصد ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہئیے۔ بعینہٖ استاد یہ مقصد یاد رکھے کہ بچے ذہنی۔ جذباتی اور روحانی صداقت کی تربیت پائیں۔ یہاں پھر مادری زبان کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ استاد کو یہ احتیاط رکھنی چاہئیے۔ کہ اِس کے طالب علم عین وہی بات لکھیں یا کہیں جو وُہ محسوس کرتے ہیں اور کبھی بھی ایسا نہ کریں۔ کہ وُہ باتیں کہنے لگیں یا تحریر میں لائیں۔ جو وُہ سمجھتے ہیں۔ کہ استاد چاہتا ہے۔ کہ وُہ محسوس کریں یا لکھیں۔ اِس طرح مادری زبان کو شخصیت کی نشوونما میں بہت دخل ہے ؛

مادری زبان کا کام نمایاں طور پر مختلف حصّوں میں منقسم ہو سکتا ہے۔ مگر عملی طور پر یہ تقسیم مشکل معلوم ہوتی ہے۔ ایک طرف قوتِ حافظہ ہے اور دوسری طرف بیانیہ۔ ہم اِن دونوں میں سے کسی سے بھی غافل

G. Sampson, op. cit. p. xii.

نہیں رہ سکتے۔ طالب علم کے لیئے دورانِ مطالعہ میں یہ ضروری ہے۔ کہ وہ خیالات اور جذبات کو سمجھے۔ بے شک ابتدا میں تو اُسے تحریر اور مطالعہ کا ہنر سیکھنا پڑے گا۔ اور بہت سی باتیں ہیں۔ جو اُسے سیکھنی پڑیں گی۔ کچھ مشق بھی کرنی پڑے گی۔ مگر قوت حافظہ کے ساتھ ہی ساتھ قوت بیانیہ بھی ترقی کرتی ہے۔ ابتدا ہی میں طالب علم کو اپنے خیالات کے اظہار کے زیادہ سے زیادہ موقعے دیئے جائیں۔ خواہ اُس کی ابتدائی کوشش باعث تمسخر اور بے ڈھول ہی ہو۔ اِس کے باوجود اگر اُس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اور اُس کی تخلیقی قوتوں کو بڑھنے اور ترقی کرنے کے لیئے ضروری موقعے دیئے جائیں۔ تو جلد ہی اُس کام میں حیرت انگیز ترقی ہو جائے گی۔ وُہ تفریح طبع کے لیئے اظہار ذات سے کام لے گا۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اس کی مشق کرے گا۔ اُس کے خیالات اور احساسات ترقی کریں گے۔ لیکن اِس سارے کام کے لئے اُسے اپنی مادری زبان پر قدرت حاصل ہونی چاہیئے۔ اگر بچوں کو یہ مقدور حاصل ہو جائے۔ تو ہم دیکھیں گے کہ نئی نسل ایک نئی ذہنیت کے ساتھ ترقی کرتی جا رہی ہے ✤

مادری زبان ایک آلہ ہے۔ وُہ راحت اور مسرت کی مخزن ہے۔ اور واقفیت کی کان ہے۔ مذاق اور جذبات کی رہنُما ہے۔ وُہ اُن اعلےٰ قوتوں کے استعمال کا ذریعہ ہے۔ جو ہمارے خالق نے ہم میں ودیعت کی ہیں۔ اور اِن قوتوں کے طفیل ہم کچھ پیدا کر کے اپنے خالق سے اِس صفت میں اشتراک اور قریب ترین رشتہ پیدا کرتے ہیں ✤

تقریری کام میں ہمارا مقصد بچوں کو صحت کے ساتھ بولنا سکھانا۔ اپنے مطلب کو صفائی اور سادگی سے بیان کرنا سکھانا ہے۔ تاکہ جو کچھ وُہ کہیں اُسے بآسانی سمجھا جا سکے۔ اور اُن کی تقریر پُرلطف ہو۔ ابتدائی مدارج میں ہمیں اِس بات کو پیدا ہونے سے روکنا چاہیئے۔ کہ بچے بولتے وقت شعورِ ذات کی بنا پر جھجک نہ جائیں۔ اگر یہ نقص اُن میں پہلے ہی موجود ہو۔ تو اِس کو رفع کرنے کی کوشش کریں۔ اور ہم بچوں کو ایسی تربیت دیں۔ کہ وُہ اپنے تجربات اور اُن اشیاء کے متعلق قدرتی طور پر گفتگو کریں۔ جو اُن کے لئے موجب دلچسپی ہیں۔ جس طرح وُہ عموماً ایک دوسرے سے کلام کرتے ہیں۔ بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بچوں میں جماعت کے کمرے یا مدرسہ کا لہجہ پایا جاتا ہے۔ یہ غیر قدرتی اور مصنوعی ہوتا ہے۔ ہمیں اس کو بھی روکنا چاہیئے۔ ابتدا میں ہمیں صحت کی طرف زیادہ توجہ نہ دینی چاہیئے۔ یہ تو بتدریج پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اور اِس کے ضمن میں ساتھ ہی ساتھ کام ہوتا رہے گا۔ ابتدا میں صحت۔ رنگینی اور قواعدِ صرف و نحو کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ باتیں تو رفتہ رفتہ پیدا ہوتی ہیں۔ ہمیں پہلے پہل تقریر میں جوش۔ قوت اور زندگی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بسا اوقات یہ باتیں بچوں میں قدرتی طور پر موجود ہوتی ہیں۔ مگر مدرسہ میں آکر وُہ دم بخود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور مفقود ہو جاتی ہیں +

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تقریری کام اور تربیت تقریر تحریری کام سکھلانے کا عمدہ ترین طریقہ ہے۔ اگر بچے تقریر کرتے وقت صحیح اظہار کی استعداد رکھتے ہوں۔ تو بیشتر مثالیں ایسی ہوں گی۔ کہ اُن کا تحریر بھی عمدہ

ہو گی۔ اُس میں صفائی ہو گی۔ اُس میں زندگی ہو گی۔ عمدہ تحریر کی لیاقت پیدا کرنے کی تربیت کا راز یہی ہوتا ہے کہ بچوں کو اُسی طرح لکھنے کی ترغیب دلائی جائے۔ جس طرح وُہ بولتے ہیں۔ اس کے علاوہ تقریری اظہار شخصیت کی نشو و نما کا بہترین طریقہ ہے۔ اکثر لوگوں پر اپنی ذات کا اظہار یا خود شناسی تحریر کی بجائے تقریر سے پیدا ہوتی ہے۔

"اگر میں یہ کہوں کہ مکتبی زندگی کے آخری سال تک تقریری کام تحریری کام سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے تو میرے سر مبالغہ کا الزام تھوپا جائے گا۔ مگر میں تو یہاں تک کہوں گا۔ کہ تقریری کام ہی عمدہ تحریری نتائج حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اور گو یہ مدرسہ کی روایت کے برعکس ہے۔ مگر ایک عمدہ تحریر محض احتیاط کے ساتھ تیار کی ہوئی تقریر ہی ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے۔ کہ رسمی۔ بوسیدہ ناقابلِ فہم فقرات کی بجائے جو مدرسہ میں سطحی اور نمائشی روش کا نتیجہ ہیں۔ تحریری مشقوں میں تقریر کی قدرتی روانی اور سادگی پیدا ہو جائے[1]"

اگرچہ مذکورہ بالا خیالات انگلستان کے مدارس کے متعلق لکھے گئے ہیں۔ مگر ہمارا خیال ہے۔ کہ اُن کا اطلاق ہندوستانی مدارس پر بھی ہوتا ہے۔ اور یقیناً وُہ اصول جس کی تلقین مسٹر لیمبارن کر رہے ہیں۔ اِس قسم کا ہے۔ جسے مادری زبان کی تدریس میں ہر جگہ مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اگر وُہ گھنٹہ جس کا ذکر مسٹر لیمبارن اپنی کتاب کے پندرہ صفحے سے لے کر انیس صفحے تک کرتے ہیں۔ ہمارے مدارس میں شروع کر دیا جائے۔ تو اِس سے نہ صرف مدارس کی فضا اور کام کی دلچسپی میں انقلاب پیدا ہو جائے گا۔ بلکہ مادری زبان میں جو کام کیا جائے گا۔ وُہ اعلےٰ پائے کا بھی ہو گا۔

پس ہمیں لازم ہے۔ کہ اس بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور و خوض کریں۔ کہ تقریری کام اگر آگے نہیں۔ تو جماعت اوّل سے جماعت دہم تک باقاعدہ طور پر جاری رکھا جائے۔ لیکن امتحانوں کا رعب ہمارے دلوں پر اس قدر چھایا ہُوا ہے۔ کہ ہم اعلےٰ جماعتوں میں تقریری کام کو بالکل نظر انداز کر جاتے ہیں۔ کیونکہ مادری زبان کے امتحان میں اس کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ لیکن شخصیت کی نشو و نما اور مادری زبان میں لیاقت پیدا کرنے کے نقطۂ نگاہ سے یہ ایک بڑی بھاری غلطی ہے۔

جب بچے تقریباً سات سال کی عمر میں بڑے مدرسہ میں قدم رکھتے ہیں۔ تو اُنہیں طریقۂ تعلیم میں کوئی فوری تبدیلی نظر نہ آنی چاہیئے۔ لیکن عملی طور پر ایک تباہ کُن خلیج حائل ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر کمنز اس بات کی اہم

---

[1] E. A. Greening Lamborn, *Expression in Speech and writing* Oxford University Press, pp. 12-13.

شہادت دیتے ہیں۔ انہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ گیارہ سال کی عمر سے نیچے کے بچوں کے مضامین بڑی عمر کے بچوں کے مضامین سے زیادہ قدرتی اور دلچسپ تھے۔ اور اُن کا یہ خیال تھا کہ یہ نتیجہ تھا اس بات کا کہ بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ جب طلبا ابتدائی مراحل کو عبور کر کے اعلےٰ جماعتوں میں جاتے ہیں۔ تو اُن کی اظہار ذات کی قوتوں پر ایک طرح کی بجلی گر جاتی ہے۔ کیونکہ اِن اعلےٰ شعبوں میں اُن کے لئے کہانیاں سُنانے کا پُر مسرت مشغلہ نہیں۔ جن پر اُن کی قوت تخیل تربیت پا سکے۔ انہوں نے ایسا علم اپنے اذہان میں ٹھونس لیا۔ جن کے متعلق اُنہیں غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا اور طوطے کی طرح رٹنا شروع کر دیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی اظہار ذات کی قوت میں انحطاط پیدا ہو گیا ✤

ایک اور ہیڈ ماسٹر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں کی ایک بڑی اکثریت کے لئے تقریر تحریر سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا تقریری مشقیں تحریری مشقوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ وُہ تحریریں روانی اور بے ساختگی پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اور اعلےٰ مدارس میں اُن سے چشم پوشی ہی کرختگی۔ رسمیات اور بے مزگی پیدا کرنے کا سبب ہے۔ جس سے انشاء کو پڑھنا اور لکھنا ہر دو بلائے جان بن جاتے ہیں ✤

اس لئے ہم چاہتے ہیں۔ کہ تقریری اظہار کی پیہم مشق پر اِس قدر زور دیا جائے۔ اور اُسے اس طرح سامنے رکھا جائے کہ وُہ مدرسہ کے نصاب کا ناگزیر جزو ہے۔ اِس کے بغیر وُہ محنت بھی رائگاں جائے گی۔ جو ابتدائی جماعتوں میں بنیاد قائم کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ اگر تقریر کا سب کام اوقات مدرسہ کے بعد اور پڑھائی اور لکھائی کا سب کام اوقات مدرسہ میں انجام دیا گیا۔ تو اعلےٰ جماعتوں میں یہ بات دیکھنے میں آئے گی۔ کہ مادری زبان کی تعلیم میں ابتری پیدا ہو گئی ہے۔ اس ضمن میں تمثیلی کام کے ساتھ مباحثہ اور مختصر تقریروں سے کافی مدد ملے گی۔ ہم اس بات کے قائل ہیں۔ کہ مادری زبان کے تحریری کام میں اہلیت پیدا کرنے کی بُنیاد تقریری کام کو بنانا چاہیئے۔ اس کے علاوہ جو کچھ زندگی میں پڑھلنے کے قابل ہے۔ اُس کی کامیاب تعلیم اسی کے ساتھ مشروط ہے"[1]

پرائمری مدارس میں تقریری کام کے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے یعنی اپنے بچوں کو صحت اور صفائی سے بولنے۔ روانی کے ساتھ اظہار خیالات کرنے۔ جو کچھ وُہ کہنا چاہیں اُسے برجستگی اور صفائی سے

---

[1] *The Teaching of English in England*, H. M. Stationery Office, pp. 69-71.

کہنے اور اپنے خیالات کو گھبراہٹ اور جھجک کے بغیر دوسروں تک پہنچانے اور ان سب کے علاوہ آزادانہ اور قدرتی طور پر بولنے کی لیاقت پیدا کرنے کی تربیت دینے کے لئے پہلا قدم یہ ہے۔ کہ بچوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ استاد کے ساتھ اور اپنی جماعت کے طلبا کے ساتھ بولنے کی ترغیب دلائی جائے۔ بہت سے لڑکوں کے ساتھ اس کام میں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔ لیکن اُن بچوں کے لئے جن کو بولنا سکھانے میں مشکل پیش آتی ہے۔ ہمیں اپنے طریقوں کا تعین کرنا پڑے گا۔ ابتدائی مدارج میں اُستاد کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے۔ کہ وہ گفتگو کے لئے گھنٹیاں مقرر کرے۔ جہاں تک جماعت کا تعلق ہے۔ یہ بالکل بے تکلف گھنٹیاں ہوں۔ گو اُستاد کو اُن لڑکوں پر اپنی نگاہ رکھنی پڑے گی۔ جو توجہ کے محتاج ہیں۔ اس گھنٹہ میں کام کرنے کی ایک تجویز مس ویلک اپنی کتاب **(A Modern Infant School)** میں پیش کرتی ہیں۔ ہر صبح اس وقت میں خبریں سُنی سُنائی جائیں۔ بچوں کو شوق دلایا جائے۔ کہ گھر کے کسی دلچسپ واقعہ کی بابت دوسروں کو بتائیں۔ یا کسی ایسی بات کا ذکر کریں جو انہوں نے دیکھی ہے۔ یا جس کی بابت اُنہوں نے سُنا ہے۔ وہ دوسروں کو اُس بات کے متعلق بھی بتا سکتے ہیں۔ جو وہ کر رہے ہیں۔ فی الحقیقت وہ ہر اُس بات کے متعلق کچھ نہ کچھ بتا سکتے ہیں۔ جس سے اُنہیں دلچسپی ہے۔

اِس گھنٹی میں بچوں کو وہ چیزیں لانے کی ترغیب دلائی جا سکتی ہے۔ جن میں اُن کو دلچسپی ہے۔ جو اُنہوں نے بنائی ہیں۔ جو اُنہیں ملی ہیں۔ جن کے متعلق وہ سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔ یا جن کو گفتگو کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ بچوں کو اُس شے کے متعلق گفتگو کرنے کا موقعہ دیا جائے جس میں اُن کو دلچسپی ہے۔ اس منزل پر اُستاد کو صحت کا فکر نہ کرنا چاہئیے۔ نہ اُسے زبان کا رسمی کام کرانے کی کوشش کرنی چاہئیے البتہ وہ اُن باتوں کو تحریر کرتا رہے۔ جن کی اصلاح ضروری ہے۔ رفتہ رفتہ وہ یہ بھروسہ رکھتے ہوئے اصلاح کی کوشش کرے گا۔ کہ بچوں کو اشارہ پانے اور نقل کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہے گا۔ کہ بچے شرما نہ جائیں۔ لہٰذا وہ اِس بات کی پروا نہ کرے گا۔ کہ بچے گو متروک اور سوقیانہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مگر ان سے اُن کے خیالات کا اور احساسات کا اظہار ہوتا ہے۔ صرف قوت۔ زندگی۔ اور بے ساختگی پر توجہ صرف کرنے کی ضرورت ہے۔

تقریری کام اور دستکاری و صنعت کے کام میں بھی رشتہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جو کام بچے کر رہے ہیں اُس کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے وہ فوراً آمادہ ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ گروہوں میں کام کر رہے ہوں۔ تو

اُن کو تربیت دی جائے۔ کہ وُہ جو کچھ کرنے لگیں۔ اُس کے متعلق آپس میں تبادلۂ خیالات کر لیا کریں مختلف گروہوں کے شرکا جماعت کے روبرو بیان کر سکتے ہیں۔ کہ وُہ کیا کر رہے ہیں۔ گروہوں کے مختلف طلبا اُن اشیاء کے نمونے تیار کر سکتے ہیں۔ جو روزمرہ گھریلو زندگی میں کار آمد ہیں۔ گھر میں کام کی اشیاء انگیٹھی کے لئے سامان اور اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی اشیاء تیار کر سکتے ہیں۔ یا اُن جانوروں کے نمونے تیار کر سکتے ہیں۔ جو اُن کے گھر میں ہیں۔ یا وُہ ہر روز دیکھتے ہیں۔ یہ اشیاء تقریری کام کا مرکز بنائی جا سکتی ہیں۔ اس میں اُستاد یہ اضافہ کر سکتا ہے۔ کہ وُہ اِن چیزوں کے متعلق چھوٹی چھوٹی نظمیں یا شعر جمع کرے۔ یا ایسے گیتوں کا مرقع تیار کرے۔ جن کو بچے اپنے گھروں میں سنتے ہیں یہ گیت گائے یا سُنائے جا سکتے ہیں۔ بچوں کو گانے کا بڑا شوق ہوتا ہے اور پرائمری کی جماعتوں میں گانے کو تقریری کام کا باقاعدہ حصہ بنایا جا سکتا ہے۔ بہت سے گیت بچوں کو یاد ہیں اور استاد اِن گیتوں کو مشہور سُروں میں گانا سکھا سکتے ہیں +

بچوں کو اپنی خانگی زندگی کی باتوں کو تمثیل میں پیش کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ وُہ گھر بنانا۔ کھانا پکانا۔ یا دوسری باتیں جو وُہ گھر میں دیکھتے ہیں۔ کرنے کے بہت شائق ہوتے ہیں۔ جب اُن کو چھٹی ہوتی ہے وُہ مدرسہ بنا کر کھیلتے ہیں۔ اُستاد اِن کھیلوں سے تقریری کام میں بہت مدد لے سکتا ہے۔ اور وُہ ان میں ایسے گانے شامل کر سکتا ہے۔ جو سب کو آتے ہیں۔ ہندوستان میں مادری زبان کی تعلیم میں (nursery rhymes) یا لوریاں اُن زبانوں میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ جن میں اُن کا ذخیرہ ہے۔ بعض زبانوں میں یہ شے بہت ہی کم ملتی ہے۔ اِن میں سے بعض نظمیں تمثیل بھی کی جا سکتی ہیں +

مختلف قسم کے کھیل بھی تقریری کام میں بڑی قدر و منزلت کی شے ہیں۔ اور بالخصوص ابتدائی جماعتوں میں گو اُنہیں اعلےٰ جماعتوں میں بھی استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کھیلوں اور کھیل کھیل میں تعلیم کی مشقوں کے متعلق دسویں باب میں اشارات ملیں گے +

کہانیاں بے شک چھوٹوں اور بڑوں سب کے لئے بڑی کشش رکھتی ہیں۔ اور کہانی کے استعمال میں اُستاد کو کبھی بھی دھوکا نہ ہوگا۔ چھوٹا بچہ بھی اُس کہانی کا کوئی نہ کوئی حصّہ سُنا ہی دیتا ہے۔ جو اُس نے کسی سے سُنی ہے۔ اُسے اپنی کہانی سُنانے کی بھی ترغیب دلائی جا سکتی ہے۔ چھوٹے بچوں میں وُہ روانی اور جدت تو نہیں ہوتی۔ شروع شروع میں وُہ دو یا تین جملے بول کر چپ ہو جائیں گے۔ لیکن جلد ہی وُہ اِس حد کو عبور کر جائیں گے۔ بچہ اُستاد کی سنائی ہوئی کہانی کو دوہرا سکتا ہے۔ وُہ کہانیاں بھی سُنا سکتا ہے۔ جو اُس نے گھر

میں سُنی ہیں۔ یا کسی کتاب سے پڑھی ہیں۔ بعد کو اُس میں کہانی بنانے کی بھی استعداد پیدا ہو جائے گی +

بچوں کو کہانیاں بنانے کی تربیت دینے میں استاد کئی ایک طریقے کام میں لاسکتا ہے۔ پہلے پہل وُہ ایک کہانی جماعت کے روبرو بیان کرے۔ جب خاتمہ کے قریب پہنچے تو وُہ کہانی بند کر دے۔ اور جماعت کے چند ایک طلبا سے کہانی کو جس طرح وُہ چاہیں ختم کرائے۔ ابتدا میں اسے نہایت ہی سادہ رکھا جا سکتا ہے۔ مگر بتدریج اس کو مشکل بنایا جائے۔ اور زیادہ سے زیادہ حصہ بچہ سے مہیا کرایا جائے۔ یا اُستاد تختہ سیاہ پر کہانی کا آغاز و اختتام لکھ دے۔ اور طلبا اِس کا درمیانی حصہ مہیا کریں۔ اسے بھی حسب ضرورت مشکل اور آسان بنایا جائے۔ اُستاد کہانی کا اختتام بیان کر دے اور طلباء اس کی ابتدا مہیا کریں۔ یہ مشق قدرے مشکل ہے

ایک بہت ہی دلچسپ کھیل جو کھیلا جا سکتا ہے۔ وُہ جملوں کا کھیل ہے۔ اُستاد کہانی کی ابتدا پہلے جملہ سے کرتا ہے۔ بعد ازاں جماعت کا ہر ایک طالب علم باری باری اس میں ایک ایک جملے کا اضافہ کرتا جاتا ہے۔ اس طرح جو کہانی تیار ہو گی وُہ پُر ظرافت ہو گی۔ اور ممکن ہے کہ وُہ بہت ہی عجیب ہو۔ یقیناً جماعت کو اس میں بڑا مزہ آئیگا۔ کہانی کو اُس وقت تک جاری رکھا جاسکتا ہے۔ جب تک وُہ ایک قدرتی خاتمہ پر نہ پہنچ جائے یا اُستاد اُسے ختم نہ کرنا چاہے +

کہانی کی نوع کی ایک اور مشق یہ ہے۔ کہ اُستاد کہانی کا خاکہ بتا دیتا ہے۔ اور طلباء اِس کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ بہت آسان ہو سکتی ہے۔ یعنی خاکہ زیادہ مفصل ہو۔ اور بہت مشکل بھی ہو سکتی ہے یعنی خاکہ صرف الفاظ کی ایک فہرست ہو گا۔ بچوں کو الفاظ کی ایک فہرست بتائی جاتی ہے۔ اور اُنہیں کہا جاتا ہے۔ کہ وُہ اِن سے کہانی تیار کریں۔ اتفاقاً یہی وُہ طریقہ ہے جو کہانیاں لکھنے والے استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ اُنہیں خیالات کی تلاش ہوتی ہے +

اگر آگے نہیں تو پہلی جماعت سے لے کر دسویں تک کہانی تقریری کام کا دلچسپ ترین اور مفید ترین طریقہ ہے۔ یہاں بھی ابتدا ہی سے اُستاد کو کوشش لازم ہے۔ کہ بے ساختگی اور بے تکلفی سے کام لیا جائے اگر ایک لڑکا جماعت کے سامنے کہانی بیان کرنے لگے۔ تو اُسے کوئی ضرورت نہیں۔ کہ وُہ ابتدا میں کہے۔ "میں آپ کو ایک کہانی سناؤں گا۔ اُمید ہے کہ آپ غور سے سُنیں گے"۔ اگر وُہ اوقات مدرسہ کے بعد اپنے ہمجولی کو کہانی سُنانے لگے۔ تو وُہ کبھی یہ لفظ استعمال نہیں کرتا۔ وُہ فوراً اِس کو شروع کر دیتا ہے۔ یہی اُسے مدرسہ میں کرنا چاہئے اُستاد بچہ کو کبھی موقعہ نہ دے۔ کہ وُہ اپنی قدرتی طرز ادا۔ قوت، جدت اور روانی کو چھوڑ کر رسمیات اور تکلف میں پڑ جائے +

تقریری کام میں تصاویر سے بڑا کام لیا جاسکتا ہے۔ تصاویر کے متعلق سوالات پوچھے جا سکتے ہیں یا اُستاد تصویر اور اُن لوگوں کے متعلق جو تصویریں ہیں۔ ایک کہانی تیار کرسکتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ بچوں کو ترغیب دلائی جاسکتی ہے۔ کہ وُہ بھی تصویر کے متعلق اظہار خیالات کریں۔ اُن کو کہا جاسکتا ہے۔ کہ وُہ تصویر کو وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔ اور وُہ کہانی سنائیں۔ جو تصویر سے ذہن میں پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ آخری بات ابتدائی جماعتوں کے آخری سال تک ممکن نہیں۔ اور آخری سال میں بھی اس کی ابتدا ہی ہوگی۔ لیکن حصہ مڈل اور ہائی کی جماعتوں میں یہ نہایت دلچسپ شے اور ایک ہنر بن سکتی ہے۔ تصویر بھی کہانی کی طرح جماعت اول سے جماعت دہم تک استعمال کی جاسکتی ہے۔ البتہ قدرتی طور پر تصاویر میں بڑا فرق ہوگا۔ چھوٹے بچوں کے لئے تصویریں۔ واضح۔ موٹی اور سادہ ہونی چاہئیں۔ تصویر کی اشیاء یا وُہ لوگ جو تصویریں ہوں۔ آسانی سے نظر آسکیں۔ اور یہ سمجھنا بھی آسان ہو کہ وُہ کیا ہیں۔ اور کیا کر رہے ہیں۔ تصویر میں بہت کچھ نہ ہو۔ جب بچے چوتھی اور پانچویں جماعت میں پہنچیں تو تصویر واضح ہو۔ مگر ایسی ہو کہ اس سے بچوں کے ذہن میں بہت سی باتیں پیدا ہو جائیں۔ تصویریں اُن اشیا کی ہوں۔ جن کو بچے جانتے ہیں۔ اور جن سے اُن کو دلچسپی ہے۔ حصہ مڈل میں طلباء کو ایسی تصویریں پسند آئیں گی جن کو دیکھ کر اُن کے ذہن میں اُن کی اپنی زندگی سے زیادہ وسیع زندگی کا نقشہ کھنچ جائے۔ اُن کو ایسی تصویروں سے زیادہ دلچسپی ہوگی۔ جن سے ایک کہانی سوجھے۔ اِس بات کا اطلاق حصہ ہائی کی جماعتوں کے طلباء پر بھی ہوتا ہے۔

رفتہ رفتہ گفتگو کا گھنٹہ اور وُہ کام جو اُس میں کیا جاتا ہے۔ اُس میں توسیع اور ترقی پیدا ہو جائے گی حتےٰ کہ جب ہم پانچویں جماعت میں پہنچیں گے تو طلباء میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے گی۔ کہ وُہ ہر ایسے موضوع پر جس سے انہیں دلچسپی ہے۔ تقریر کرسکیں گے۔ یہاں اُس کام کی ابتدا کی جاسکتی ہے۔ جسے مسٹر کیڈویل کُک "چھوٹے آدمیوں کے لیکچر" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اِن تقریروں کی ابتدا بھی بڑی بے تکلفی سے ہوگی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس میں تکلف پیدا کیا جاسکتا ہے۔ بچوں کو کہا جائے۔ کہ وُہ کسی ایسے موضوع پر جس میں اُنہیں دلچسپی ہو۔ ایک مختصر تقریر تیار کریں۔ موضوع کی کوئی حد نہ لگانی چاہئے۔ اور جس وقت یہ تقریر کی جائے۔ اُس وقت کے لئے ایک طالب علم کو صدر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ جب تقریر ختم ہو جائے۔ تو طلباء کو موقعہ دیا جائے کہ وُہ سوال پوچھیں۔ اور جائز نکتہ چینی کریں۔ اِس موضوع پر عام بحث کی جاسکتی ہے۔ مقرر کو ترغیب دلائی جائے کہ اپنی تقریر کو تصویر نقشہ یا نمونے سے یا کسی اور طریقہ سے جو اُسے سوجھے

واضح کرنے کی کوشش کرے۔ وُہ دوسرے طلبا سے اپنی تقریر کے حوالے پڑھوا سکتا ہے۔ قدرتی طور پر پانچویں جماعت میں تقریریں اعلٰے پائے کی نہ ہونگی۔ لیکن اعلٰے جماعتوں میں یہ خالص علمی اور ادبی نقطۂ نگاہ سے نہایت ہی قیمتی شے ہوں گی۔ مگر یہ نہایت ضروری ہے کہ یہ تمام کام کھیل کی ذہنیت میں انجام دیا جائے۔ اُستاد سامعین میں سے ایک ہو جاتا ہے۔ طلباء تمام کام کرتے ہیں۔ اور وہی یہ فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ کیا طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا۔ اور میٹنگ کس طرح ہوگی۔ اگر مدرسہ میں جمہوریت کی کوئی شکل رائج ہو تو اس کام کی ابتدا میں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔ کیونکہ طلباء پہلے ہی اس قسم کا انتظام کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔

استاد میٹنگ کے دوران میں کوئی مداخلت نہ کرے۔ لیکن وُہ نفسِ مضمون کی غلطیوں زبان اور بیان کی اُن لغزشوں کو نوٹ کرتا جائے۔ جن کے متعلق وُہ بعد میں کچھ کہنا چاہتا ہے۔ تقریری کام کے یہ نقائص محض اتفاقیہ طور پر بیان کئے جائیں۔ اور کبھی اُن تقریروں کی طرف اشارہ نہ کیا جائے۔ جن میں وُہ رونما ہوئے تھے۔ وُہ لڑکوں کو کبھی یہ شبہ لاحق نہ ہونے دے۔ کہ جب وُہ بولتے ہیں تو اُن کی آزمائش کی جاتی ہے نفسِ مضمون کے متعلق اُستاد بھی جماعت کے دوسرے شرکا کی طرح تقریر کے اختتام پر استفسار کر سکتا ہے۔ ابتدا میں شائد ایک گھنٹی میں ایک سے زیادہ تقریریں ہوں گی۔ حتےٰ کہ طلبا اس بات کے عادی نہ ہو جائیں کہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ اُس پر خوب بحث ہو۔ اور جو وقت لگے گا۔ اُس کا بھی انحصار مضمون پر ہی ہوگا۔ اگر کسی طرح مدرسہ کا انضباط اجازت دے سکے۔ تو بحث کو محض اس لئے بند نہ کر دیا جائے۔ کہ گھنٹی ختم ہو گئی ہے۔ اگر جماعت بحث میں خوب دلچسپی لے رہی ہو۔ تو اُستاد اُنہیں بحث کو جاری رکھنے کا موقعہ دے۔

بعض اوقات اسی طرح کتابوں پر رائے دینے یا تقریظ کو بھی لیا جا سکتا ہے۔ ایک طالب علم ایک کتاب پڑھتا ہے۔ اُسے وُہ کتاب بہت پسند آتی ہے۔ وُہ جماعت کو اس کے متعلق بتاتا ہے۔ پس کتاب تقریر کا موضوع بن جاتی ہے۔ یا چند ایک طالب علموں کو بتایا جا سکتا ہے۔ کہ وُہ ایک ایک کتاب پر جماعت کے لئے تقریظ تیار کریں۔ جو لڑکا ایک کتاب کے بارے میں رائے دیتا ہے۔ وُہ اُن اسباب کو وضاحت سے بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کہ اُسے وُہ کتاب کیوں پسند ہے۔ یا کیوں پسند نہیں۔ وُہ بتا سکتا ہے کہ آیا وُہ اس کتاب کی سفارش کرتا ہے۔ یا نہیں۔ اور کیوں۔ وُہ اس میں سے اقتباس پڑھ کر سُنا سکتا ہے اُسے اس کے متعلق سوالات کے جوابات دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اس قسم کا کام ادنےٰ جماعتوں میں تو نہیں کرایا جا سکتا۔ مگر چوتھی جماعت میں اسے ابتدائی صورت میں شروع کیا جا سکتا ہے۔ اُستاد اس

قسم کا کام اِس طرح شروع کرے۔کہ پہلے پہل طالب علم کتاب کی کہانی یا اُس کی چند ایک کہانیاں بیان کرے۔

تقریری کام کے لئے ایک عمدہ طریقہ یہ ہے۔کہ طالب علموں کو ایک کہانی سُنائی جاتی ہے۔یا وُہ کوئی کہانی پڑھ لیتے ہیں۔بعدازاں فی البدیہہ اُس کو تمثیل کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔جتنے افراد درکار ہوتے ہیں۔اُن کو چُن لیا جاتا ہے۔اُن کے کردار مقرر کردیئے جاتے ہیں۔پھر اداکار فوراً تمثیل شروع کردیتے ہیں۔تقریریں کرتے ہیں۔اور جس عمل کی ضرورت پڑتی ہے۔اُسے ادا کرتے ہیں۔جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں۔یہ عمدہ طریقہ ہے۔لیکن اگر کوئی اُستاد اپنی پانچویں یا چھٹی جماعت کو اُٹھ کر کہے۔اب تم نے کہانی پڑھ لی۔اپنا کام شروع کرو۔اور پھر وُہ ایک اعلےٰ نتیجہ کی توقع کرے۔تو اُسے بُری طرح سے مایوس ہونا پڑے گا۔یہ ایسا کام نہیں جسے اس طرح انجام دیا جاسکے۔دوسری بہت سی باتوں کی طرح اِسے بھی بتدریج سکھانا پڑے گا۔اور شروع شروع میں ہمیں زیادہ کی امید نہ رکھنی چاہئے۔لیکن میں نے نو یا دس سال کی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک جماعت کو دیکھا ہے۔کہ اُنہوں نے ایک چھوٹی سی تمثیل پڑھی اور بعدازاں اُسے فوراً کھیل کر دکھا دیا۔اب اگر کسی کو یہ پتہ نہ ہوتا۔کہ یہ فی البدیہہ ہے۔تو اُسے ضرور یقین ہو جاتا ہے۔کہ یہ پہلے سے تیار کی ہوئی تھی۔لیکن وُہ جماعت اِس قسم کے کام کی عادی تھی۔بچّوں کو فی البدیہہ تقریر کی تربیت دینے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔

اِس قسم کا کام سادہ شکل میں کم سے کم دوسری جماعت میں شروع کیا جاسکتا ہے۔اِس کا آغاز ایک نہایت ہی سادہ کہانی سے ہوگا۔جس میں تھوڑے افراد کی ضرورت پڑے۔اور اُنہیں بہت کم بولنا پڑے۔اِس ابتدا سے بتدریج اور آہستہ آہستہ اِس میں ترقی ہوتی جائے گی۔لیکن اگر اِس کام کی باقاعدہ مشق جاری رکھی جائے تو اُس وقت جبکہ لڑکے حصہ مڈل کی جماعتوں میں پہنچیں گے۔تو اُن میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے گی۔کہ وُہ ایک عمدہ ڈرامہ یا کھیل فی البدیہہ پیش کرسکیں۔

جب ایک کہانی یا واقعہ کو جماعت کا ایک گروہ کرچکے۔تو اُس کے بعد دوسرا گروہ جس نے پہلے گروہ کو کرتے دیکھا ہے۔اُسے ہی از سرِنو کرے۔اور اُس میں اصلاحات کرتا جائے۔حتےٰ کہ جماعت کو اطمینان ہو جائے۔کہ وُہ اُسے بہترین طور پر پیش کرچکے ہیں۔اور اُنہوں نے بہترین تقریریں سُن لی ہیں۔پھر اُستاد اگر چاہے۔اِس ڈرامہ کو لکھوائے۔

اِس قسم کے فی البدیہہ کام میں اُستاد کو اِس بات کی پرواہ نہ کرنی چاہئے کہ اِس میں طلباء رُکتے ہیں۔

یا کہیں اٹک جاتے ہیں۔ یا اداکار ایک دوسرے کو بتاتے ہیں۔ کہ اُنہیں کیا کرنا چاہئیے۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں جسے پبلک کے روبرو پیش کیا جا رہا ہے۔ پس ان باتوں کا کوئی مضائقہ نہیں۔ اِس کام کا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے اظہار میں آمد ہوتی ہے۔ اُس میں آورد یا تصنع نہیں ہوتا۔ اِس میں ہمیں وُہ بات سنائی دیتی ہے جو بچہ کہنی چاہتا ہے۔ وُہ بات نہیں جسے اُستاد کہلوانا چاہتا ہے۔ ہمارے سامنے وُہ بات آتی ہے۔ جسے بچہ سمجھتا ہے۔ کہ اُسے اُس موقعہ پر کہنی چاہئیے۔ وُہ کردار جو بچہ کر رہا ہے۔ ایک خاص صورتِ حالات سے دو چار ہوتا ہے۔ چنانچہ وُہ اُس کے مطابق لفظ ڈھونڈھ کر ویسا ہی عمل کرتا ہے۔ جس کا حالات تقاضا کرتے ہیں +

تقریری کام کی ایک اور بھی عمدہ صورت ہے۔ مگر وُہ صرف بڑے طلبا کے لئے ہی کار آمد ہے یہ شے مباحثے (panel discussion) ہیں یہ ایک طرح کا مباحثہ ہے۔ جسے چند افراد پبلک کے سامنے کرتے ہیں۔ یہ افراد سامعین کے سامنے ایک نصف دائرہ کی شکل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اِس میں دوسرے مباحثوں کی طرح ایک لیڈر ہوتا ہے۔ مضمون کا فیصلہ پہلے ہی کر لیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک شخص اِس کے کسی پہلو پر روشنی ڈالنے کے لئے سوچ کر آتا ہے۔ اِس کی کارروائی بالکل بے تکلف ہوتی ہے۔ ارکان سوال پوچھ سکتے ہیں۔ جتنی دفعہ چاہیں بول سکتے ہیں۔ (لیکن تقریروں کے لئے تھوڑا سا وقت مقرر ہوتا ہے۔) مختلف نکات کے متعلق واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اُنہیں یہ حاجت نہیں کہ وُہ ایک نقطۂ نظر کے غلام ہوں جب گروہ بحث کر چکے۔ یا مقررہ وقت کے بعد بحث عام کر دی جاتی ہے۔ اور سامعین میں سے لوگ سوال پوچھ سکتے ہیں +

مباحثہ کو مناظرہ پر ہر طرح ترجیح ہے۔ مناظرہ میں یہ فائدہ ہوتا ہے۔ کہ طلباء کو تقریر کا موقعہ ملتا ہے۔ اور اُن کو اِس بات کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ کہ وُہ سرعت کے ساتھ۔ معقول طور پر اور صفائی کے ساتھ قیاس آرائی کریں۔ لیکن اِس کے اخلاقی نقائص اِس کی قدر و منزلت گھٹا دیتے ہیں۔ اور طالب علم کی شخصیت کی نشو و نما کے نقطۂ نظر سے اس شے کی قدر و منزلت مشکوک ہو جاتی ہے۔ مناظرہ سے ایک طرح کی ریاکاری اور نمائشی ہوشیاری پیدا ہوتی ہے۔ تا وقتیکہ کسی فرد سے توقع نہ کی جائے۔ کہ وُہ اُس پہلو کے خلاف بولے۔ جس کا وُہ قائل ہے۔ تو بھی مناظرہ کا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ مناظر اُس سچائی اور نیکی سے آنکھیں بند کرے۔ جو موضوع کے دوسرے پہلو میں پائی جاتی ہیں۔ کسی بھی شے میں تمام خوبی ایک پہلو میں پنہاں نہیں۔ لیکن جب ہم مناظرہ کرتے ہیں۔ تو کم سے کم اپنی بات کو موثر بنانے کے لئے یہ لازم ہے۔ کہ ہم اپنے مخالف پہلو کے کمزور اور ناقص

نقائص کو مدِ نظر رکھیں۔ لیکن صداقت تک رسائی حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں۔ لہٰذا مناظرہ تعلیمی طور پر ایک ناقص شے ہے۔ مباحثہ سے ہمیں تمام وہ فائدے حاصل ہو جاتے ہیں۔ جو مناظرہ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اِس کے نقائص کا مباحثہ میں کوئی خطرہ نہیں۔ مباحثہ میں تمام شرکا صداقت کو معلوم کرنے کے درپے ہیں۔ وُہ اپنے علم اور تجربوں میں اتحاد پیدا کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے۔ الغرض ہمارے سامنے تقریری کام کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں:۔

۱۔ تقریر اور مکالمے۔

۲۔ ابیات اور نظمیں سنانا اور گانا۔

۳۔ کہانیاں کہنا۔

۴۔ تصاویر استعمال کرنا۔

۵۔ کھیل اور تمثیلیں پیش کرنا۔

۶۔ کھیل کھیل میں تعلیم کی مشقیں۔

۷۔ فی البدیہہ تقریر یا تمثیلیں۔

۸۔ تقریریں کرنا۔

۹۔ مباحثے۔

تربیتِ تقریر صحیح تقریر سکھانے کے لئے۔ گھر کا اثر۔ اور اُن لوگوں کا اثر جو مدرسہ میں آنے سے پیشتر بچے کے اردگرد رہتے ہیں۔ نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ بالعموم جب اُستاد معلوم کرتا ہے۔ کہ ایک بچے کا تلفظ خراب۔ ادائیگی الفاظ ناقص۔ اور تقریر لڑکھڑاتی ہے۔ تو وہ اس کے اسباب کا سراغ والدین اور اُن لوگوں تک لگا سکتا ہے۔ جنہیں بچہ ہر وقت بولتے سنتا ہے۔ سب سے مقدم بات یہ ہے کہ اُستاد اِس بُرے اثر میں اضافہ کرنے سے محتاط رہے۔ جو بچہ کی عمدہ تقریر کی استعداد حاصل کرنے میں سدراہ ہیں۔ بچہ کو عمدہ تقریر کرنے کی تربیت دینے میں پہلا درجہ یہ ہے کہ استاد خود اپنی تقریر کو عمدہ بنائے۔ اُس کا تلفظ درست ہو۔ اُس کی ادائیگی الفاظ پاکیزہ ہو۔ اور اُس کی گفتگو اور تقریر میں کوئی نقص اور کوتاہی نہ ہو۔ چھوٹے بچے کسی اور طریقہ کی نسبت نقل سے جلد سیکھتے ہیں۔ پس استاد کو اِس بات کا پورا خیال رکھنا چاہئیے۔ کہ وُہ طلباء کے سامنے نقل کرنے کے لئے کوئی ایسی شے پیش کرے جو اُن کی صحیح راستوں پر رہنمائی

کرے +

"وہ بچے جو اصلاح تقریر کے شفاخانوں میں آتے ہیں۔ اُن میں اکثریت ایسے بچوں کی ہوتی ہے۔ جو ایسے کنبوں سے آتے ہیں۔ جن میں افراد کی کثرت ہوتی ہے۔ یا ایسے کنبوں سے جو غیر معمولی طور پر تیزی سے بڑھ رہے ہوں۔ اور تقریباً بلا استثنےٰ ماں کی تقریر ایسی ہوتی ہے۔ جس میں الفاظ کا امتیاز مشکل ہوتا ہے۔ یا اُسے سمجھنا پُراز دقت ہوتا ہے"[1]

اس قول سے دو سبق اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ گو یہ بات اُن بچوں کے متعلق کہی گئی ہے۔ جن کو تقریر میں، نازک مشکلات پیش آتی ہیں۔ لیکن اس میں جو اصول مضمر ہے۔ اُس کا اطلاق سب پر اور ہمارے سکول کے کام پر ہوتا ہے۔ پہلا سبق یہ ہے۔ کہ بچہ بہت کچھ، مگر خاص طور پر بولنا نقل کے ذریعے سیکھتا ہے۔ جب اُس کا نمونہ دھندلا اور ناقابل فہم ہوتا ہے۔ جیساکہ ماں کی غیر واضح گفتگو کی مثال ہے۔ تو وُہ سمجھنے کی کوشش ترک کر دیتا ہے۔ اور اُسی دھندلی اور غیر واضح تقریر کی نقل کرنے لگتا ہے۔ جو وُہ سُنتا ہے۔ جہاں تک بچہ کا تعلق ہے۔ اُسے اس کا شعور نہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ ناقص تقریر ہے۔ جو ہم سُنتے ہیں۔ دوسرا اصول یہ ہے۔ کہ بڑے کنبوں میں واقع ہونے والی مشکلات کا سبب یہ ہے۔ کہ یہ مشکلات وہاں پیش آتی ہیں۔ جہاں ماں ہر بچہ کو انفرادی توجہ دینے سے قاصر ہے۔ یا وُہ اتنی توجہ نہیں دے سکتی جتنی ضروری ہے۔ لہٰذا اس کا نزلہ بچے پر گرتا ہے۔ اگر ہم انفرادی طور پر توجہ مبذول نہ کر سکیں۔ تو یہی بات مدرسہ میں ہوگی +

دوسرا نکتہ یہ ہے۔ کہ اصلاح کا کام جو بلاشبہ جماعت اول میں اور حسب ضرورت جماعت دوم میں کیا جائے گا۔ جہاں تک ممکن ہوگا گاہے بگاہے کرنا چاہیئے یعنی گاہے بگاہے جہاں تک بچے کا تعلق ہے۔ مگر اُستاد متواتر اس کام میں لگا رہے۔ گاہے بگاہے سے مطلب یہ ہے کہ ایک بچے کو جس کی ادائیگی ناقص ہے۔ اس کام کے لئے علیحدہ کر کے اُس پر خاص توجہ نہ دی جائے۔ اگر ایسا کیا گیا۔ تو جذباتی عنصر تقویت پا جائے گا۔ اُستاد گفتگو کے دوران میں اصلاح اِس طرح کر دیا کرے جیساکہ وہ ایک قدرتی بات ہے۔ کوئی خاص معاملہ نہیں۔ اگر کوئی بچہ گھبرا جانے والا یا حساس ہو تو اُستاد تلفظ اور ادائیگی کی اصلاح کی تمام جماعت کو ہی مشق کرا دے۔ تاکہ ایک بچہ کو علیحدہ نہ کرنا پڑے۔ اِس سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچے گا +

---

[1] Article in *The New Era*, July 1938, 'Delayed Speech in Children', by St. John Rumsey.

تمام وُہ کام اور کھیل جو تقریری مشق کے لئے تجویز کئے گئے ہیں - ایسے ہیں جن میں تقریر کی تربیت دی جاسکتی ہے۔ اُستاد کے ساتھ بے تکلف گفتگو - خبروں کی گھنٹی - کہانیاں کہنا - نظمیں اور گیت سنانا - گانا ان سب کو اُستاد استعمال کرسکتا ہے۔ لیکن انہیں جہاں تک بچے کا تعلق ہے - گاہے بگاہے استعمال کرنا چاہیئے - اِس قسم کا تقریری کام کرتے وقت بہت سے لفظوں کا تلفظ غلط کیا جاتا ہے۔ صرف و نحو کی غلطیاں کی جاتی ہیں۔ لیکن اُستاد ایسے موقعوں پر بچے کو کبھی نہ روکے - اور اُس سے کبھی اُس بات کی اصلاح نہ کرلئے جو اُس نے غلط کہی ہے۔ بلکہ اُس کے بعد صرف صحیح جملہ کا اعادہ کرے - تاہم اُن غلطیوں کو بھی نوٹ کرتا جائے جو بار بار سرزد ہوتی ہیں - اِن کو تربیتِ تقریر کی خاص گھنٹیوں میں زیرِ بحث لایا جاسکتا ہے۔ پس تقریری کام کے دوران میں اُستاد صرف اشارہ اور نقل پر اکتفا کریگا ؛

بعض موقعے ایسے بھی ہوں گے جبکہ تقریر کی لغزشوں کو فوراً درست کیا جاسکتا ہے - اردو زبان میں بعض اصوات اِس قدر ایک دوسرے کے مشابہ ہیں - کہ وُہ لڑکے جن کی سماعت کی قوت تیز نہیں ہوتی - اِن اصوات میں تمیز کرنا نہیں جانتے - اُستاد کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے - کہ لڑکوں کو بتائے کہ ایسے حروف مثلاً ت اور ٹ - د اور ڈ کی آواز نکالنے کے لئے اپنی زبان کہاں رکھنی چاہیئے - اِس کے لئے علم الاصوات کی واقفیت ضروری نہیں - گو اِس واقفیت سے اِس قسم کے کام میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ لیکن اُستاد اپنی ہی تقریر میں دیکھ سکتا ہے۔ کہ اُسے اپنی زبان اور ہونٹوں میں کیا حرکت پیدا کرنی پڑتی ہے - یہی حرکتیں وُہ طلبا پر واضح کرسکتا ہے وُہ زبان - ہونٹ اور مُنہ کی شکلیں بنا کر مدد لے سکتا ہے۔ اگر اُسے ایسی شکلیں اور تصویریں عمدہ بنی ہوئی ہاتھ آجائیں - تو وُہ اُن کو دیواروں پر آویزاں کرسکتا ہے - اکثر لوریوں اور چھوٹی چھوٹی نظموں سے تربیتِ تقریر میں بہت مدد مل سکتی ہے - بالخصوص ایسی نظموں سے جن میں ایک ہی صوت کا بار بار اعادہ ہوتا ہے - اُردو میں اس قسم کی نظموں کی اشد ضرورت ہے - ہمیں ایسی نظموں کے مجموعہ کی ضرورت ہے - جو تربیتِ تقریر کو مدِ نظر رکھ کر تیار کی گئی ہوں - لیکن خواہ نظمیں یا لوریاں مل سکیں یا نہ اُستاد کو ایسے جملوں اور شعروں کی مشق کرانے کی ضرورت پڑے گی - جن میں وُہ آوازیں آتی ہوں - جن وُہ سکھانے کی کوشش کر رہا ہے ؛

اِس کام کی ابتدا اُستاد اُن نمایاں نقائص سے کرے گا - جو اُس کے مشاہدہ میں آتے ہیں - وُہ ہر ایک نقص کی اصلاح یک لخت نہیں کرسکتا - یہ کافی ہے - کہ وُہ حروفِ علت سے آغاز کرے - اور پھر دوسری اصوات کو لے - ہر اُستاد کو اپنی خاص جماعت کی ضروریات کو مدِ نظر رکھنا پڑے گا - اگر اِس کام کو کھیل کی شکل

دی جائے تو اِس میں دلچسپی بڑھ جائیگی۔ جانوروں کی آواز سے کام لیا جا سکتا ہے۔ مختلف بچوں کو مختلف جانوروں کی آواز نکالنے کے لئے کہا جائے۔ دوسری آوازیں مثلاً موٹر کا ہارن۔ انجن کی سیٹی۔ علیٰ ہٰذالقیاس سب کی اسی طرح نقل کرائی جا سکتی ہے۔

تربیتِ تقریر کے ساتھ مدرسہ کا جسمانی کام چولی دامن کا ساتھ رکھتا ہے۔ بعض اوقات بچے کے جسمانی حالات تقریر کے نقائص کے ضامن ہوتے ہیں۔ اور سانس کی مشق سب کے لئے ضروری ہے۔ چھوٹے بچوں سے یہ مشق کھیلوں کی صورت میں کرائی جا سکتی ہے۔ مثلاً پھونک سے پر اڑانے کا بہانہ کرنا۔ اگر پر مل سکیں تو انہیں پھونک سے اڑایا جا سکتا ہے۔ پھول سونگھنے کا بہانہ بنانا۔ غبارہ اڑانا۔ لیکن بڑے طلباء کے ساتھ یہ مشقیں باقاعدہ طور پر کرائی جائیں گی۔

اُستاد کو ایسے بچوں سے بھی واسطہ پڑے گا۔ جن کی گویائی واقعی ناقص ہے۔ گو ایسے سب بچوں کی تربیت ایک ماہرِ فن کو کرنی چاہئے۔ ہندوستان میں اور بالخصوص دیہات میں جہاں ایسے ماہرین کا وجود عنقا ہے اُستاد کو ہی یہ کام کرنا پڑے گا۔ چند ایک باتیں ہیں۔ جو وُہ کر سکتا ہے۔

تقریر یا گویائی کا ایک عام نقص لکنت ہے۔ بعض اوقات بچہ سادہ آوازیں بھی نہیں نکال سکتا بعض اوقات بچہ کی آواز عجیب ہوتی ہے۔ اور اُس کی ادائیگی بھرائی ہوئی ہوتی ہے۔

اِن تمام صورتوں میں سب سے پہلی بات یہ ہے۔ کہ ایسے بچہ کا طبّی معائینہ کرایا جائے۔ بسا اوقات یہ نقص کسی خاص وجہ سے ہوتا ہے۔ جس کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً گلہ میں گلٹی ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اُستاد کو لازم ہے۔ کہ وُہ اِس بات کی احتیاط رکھے کہ بچہ روٹی کاٹنے اور چبانے کی صحیح عادات سیکھے۔ اپنے دانت اور ناک کو صاف سُتھرا رکھنا سیکھے۔ سانس لینے اور ناک صاف کرنے کی صحیح عادات سیکھے۔ تقریر کا کام تنفس آواز اور نطق کے اعضا کے اتحاد و اشتراکِ عمل سے انجام پاتا ہے۔ یہ بات خاص طور پر اہم ہے۔ کہ اِن میں سے پہلی بات پر زور دیا جائے۔ اور اُستاد یہی کچھ کر سکتا ہے۔ بُری یا ناقص تقریر اکثر ناقص سماعت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ طبی معائینہ سے یہ بات واضح ہو جائے گی۔ کہ آیا بچہ کی سماعت ناقص ہے یا نہیں۔ بسا اوقات ناقص تقریر کا باعث اعصاب یا پٹھوں میں اشتراک پیدا نہ کر سکنا ہوتا ہے۔ یہ کسی خاص حصۂ جسم کا نقص نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام جسم ہی میں یہ کمزوری ہوتی ہے۔ پٹھوں میں اتحاد پیدا کرنے کی تربیت جسمانی ورزش اور کھیل سے تقریر کے نقائص کو دور کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

لکنت یا صحیح طور پر نہ بول سکنے کے نقائص جسمانی نہیں بلکہ زیادہ تر نفسیاتی اسباب کی بنا پر پائے جاتے ہیں۔ بالخصوص لکنت کا سبب خوف ہوتا ہے۔ لکنت دراصل وہ عادت ہے۔ جو اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ انسان خوف کی گرفت میں چھوٹے چھوٹے اور جلدی جلدی سانس لیتا ہے۔ اگر یہ بات ہو۔ تو اُستاد مدرسہ سے خوف کے اسباب کا اخراج کر کے بہت کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن وہ والدین کے اتحاد کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ غالباً اِس نقص کا آغاز گھر میں ہوا۔ اور وہیں اِس کا علاج بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن استاد مدرسہ میں سہولتیں پیدا کر سکتا ہے ؛

گویائی کی مشکلات کا علاج اور حل کرتے وقت اُستاد کو درج ذیل اُمور کو مدنظر رکھنا چاہیئے:۔

۱۔ اُستاد تقریر کا اعلےٰ نمونہ پیش کرے۔ اُس کی تقریر کرختگی اور تیزی سے پاک ہو۔ وہ سرعت سے نہ بولے ؛

۲۔ وہ اُن لوگوں میں شعورِ ذات (شرم یا جھجک) پیدا نہ ہونے دے۔ جن کی وہ تربیت کر رہا ہے۔

۳۔ اُسے بچوں کو اعصابی دباؤ، حد سے زیادہ تکان اور حد سے زیادہ جوش میں آنے سے محفوظ رکھنے کے لئے گھر کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ؛

۴۔ اُستاد کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ بچہ جماعت میں اپنے نقائص کی بنا پر تکلیف نہ اُٹھائے اُسے کوئی ایسا کام تجویز کرنا چاہیئے۔ جس میں بچہ اپنے آپ کو بہتر ثابت کر سکے۔ مثلاً کوئی دستکاری کا کام تحریر یا ڈرائینگ کا کوئی کام۔ یعنی اُستاد کو اظہارِ ذات کا کوئی ایسا ذریعہ ڈھونڈھنا چاہیئے۔ جس کے ذریعے بچہ اپنی ذکاوت کا اظہار کر سکے۔ اور احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچ جائے

۵۔ جس بچہ کی تقریر میں نقص ہو اُسے تقریری کام میں جس میں وہ زیادہ نمایاں نہیں۔ جتنا ہو سکے موقعہ دیا جائے۔ مثلاً اُستاد اس کے ساتھ شخصی طور پر کوئی کام کر سکتا ہے۔ بچہ کو چھوٹے سے گروہ میں پڑھنے اور کوئی بات کہنے کا موقعہ دیا جائے۔ قصہ کوتاہ اِن نقائص پر غالب آنے کی ہر کوشش کے لئے اُس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اور ان نقائص کی بنا پر اُسے کبھی سخت سُست نہ کہا جائے۔ اور نہ کسی کو کسی بھی وجہ سے اُس پر ہنسنے کا موقعہ دیا جائے۔ سکول کی فضا میں اُس کے لئے ہر ممکن سہولت مہیا کر دی جائے۔ تاکہ اُس میں خود اعتمادی پیدا ہو جائے۔ اور اُس کی حوصلہ افزائی ہو ؛

ذیل میں چند مشقیں درج ہیں - جو پہلی جماعت میں تقریر کی عام تربیت میں استعمال کی جاسکتی ہیں

۱- **زبان توڑ**:- ایک جملہ میں ہم آواز حروف لاکر مشق کرائی جاسکتی ہے - مثلاً

سُست سوسن شیشی لے کر سڑک پر سوتی ہے -

اُستاد ایسے جملے خود ہی تیار کر سکتا ہے ؛

۲- ایسی تصویریں استعمال کی جاسکتی ہیں - جن میں اشیاء کے نام اُس حرف سے شروع ہوتے ہیں جس کی مشق کرانی مطلوب ہے - بچوں سے اُن اشیاء کے نام پڑھوائے جاتے ہیں - جو اُن کو تصویریں دکھائی دیتی ہیں ؛

۳- دن میں چند منٹوں کے لئے دو یا تین بار سانس کی مشق کرائی جاسکتی ہے ؛

۴- زبان کو ڈھیلا کرنے کے لئے مشق کرائی جاسکتی ہے - بچے زبان کی نوک کو اوپر نیچے کر کے ایسی آوازیں نکال سکتے ہیں - مثلاً :-

لے لے لے لے

لی لی لی لی

لا لا لا لا

۵- سُننے کی مشق کرائی جاسکتی ہے - بچے اُن آوازوں کو غور سے سنتے ہیں - جو اُستاد نکالتا ہے - اور اُسے پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں - پھر اُن کا اعادہ کرتے ہیں - ابتدا میں حروف کی آوازیں - نکالی جاسکتی ہیں - اور بعد میں حروف کو لفظوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے ؛

۶- اُستاد جملے دیتا ہے - جن کو ایسے لفظوں سے مکمل کرنا ہوتا ہے - جو اُس حرف سے شروع ہوتے ہیں - جس کی مشق کرانی مطلوب ہے ؛

۷- چھوٹی چھوٹی نظمیں اور اشعار زبانی یاد کرائے جاتے ہیں - بے شک اُستاد ایسے اشعار چنتا ہے جن میں خاص خاص حروف کی آوازیں آتی ہوں ؛

ذیل میں ایسی نظموں کے نمونے[1] درج ہیں - جو اس کام کے لئے از مفید ہیں ؛

---

[1] بچوں کا تحفہ حصہ اول مصنفہ محمد شفیع الدین نیّر - ان کتب کے حصہ اوّل و دوم میں بچوں کے لئے نہایت ہی عمدہ نظمیں ہیں ؛

ٹوپی ٹوپی ٹوپی پہن کر آیا

بندر والا بندر لایا

ہاتھ میں اس کے موٹا ڈنڈا

ڈنڈے میں اک لال سا جھنڈا

کندھے پر میلا سا جھولا

پیچھے بندر بھولا بھولا

تیسرا باب

پڑھنا اور پڑھائی کی کتاب

۱۔ پڑھنا سکھانا
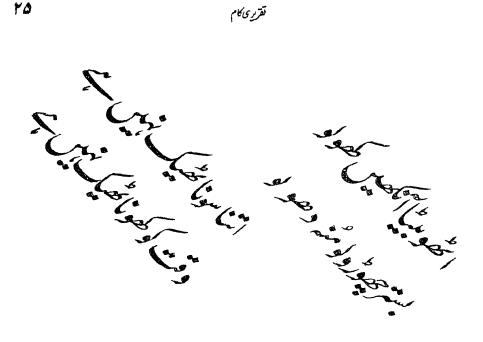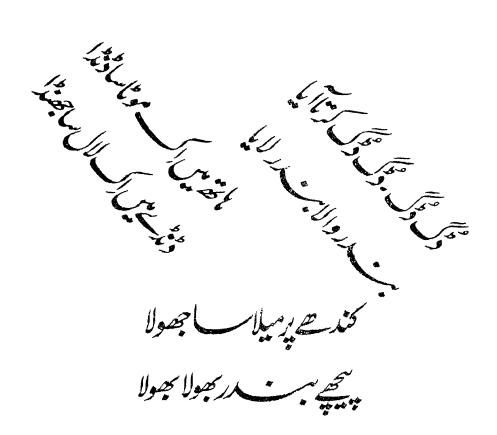
پڑھنے میں ابتدائی درجے بچے کے لئے محض کھیل ہوں۔ اگر بچوں کے دل میں پڑھنے کے حظ کا مفہوم پیدا کر دیا جائے تو یہ کھیل اور بھی دلچسپ ہوگا۔ یہ مفہوم اُن بچوں کے دل میں بہت جلد پیدا ہو جاتا ہے۔ جو اپنے استاد سے کہانیاں سُننے کے عادی ہوتے ہیں۔ یا جنھوں نے اپنے بڑوں کو اکثر تصویر کے نیچے لکھے ہوئے پُراسرار نشانات سے مدد لے کر اُنہیں تصویر کی بابت کہانی سناتے دیکھا ہے [1]

پڑھنا سکھانے کے طریقوں کا فیصلہ کرتے وقت اِس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ کہ ہمارا طریقہ باعث دلچسپی بھی ہوگا یا نہیں۔ بالفاظِ دیگر ہمارا طریقہ بچہ کی شخصیت کے اعتبار سے نفسیاتی ہونا چاہئے منطقی نہیں۔ جس میں مضمون کی رعایت کی جاتی ہے۔ یہ بات ہے جو مختلف متضاد طریقوں میں سے انتخاب کرتے وقت ہمیں مدد دے سکتی ہے۔

ہمیں ایسے طریقہ کی ضرورت ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بچہ جو کچھ کرے۔ اُس میں دلچسپی لے۔ یہ معلوم کرنا بالکل مشکل نہیں۔ کہ پہلی جماعت کا ہر بچہ کونسی بات میں دلچسپی لیتا ہے۔ شاذ و نادر ایسا بچہ دیکھنے میں آئے گا۔ جو کہانیوں اور کھیلوں سے دلچسپی نہ رکھتا ہو۔ یہی خوبی ہماری کامیاب رسائی کی ضامن ہے۔ ہمیں کسی نہ کسی طرح بچہ کی کھیلوں اور کہانیوں سے محبت سے کام لینا چاہئے۔

یہ لازم ہے کہ مضمون کے خاص نکتے سمجھانے سے۔ پہلے ہمیں بچوں کے دل میں پڑھنے کی دلچسپی پیدا

---

[1] *Handbook of Suggestions for Teachers,* Board of Education, London, pp. 76-77.

کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بہت سے طریقے ہیں جن کے ذریعے یہ بات ہوسکتی ہے۔ جہاں منصوبی طریقہ تعلیم (project method) رائج ہے۔ وہاں پڑھنے میں ایسی دلچسپی پیدا کرنا مشکل نہیں۔ غالباً بچوں کے پڑھنے کے شوق کے ساتھ ساتھ چلنا مشکل ہوگا۔ بچوں کو تصویروں میں بہت دلچسپی ہوتی ہے اگر کمرے میں ایسی تصویریں لٹکا دی جائیں۔ جن کے نیچے ایک ایک لفظ یا ایک ایک جملہ ہو۔ تو بچے دیکھیں گے۔ کہ جو شخص ان لفظوں یا جملوں کو پڑھ لیتا ہے۔ وہ ان تصویروں سے زیادہ حظ اٹھاتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی پڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اگر دروازوں اور الماریوں پر نوٹس لگائے جائیں مثلاً "یہ دروازہ بند رکھئے" یا "یہ دروازہ کھلا رکھئے" یا "یہاں اپنے پاؤں صاف کیجئے۔" تو جو لڑکا نوٹس کی تعمیل نہ کرے۔ اُسے نوٹس کے پاس لاکر پڑھ کر سُنا دیا جائے۔

اگر جماعت کوئی خاص کام یا کھیل میں حصہ لینے والی ہو تو اس کے متعلق ایک نوٹس شائع کیا جا سکتا ہے۔ بچے بہت جلد پڑھنے کی قدر پہچاننے لگیں گے۔

"ایک اُستانی نے اپنے جنم دن (سالگرہ) پر بچوں کو دعوت دینے کا ارادہ کیا۔ اُس نے رنگین کاغذ میں سے کیک اور دیگر اشیاء خوردنی کی تصاویر بنا کر ایک کاغذ پر چسپاں کیں۔ نیچے لکھ دیا۔

کل میری سالگرہ ہے۔

میں ایک پارٹی دوں گی۔

کیا تم آؤ گے؟

بچوں نے تصاویر سے یہ اندازہ تو لگا لیا کہ نوٹس کسی پارٹی کے متعلق تھا۔ مگر اُن کو یہ معلوم کرنے کی دُھن لگی ہوئی تھی۔ کہ لفظوں میں کیا تحریر ہے۔ سب بچے پارٹی کے متعلق پھولے نہ سماتے تھے۔ ایک لڑکا اُس صبح مدرسہ سے غیر حاضر تھا۔ جب وہ بعد از دوپہر مدرسہ میں آیا۔ تو ڈاروتھی اُسے نوٹس کے پاس لے گئی اور اُسے اس کے متعلق سب کچھ بتا دیا[1]

ایسے ہی اور بہت سے طریقے ہیں۔ جن سے بچوں میں پڑھنے کا شوق پیدا کیا جاسکتا ہے۔ بچہ جانتا ہے۔ کہ اگر اُس نے پڑھنا سیکھ لیا تو وہ اُن خبروں کو پڑھ سکے گا۔ جو روزمرّہ تختہ سیاہ پر لکھی جاتی

[1] M. J. Wellock, ***A Modern Infant School***, University of London Press, pp. 81-82.

ہیں۔ وُہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ وُہ اُن باتوں کو نہ بھولے گا۔ جو وُہ نہ پڑھنے کے باعث اکثر بھُول جاتا ہے۔ یا اُسے اُن باتوں کا خسارہ نہ رہے گا۔ جن کو اب چونکہ پڑھ نہیں سکتا۔ لہٰذا وُہ نقصان اٹھاتا ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم ہے کہ پڑھنے سے اُسے بہت سی کہانیاں آجائیں گی یہی بات ہے جو کہانیوں کے ذریعہ پڑھنا سکھانے کی تصدیق کرتی ہے۔ فی الحقیقت یہ جملہ بہ جملہ پڑھانے کے طریقہ کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ جملے کہانی کا جُز ہوتے ہیں۔ اِس طرح کہانی کی مزید دلچسپی ہمارے کام میں ممد ثابت ہوتی ہے۔ طریق الصوت اور کہانی کے طریقے کے فوائد اور محاسن کے متعلق بہت کچھ اختلاف رائے ہے۔ مگر نفسیاتی اعتبار سے فیصلہ جُملہ یا کہانی کے طریقہ کے زیادہ حق میں ہے۔ جملہ تخیل کی اکائی ہے۔ اور جب یہ کہانی کا حصہ ہو۔ اور بچہ براہ راست کہانی کو پڑھنا شروع کردے تو ایک نفسیاتی فائدہ حاصل ہوگیا۔ جسے ہم بآسانی نظر انداز نہ نہیں کرسکتے۔ یہ سچ ہے۔ کہ اردو میں طریق الصوت کے لئے وُہ مشکلات نہیں۔ جو انگریزی میں ہیں۔ اردو کو انگریزی پر یہ فوقیت حاصل ہے۔ کہ اِس میں ایک علامت کی ایک ہی آواز ہوتی ہے۔ اور جب بچہ ایک حرف کی آواز پر عبور حاصل کرلیتا ہے تو اُسے وثوق ہوجاتا ہے۔ تاہم دلچسپی کے باعث غالباً جُملہ کہانی کا طریقہ بلاشُبہ بہتر ہے۔ جب کام ایک دفعہ چل نکلے تو لفظوں کی پہچان شروع کرائی جائے گی۔ پھر آخر میں حروف کی اور اُن آوازوں کی شناخت کی تربیت دی جاسکتی ہے۔ جن کے لئے وُہ حروف ہیں۔ تاکہ بچہ نئے لفظ کو پڑھ سکے یعنی اِس طریقہ کی بجائے کہ پہلے حروف کی آواز (بے شک حرف کا نام کبھی نہیں) پھر لفظ اور پھر جملہ وغیرہ وغیرہ یہ طریقہ بالکل اِس کے برعکس ہوتا ہے۔ پہلے جملہ آتا ہے۔ پھر لفظ اور بعد ازاں حروف کی آواز۔ جیساکہ ہم کہہ چکے ہیں۔ یہ طریقہ منطقی نہیں۔ مگر ہیں تو بچہ کے نقطۂ نظر سے اِس کام کو شروع کرنا ہے +

" علاوہ بریں پڑھنا سکھانے کا یہ طریقہ تحقیقات کے اُن نتائج سے مطابقت رکھتا ہے۔ جو چھوٹے بچوں کے بصری ادراک[1] کے متعلق حال میں کئے گئے ہیں۔ ابتدائی سالوں میں بچے قدرتی طور پر اشیاء اور اشکال کو خواہ وُہ چیزیں ہوں یا لفظ ہوں۔ ایک پوری شے تصور کرتے ہیں۔ اُن میں یہ ملکہ نہیں ہوتا۔ کہ مختلف اجزا کو شناخت کرسکیں۔ چھوٹے بچے کو (مرد، مرید۔ دانا، داتا۔ درد، دزد۔ مان، ماں۔ گرد اور گردہ) میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ پانچ یا چھ برس کے بچے فرق کی بجائے مشابہت

---

[1] visual perception.

کو بہتر دیکھتے ہیں۔ صرف ذہین یا زیادہ پڑھا ہوا بچہ ہی اِن الفاظ کے فرق کو شناخت کر سکتا ہے۔ لفظ اُنہیں ایک عام شئے نظر آتی ہے۔ اور صرف رفتہ رفتہ ہی وُہ متشابہ الفاظ کے باریک امتیازات اور فرق کو شناخت کر سکتے ہیں۔ لہذا اگر ہم زمانہ ماضی کی طرح اُن کو ایسے لفظوں کے جملے یا کہانیاں پڑھنے کو دیتے ہیں۔ جو صرف چھوٹی چھوٹی حرکتوں میں مختلف ہوتے ہیں۔ تو ہم پڑھائی کو اُن کے لئے مشکل تر بنا دیتے ہیں۔ اگر ہم اُن کو ایسے جملے یا کہانیاں پڑھنے کو دیں۔ جن کے لفظ عام شکل وشباہت میں بالکل مختلف ہوں تو پڑھنے کے ابتدائی درجے بے حد آسان ہو جائیں گے۔ یہ جملہ "سسی شیشی سے کر سستی کرتی ہے"۔ مبتدی کے لئے بہت مشکل ہے۔ "موہن کے پاس ایک گھوڑا ہے" زیادہ آسان ہے۔

لہذا پڑھنے کے لئے ایسا مسالہ جو بچہ کے لئے اس بنا پر جاذب توجہ ہو۔ کہ وُہ ایسی چیزوں سے متعلق ہے۔ جن کی بابت وُہ روزمرہ زندگی میں پڑھنا یا لکھنا چاہتا ہے۔ اور قدرتی طور پر ایسے الفاظ پر مشتمل ہے۔ جو شکل وشباہت اور طول میں مختلف ہیں۔ اور اِک بصری کے قدرتی اصول کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہے۔ متشابہ اور مساوی الفاظ جن کو مصنوعی طور پر جملوں میں گھڑ لیا جاتا ہے۔ نہ صرف بے مزہ اور غیر دلچسپ ہیں بلکہ پڑھنے کے لئے بھی مشکل ہیں"۔[1]

پڑھنا سکھانا شروع کرنے کا ایک طریقہ جس میں جملہ یا کہانی کا اصول استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں درج ہے۔ استاد کوئی ایسی چیز لیتا ہے۔ جو بچوں کے لئے جاذب نظر ہے۔ یہ چیز خواہ کمرے میں ہو یا کسی بچہ کی ہو۔ استاد رائے دیتا ہے۔ کہ اُس کی بابت ایک کتاب لکھی جائے۔ اگر بچوں کو اُس شئے سے واقعی دلچسپی ہوگی۔ تو وُہ ضرور وُہ کتاب لکھنے کے مشتاق ہوں گے۔ پھر اُستاد اُن کو پوچھتا ہے۔ کہ وُہ کتاب میں کیا لکھنا چاہتے ہیں۔ اِس طرح بچے جملے بتاتے ہیں۔ وُہ پہلے دو یا تین جملوں کو ایک بڑے سے حنائی کاغذ پر لکھے گا۔ اور اوپر تصویر کے لئے جگہ چھوڑ دے گا۔ اِس چارٹ کے علاوہ اُستاد اور بھی دو تین چھوٹی چھوٹی کتابیں تیار کرے گا۔ اور اِن میں بھی وُہی جملے استعمال کرے گا۔ اُسے ایسی کتنی کتابیں تیار کرنی پڑیں گی۔ یہ جماعت میں لڑکوں کی تعداد پر منحصر ہے۔ اِن کتابوں میں یا تو اُستاد خود تصاویر کھینچے

---

[1] Frances Roe, ***The Beginning of Reading in the Infant School***, University of London Institute of Education, pp. 5-6.

یا اعلےٰ جماعتوں کے طالب علم یہ کام کر سکتے ہیں۔ ہر روز بچے جو جملے بتائیں اُن کو کتابوں اور چارٹوں میں درج کیا جائے۔ استاد یہ خیال رکھے کہ جملوں میں کافی تکرار پایا جائے۔ غالباً اِن جملوں میں تکرار تو ضرور ہی ہوگا۔ کتابوں کو لمبا بنانے کی ضرورت نہیں۔ چار پانچ صفحے کافی ہیں۔ بچے چارٹ اور کتابیں پڑھتے ہیں۔ دلچسپی میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔ جب وُہ آگے بڑھنے کو تیار ہو جائیں۔ تو کسی اور شے کے متعلق کتاب تیار کرائی جا سکتی ہے۔

شاید یہ اعتراض کیا جائے کہ کام کا یہ طریقہ بالکل بے ڈھنگا ہے۔ اِس میں الفاظ کے مرتبہ ذخیرہ کے مطابق کام نہیں ہو سکتا۔ اور جو کام اِس طرح کیا جائے گا۔ وُہ کسی مقررہ کتاب کے مطابق نہ ہوگا۔ شاید یہ سچ ہو۔ مگر اِس طریقہ کے خلاف یہ معقول استدلال نہیں۔ اگر اس طریقہ کو جاری رکھا جائے۔ تو سال کے اختتام پر بچے ہر وُہ کتاب پڑھ سکیں گے۔ جو اُن کے لئے مقرر ہے۔ اِس طریقہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ بچے پڑھنے میں غضب کی دلچسپی لینے لگتے ہیں۔ اِس اعتراض کو رفع کرنے کے لئے کہ بچے اُن جملوں کے سوا جو اُنہوں نے کتابوں میں لکھے ہیں۔ اور کچھ نہیں پڑھ سکتے۔ اُستاد کچھ عرصے کے بعد الفاظ کی شناخت اور اصوات کی مشق کرائے گا۔ اِس قسم کی اور کتابیں تیار کرانے کے لئے اعلےٰ جماعتوں کے طلباء کی مدد حاصل کی جا سکتی ہے بشرطیکہ وُہ ایسے الفاظ استعمال کریں۔ جو چھوٹی جماعتوں کے بچے استعمال کیا کرتے ہیں اس میں تھوڑی سی تبدیلی اور اضافہ بھی کریں۔ بے شک یہ کام اُستاد کی زیر نگرانی کیا جائے۔ اِس طرح بہت سی کتابیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اِن کتابوں میں تصویریں بنائی جائیں۔ رفتہ رفتہ بہت سی کتابیں جمع ہو جائیں گی۔ اور وُہ ہمیشہ مل سکیں گی۔ جو ذخیرہ الفاظ بچے سال بسال استعمال کرتے جائیں گے۔ اُس میں زیادہ فرق نہ ہوگا۔ مگر اُن کو پڑھنے کے لئے کافی کتابیں ملتی رہیں۔ اِس طرح یہ خطرہ دور ہو جائے گا۔ کہ وُہ طوطے کی طرح صرف ایک ہی کتاب پڑھ سکتے ہیں ہم پڑھنے سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ جتنی زیادہ کتابیں ہم اُن کو دیں گے اتنا ہی اچھا ہوگا۔ خواہ جماعت اول ہی کیوں نہ ہو۔

" جملہ اور طریق الصوت کے متعلق بہت سی بحث اور اختلاف اِس طریقہ کو کلی طور پر سمجھنے کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اِس طریقہ کا مطلب یہ نہیں کہ بچہ جملے زبانی یاد کر کے اکیلے اکیلے لفظ نہیں پڑھ سکتا۔ اور جب نئے لفظ آتے ہیں۔ تو اُنہیں پہچاننے کی کوشش نہیں کرتا۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ

ہندوستان کے بہت سے سکولوں میں جہاں یہ طریقہ رائج ہے۔ اُستاذ کے غلط یا ناقص طرزِ عمل سے یہ نتیجہ وقوع میں آتا ہے۔ لیکن یہ نقص طریقہ کا نہیں بلکہ استاد کا ہے۔ جس نے طریقہ کو انجام تک نہیں پہنچایا۔ شائد اس طریقہ کے موئیدین میں بھی یہ نقص پایا جاتا ہے۔ کہ وُہ طریق الصوت پر زور نہیں دیتے جسے اس طریقہ میں پایان کار بہت اہمیت حاصل ہے۔ اکثر یہ نقائص اِس وجہ سے پائے جاتے ہیں کہ استاد جملوں سے الفاظ کی شناخت اور الفاظ کی شناخت سے حروف کی اصوات کی پہچان نہیں کراتا۔ طریقہ کو کامل طور پر استعمال کیا جائے۔ اِس کے بعد اچھے نتائج کا سوال پیدا نہیں ہوتا +

اکثر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے۔ کہ جب بچے جملہ کے طریقے سے پڑھنا سیکھتے ہیں۔ تو اُن کے ہجے یا اِملا کمزور رہتی ہے۔ شائد یہ بات ہو لیکن ہمیں یہ کلام ہے۔ کہ اگر یہ بات ہے۔ تو اِس لئے ہے۔ کہ طریقہ پر کامل طور پر عمل نہیں کیا گیا۔ اور بچے کو انتہائی درجہ پر نہیں پہنچایا گیا۔ تاہم اگر اُستاد یہ محسوس کرے۔ کہ ہجے واقعی کمزور رہتے ہیں۔ تو اُستاد اس کا خیال رکھے اور ہجے سکھانے میں خاص توجہ صرف کرے۔ فی الحقیقت انگلستان میں یہ بات وقوع میں نہیں آئی کہ اِس طریقے سے ہجے کمزور رہتے ہیں۔ مگر ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ انگریزی زبان کی خاص بداعتدالیاں طریق الصوت کو وُہ رعایت نہیں دیتیں جو اُسے اردو میں حاصل ہے +

جملہ یا کہانی کا طریقہ استعمال کرتے وقت طرزِ عمل یہ ہے۔ کہ جملہ کو اکائی تصور کیا جائے۔ بچہ جملہ کو پہچاننا اور پڑھنا سیکھ لیتا ہے۔ جب ایک دفعہ کہانی چُن لی جائے (یہ اُس صورت میں ہے۔ جب کہ بچے خود کہانی نہ چنیں۔ جیسا کہ نیچے بتایا گیا ہے) تو چارٹ بنائے جا سکتے ہیں۔ اُن پر تصویر بنا کر اُن کے نیچے ہر چارٹ پر چند جملے بھی لکھے جائیں۔ یہ جملے گتوں پر لکھ کر طلباء میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ ہر طالب علم کے پاس اِن جملوں کا ایک سیٹ ہوتا ہے۔ بہت سی کھیلیں کھیلی جا سکتی ہیں۔ جیکہ بچے اپنے جملوں کا مقابلہ چارٹ کے جملوں سے کرتے ہیں۔ اپنے گتوں کو ترتیب دیتے ہیں۔ پھر اُن میں سے خاص خاص گتے اٹھائے جا سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ +

اِس طرح ترقی سرعت کے ساتھ ہوتی ہے اور بچے جلد ہی کہانی پڑھنا سیکھ لیتے ہیں۔ اِس کے بعد اکیلے اکیلے الفاظ کی شناخت کا درجہ آتا ہے۔ یہ بھی کھیل کھیل کے طریقوں سے کیا جا سکتا ہے۔ پھر حروف کی پہچان اور اُن کی آوازیں۔ اور لفظ میں حروف کی ترتیب کے لحاظ سے اُن کی آوازوں کو جوڑنے کا مرحلہ

طے کرنا ہوتا ہے۔ جو حروف دوسروں سے جُڑ جاتے ہیں۔ اُن کی تمام صورتیں سکھانی پڑتی ہیں۔ اِس ہی اثنا میں طالب علم اور کہانی بھی شروع کر سکتے ہیں ÷

یہ طریقہ کتاب رہنمائے معلمین Teachers' Guide (مصنفہ مس ای۔ بے۔ سمتھ و ماسٹر لبھو مل صاحب) میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اِس کتاب میں کہانی کے ذریعے پڑھنا سکھانے کے طریقے کے متعلق ہدایات درج ہیں۔ اور اُس سامان کی تفصیل بھی دی گئی ہے جو کھیل کھیل کے طریقوں میں مطلوب ہے [۱]

۲۔ "پرائمری جماعتوں میں پڑھنا اور پڑھنے کی کتاب"

پڑھنے کی کتاب کے بارے میں استاد کے لئے کوئی کلیہ قاعدہ وضع کرنا نہ ممکن ہی ہے۔ اور نہ معقول ہے۔ اُس کے طریقہ میں اُن باتوں کے اعتبار سے تبدیلی ہوتی رہے گی۔ جو اُسے مدنظر ہیں۔ اگر جماعت کسی منصوبہ یا پروجیکٹ میں مشغول ہے۔ اور ایسی واقفیت کی متلاشی ہے۔ جو کتاب سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ واقفیت خواہ نفس مضمون سے متعلق ہو۔ یا زبان کی اشکال سے اُس میں اُستاد ایک طریقہ استعمال کرے گا۔ اگر وہ ریڈر یا کتاب کھیل کے طور پر استعمال کرنا چاہے۔ تو اور طریقہ استعمال کرے گا۔ لیکن اگر وہ اِسے تقریر میں تربیت دینے اور بلند آواز سے پڑھنے کے لئے کام میں لانا چاہتا ہے تب اور ہی طریقہ استعمال کرے گا۔ تاہم چند ایک اصول ہیں جو ہمیشہ یاد رکھنے چاہئیں۔ ہم دو ایک ایسے طریقوں کا ذکر کریں گے۔ جن سے کتاب کو درسی طور پر پڑ سکتا ہے ÷

۱۔ طلباء کو ایسی کتاب یا رسالہ پڑھنے کے لئے ہرگز نہ دیا جائے۔ جو اُن کے لئے مشکل ہو۔ یہ بہت بہتر ہے۔ کہ کتاب حد سے زیادہ آسان ہو۔ اور بالخصوص ادنے پرائمری میں اُستاد خوب غور سے دیکھے کہ سبق یا نصاب مشکل نہ ہو۔ بلکہ اُسے جماعت میں طلبا کی اکثریت پڑھ سکے۔ اِس کا اطلاق معنی اور الفاظ دونو پر ہوتا ہے ÷

۲۔ ادنے پرائمری اور اکثر اعلے پرائمری میں نصاب سے پہلے زبانی کام پر زور دیا جائے یعنی اگر استاد نصاب میں کوئی سبق پڑھانا چاہے۔ تو یہ اچھا ہے۔ کہ وہ پڑھانے سے پہلے اِس سبق کے

---

[۱] یہ کتاب رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہے ÷

موضوع پر جماعت میں زبانی طور پر گفتگو کرے۔ اگر اس سبق میں کوئی تصویر ہو۔ تو تصویر پر بحث ہو سکتی ہے اور اُس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔ اگر سبق میں نئے الفاظ۔ نئے محاورے اور نئی نئی ترکیبیں استعمال ہوں تو اُن کی وضاحت کی جا سکتی ہے۔ اگر ضرورت پڑے تو اُن کی زبانی مشق بھی کرائی جائے اِس طرح جماعت سبق کو پڑھنے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ ایک بات کو پڑھنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ بچے اُسے سمجھیں۔ اور اُس کے معنوں سے واقف ہوں +

۳۔ بلند آواز سے پڑھنے سے پہلے جماعت کے افراد کے لئے اُسی سبق کو خاموشی کے ساتھ ختم کرنا لازم ہے ایک پیرے کو بلند آواز سے پڑھنے سے پیشتر طالب علم اُسے خود خاموشی کے ساتھ پڑھیں۔ اس اثنا میں وُہ کسی لفظ کے معنی یا تلفظ جو انہیں نہیں آتا۔ پوچھ سکتے ہیں +

۴۔ جب خاموش مطالعہ ختم ہو جائے۔ تو پہلے اُستاد پیرے کو کم از کم ایک یا حسبِ ضرورت دو دفعہ بلند آواز سے پڑھے۔ اِس طرح جب طالب علم اس پیرے کو پڑھنے کی کوشش کریں گے۔ تو اُن کی کوشش بہتر ہو گی۔ اکٹھے یعنی مل کر پڑھنے کا موقعہ شاذ و نادر ہی دیا جائے۔ اِسے قطعاً موقوف بھی کیا جا سکتا ہے +

۵۔ اُستاد سوالوں کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے جو اُسے سُوجھے یہ معلوم کرے۔ کہ جو کچھ بچوں نے پڑھا ہے۔ اُس کے معنی اُن کے ذہن نشین ہو گئے یا نہیں۔ پرائمری مدارس میں اور بالخصوص ادنےٰ جماعتوں میں بیشتر کام کھیل کھیل میں تعلیم کے طریقہ سے سرانجام دیا جائے۔ مثلاً طلباء کو ایسے کارڈ یعنی گتے مُہیا کئے جائیں۔ جن میں ایک لفظ غائب ہو۔ وُہ اِس لفظ کو پیدا کریں (زبانی طور پر یا لکھ کر)۔ بے شک ایسا کرنے کے لئے وُہ جملے پڑھیں۔ جماعت کو ٹولیوں یعنی ٹیموں میں منقسم کر کے ایسے کھیل میں ٹیموں کا مقابلہ کرایا جا سکتا ہے۔ معمے جن کا مشورہ دسویں باب میں دیا گیا ہے۔ اُنہیں تختہ سیاہ یا گتوں پر لکھا جاتا ہے۔ اور بچوں کو یہ معمے بُوجھنے پڑتے ہیں۔ یہاں پڑھائی کی مشق بروئے کار آتی ہے گتوں پر سوالات تحریر کئے جاتے ہیں۔ اور بچوں کو دکھائے جاتے ہیں۔ بچے اِن سوالوں کے جواب بتاتے ہیں۔ جو انہوں نے گتوں پر دیکھے تھے۔ یہ سوالات نصاب کے سبق کے متعلق ہو سکتے ہیں۔ اُن مختلف اشیاء کی تصاویر جن کا نصاب میں ذکر آتا ہے۔ ایک صندوق میں یا میز پر یا دیوار پر لٹکائی جا سکتی ہیں پھر اُستاد ایسے کارڈ یا گتے تیار کرتا ہے۔ جن پر ایسے جملے چھپے ہوتے ہیں۔ "مجھے ایک آم دو" "چھتری کو میز

پر رکھو۔" "جوتا اپنے سر پر رکھو۔" اُستاد ایک ایسا کارڈ جماعت میں کسی طالب علم کو دکھاتا ہے۔ اُس طالب علم کو کارڈ پر لکھا ہوا حکم ماننا پڑتا ہے۔ بعد میں کارڈوں پر تصویروں کی بجائے اشیاء کے نام تحریر کئے جا سکتے ہیں۔

ابتدائی مراحل میں اِس قسم کا بہت سا کام کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ نہایت ہی مفید ہے۔ بردست ایک سب سے بڑی مشکل یہ ہے۔ کہ اس قسم کے کام کے ساتھ استعمال کرنے کے لئے معدودے چند نصاب کی کتابیں ہیں۔ مگر یہ رفتہ رفتہ پیدا ہو جائیں گی۔ اور عام کتب نصاب کھیل کھیل میں تعلیم کے بہت سے طریقوں میں کام دے سکتی ہیں۔

پرائمری جماعتوں میں نصاب کے استعمال کرنے کی تجویز ذیل میں پیش کی جاتی ہے:۔ اول تمہیدی تقریر یا مکالمہ۔ توضیحات اور مشق جو اُستاد ضروری خیال کرتا ہے ہوگی اس کے بعد طلبا پیرے یا سبق کا خاموشی سے مطالعہ کریں گے۔ ایک پیرے کی بجائے یہ بہتر ہے۔ کہ تمام سبق کا خاموش مطالعہ کیا جائے یہاں وقت یہ پیش آتی ہے۔ کہ اگر تمام سبق خاموش مطالعہ کے لئے لیا جائے تو سبق کے تمام مراحل ایک پیریڈ میں ختم نہیں ہوتے۔ تمام باتوں کی رعایت سے غالباً یہ مناسب ہے کہ سبق پیرا پیرا کر کے لیا جائے تاوقتیکہ سبق بہت چھوٹا نہ ہو۔ لیکن نظم ایک مستثنےٰ ہے۔ نظم کو پورے کا پورا لینا چاہئے۔

یہ ممکن ہے۔ کہ استاد جب کبھی ہو سکے، سبق تک رسائی اِس طرح کرائے کہ وہ طلباء کی توجہ اُن کے کسی تازہ تجربہ کی طرف منعطف کرائے۔ جو اِس سبق سے تھوڑا بہت تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ وہ سبق کے متعلق مکالمہ میں تصاویر استعمال کر سکتا ہے۔ اگر طلبا کو جب وہ سبق شروع کر رہے ہوں بتا دیا جائے کہ وہ سبق ختم کرنے پر فلاں مشغلہ شروع کر سکتے ہیں۔ تو اُن کی دلچسپی بڑھ جائے گی۔ یہ کہانی کو ڈرامہ میں بدلنا۔ سبق کی وضاحت کے لئے تصویر کھینچنا ہو سکتا ہے۔ یا اُن اشیاء کے نمونے تیار کرنا جو سبق میں مذکور ہیں۔

پھر بچے خاموشی سے پیرے کو پڑھتے ہیں۔ اُنہیں بتا دیا جاتا ہے۔ کہ جو لفظ یا فقرہ اُنہیں نہ آتا ہو۔ اُس پر نشان لگائیں۔ چوتھی جماعت اور اُس کے بعد بچوں کے پاس لغت کی کتب ہوں۔ اور اُنہیں استعمال کرنے کی تربیت دی جائے۔ چوتھی اور پانچویں جماعت میں کتب لغت چھوٹی اور ابتدائی ہوں گی جب خاموش مطالعہ ختم ہو جاتا ہے۔ تو اُستاد پیرے کو لے کر مشکل الفاظ اور فقروں کے معنوں کی وضاحت کرتا

ہے۔ اور جماعت سے اُن کی مشکلات دریافت کرتا ہے۔ اور اُن پر بحث کرتا ہے۔ وہ طلباء سے سوال پوچھتا ہے۔ تاکہ پتہ لگائے کہ جو کچھ انہوں نے پڑھا ہے۔ اُس کے معنی اُن کے ذہن نشین ہو گئے یا نہیں۔ اور چوتھی اور پانچویں جماعت میں اُستاد طلباء سے پیرے کا خلاصہ دریافت کر سکتا ہے۔ بالخصوص اُس وقت جبکہ کوئی کہانی پڑھائی جا رہی ہو۔ اِن دو جماعتوں میں دلچسپ نکات پر بحث بھی ہو سکتی ہے۔ آخرکار اُستاد پیرے کو بلند آواز سے پڑھے۔ گو یہ بات جماعت پر منحصر ہے۔ تاہم استاد پیرے کو کئی بار پڑھے۔ پھر اُستاد مختلف طلباء سے پیرے کو بلند آواز سے پڑھائے ۔

اگر زباندانی کے مسائل۔ محاورے یا کوئی خاص ترکیبیں ہیں۔ جنہیں اُستاد زیر بحث لانا چاہتا ہے۔ اور جن پر پہلے کبھی بحث نہیں ہوئی۔ وہ اِس وقت واضح لئے جا سکتے ہیں۔ پھر استاد اگلے پیرے کو لے۔ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں۔ یہ بہتر ہے۔ کہ سبق کو مجموعی طور پر لیا جائے۔ بشرطیکہ ایسا ممکن ہو۔ مگر بالعموم اِس کا امکان نہیں ہوتا۔ اور استاد کو اپنا طریقہ تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جب کبھی اس کا امکان ہو۔ اِس پر ضرور عمل کرنا چاہیئے ۔

شاید ابتدا میں پیرے کا خلاصہ بیان کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن تھوڑی سی مشق کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ چوتھی اور پانچویں جماعت کے طلباء ایک یا دو جملوں میں یہ بیان نہ کر سکیں۔ کہ پیرے میں کس بات کا ذکر ہے۔ استاد کو شُستہ جواب کی توقع نہ رکھنی چاہیئے۔ لیکن کہانی کے معاملہ میں کوئی وجہ نہیں۔ کہ ادنےٰ جماعتوں کے طلباء چند لفظوں میں وہ کہانی بیان نہ کر سکیں۔ جو انہوں نے پڑھی ہے۔ مگر شستگی جماعت کے مطابق ہوگی۔ جہاں خلاصہ بیان کرنا مشکل ہو۔ وہاں استاد پیرے کے نفس مضمون کے متعلق سوالات پوچھ سکتا ہے۔ اور جب کہانی تمام ختم ہو جائے۔ تو کہانی دوبارہ بیان کرائی جائے ۔

تحریری کام جس میں بچے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اُسے نصاب سے مربوط کیا جائے۔ اور جو تحریری مشقیں دی جائیں۔ وہ اس کام پر مشتمل ہوں۔ جو نصاب میں کیا جا رہا ہے۔ نصاب کے زبانی کام اور تحریری کام کا مذکورہ بالا ارتباط سوچ سمجھ کر ترتیب دیا جانا چاہیئے ۔

اگر طلبا کو کسی پیرے کا خاموش مطالعہ شروع کرنے سے پیشتر ایک سوال دیا جائے۔ جس سے طلبا کی تمام توجہ پیرے کے مرکزی خیال پر مرکوز ہو جائے۔ تو اُن کے لئے بہت مفید ثابت ہوتا ہے جب بچے پیرے کو پڑھتے ہیں۔ تو اِس سوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جواب کی تلاش اُنہیں اس قابل بنا

دے گی۔ کہ وہ پیرے کے بڑے بڑے نقطوں کو سمجھ لیں۔ استاد اس بات کا خیال رکھے۔ کہ بچے پیرے کو پڑھنا شروع کرنے سے پیشتر سوال کو اچھی طرح سمجھ جائیں +

اگر پیریڈ کے شروع میں جماعت سبق کو ایسے پیرے سے شروع کرے۔ جو مرکزی ہو۔ یا کہانی کا درمیانی پیرا ہو۔ تو یہ بہتر ہے۔ کہ اُستاد کہانی کو مختصراً بیان کردے یا اُس پیرے تک خلاصہ بتا دے۔ وہ یہ کام ذہین اور ہوشیار طلبا سے کرا سکتا ہے +

پڑھنے کے متعلق چند ایک سوالات مادی بھی ہیں۔ جن پر توجہ مبذول ہونی چاہئیے:-

۱- ادنےٰ جماعتوں میں نصاب کی کتاب کا چھاپہ موٹا اور صاف ہونا چاہئیے۔ فی الحقیقت اردو زبان میں اس بات پر ضرور توجہ صرف ہونی چاہئیے۔ گو اعلےٰ جماعتوں میں طلباء ایسی کتابیں پڑھتے ہیں۔ جن کی لکھائی مہین ہوتی ہے۔ مگر کوئی وجہ نہیں کہ وہ صاف نہ ہو۔ بلاشبہ پرائمری جماعتوں میں یہ بات ایسی ہے۔ جس کی طرف اُستاد کو توجہ دینی چاہئیے۔ درسی نصاب میں اور لائبریری کی کتب میں لکھائی موٹی اور عمدہ ہو۔ ہندوستان میں بچوں کی آنکھوں پہ پہلے ہی کافی آفتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اِن پہ اِس غیر ضروری مصیبت کا اضافہ کرنے کی ہمیں زحمت نہ اٹھانی چاہئیے +

۲- سب سے پہلے نصاب یا ریڈر میں ایک سطر میں ایک جملہ ہو۔ اور تصویر متن میں نہ آئے۔ یا تو وہ صفحہ کے اوپر ہو یا نیچے یعنی درمیان میں نہ ہو۔ تصویر کا صفحہ کے اوپر ہونا قابل ترجیح ہے۔ بے شک تصاویر صاف اور موٹی ہوں +

۳- بچے چھاپہ کی سطروں کے پڑھنے میں جب وہ پہلے پہل پڑھنا شروع کرتے ہیں۔ بڑی مشکل محسوس کرتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ بات بعد میں بھی پائی جاتی ہے۔ سطریں ایک دوسری کے بہت نزدیک ہوتی ہیں۔ اور اُن پر توجہ منقسم ہوتی رہتی ہے۔ اِس کا علاج یہ ہے۔ کہ شپچے کاغذ کے پرزے استعمال کریں۔ جو وہ اُس سطر کے نیچے رکھیں جو وہ پڑھ رہے ہوں۔ بے شک یہ معاملہ پہلے ریڈر میں ہوتا ہے یا اُن بچوں کے لئے جو اِس سلسلہ میں بہت مشکل محسوس کریں +

۴- پہلے ریڈروں میں اسباق چھوٹے اور ریڈر خود بھی حجم میں چھوٹے ہونے چاہئیں مبتدی

کے لئے اس سے بڑھ کر حوصلہ شکن اور کوئی بات نہیں۔ کہ وُہ ایک کتاب پڑھتا ہی چلا جائے اور اُس کا خاتمہ نہ ہو۔ اور ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جو بات ہمیں بہت چھوٹی نظر آتی ہے۔ وُہ بتدیوں کو بہت لمبی معلوم دیتی ہے۔ یہ بات درسی کتاب اور لائبریری کی کتب دونو پر عائد ہوتی ہے یہ بدرجہا بہتر ہے۔ کہ چھوٹی چھوٹی چار کتابیں پڑھی جائیں۔ بجائے اس کے کہ ایک طویل کتاب ختم ہو۔ خواہ اِن چار چھوٹی چھوٹی کتابوں میں اس ایک لمبی کتاب کی نسبت مسالہ کم ہی ہو۔ اگر طالب علم محسوس کرے۔ کہ وُہ ایک کتاب یا سبق ختم کرنے کو ہے۔ تو اُس کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اس کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ اور اُس کی قوتِ شوق وسعی کو ایک تازیانہ لگتا ہے چھوٹے اسباق اور چھوٹی چھوٹی کتابوں میں ترقی سریع ہوتی ہے +

بحالیکہ کتاب کو درسی طور پر ختم کیا جائے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ ہمیں فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ پڑھنے کے دو مقصد ہؤا کرتے ہیں۔ حصولِ واقفیت کے لئے پڑھنا۔ اور تفریح کے لئے پڑھنا +

تفریحی مطالعہ میں پرائمری جماعتوں نیز مڈل کی جماعتوں میں بھی نہایت اہم اور ضروری بات یہ ہے۔ کہ جو کتب طلبا کے لئے مہیا کی جائیں۔ وُہ مشکل نہ ہوں ہمیں بالغوں کی اِس عادت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر وُہ کسی کتاب میں مصنّف کے خیالات اور الفاظ بیشتر نہ سمجھیں تو وُہ سرد مہری سے کتاب کو اٹھا رکھتے ہیں۔ اگر اس کے باوجود بالغ ایک کتاب کو چمٹا رہے۔ اور اپنے آپ کو ختم کرنے پر مجبور کرے۔ تو اس میں کوئی فائدہ مدنظر ہوتا ہے۔ لیکن ہم اس کو تفریحی مطالعہ نہیں کہہ سکتے۔ اگر بچہ جو کچھ وُہ پڑھتا ہے۔ نہ سمجھے وُہ اسے تفریحی مطالعہ نہیں کہہ سکتا۔ اُسے کوئی فائدہ بھی مدنظر نہیں ہوتا۔ لہٰذا وُہ مطالعہ جاری نہ رکھے گا۔ اگر ہم اُسے جبراً اِس کام پر لگائیں۔ تو ہم یہ خطرہ مول لیتے ہیں۔ کہ اس کی پڑھنے میں تمام دلچسپی فوت ہو جائے گی۔ لیکن اگر لائبریری سے ایسی کتابیں دستیاب ہوتی ہوں۔ جن کے متعلق طالب علم محسوس کرتے ہیں۔ کہ وُہ زبان کی مشکلات سے پریشان ہوئے بغیر کہانی سمجھ لیں گے۔ تو غیر شعوری طور پر اُن میں مطالعہ کی عادت پختہ ہو جائے گی۔ اِس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ لائبریری کی کتب میں کوئی بھی ایسے لفظ مستعمل نہ ہوں۔ جو بچہ نہیں جانتا لیکن ایسے الفاظ شاذ و نادر یعنی اِکے دُکے ہوں۔ تاکہ وُہ بچہ کی مطالعہ کی روانی میں حائل نہ ہوں۔ اور اُسے حکایت کے اختتام تک پہنچنے سے باز نہ رکھیں۔ یہ بات بالکل مسلمہ ہے۔ کہ پرائمری جماعتوں میں

تفریحی مطالعہ کے لئے جو کتابیں ہوں وُہ کہانیوں کی ہوں ۔

اُستاد کو دو باتیں جاننی چاہئیں ۔ ایک تو اُسے اپنے بچوں کو جاننا ہے ۔ دوسرے اُسے اپنے بچوں کے لئے کتابوں سے واقف ہونا ہے ۔ اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ آیا فلاں کتاب فلاں بچے کے لئے مشکل تو نہ ہوگی ۔ اپنے بچوں کی استعداد کے معیار اُسے قدرتی طور پر معلوم ہوتے ہیں ۔ لیکن اُسے ہر صورت میں لائبریری کی کتب کے مشکل ہونے کا معیار معلوم نہیں ہوتا ۔ اور یہ بات نہایت ضروری ہے ۔ کہ وُہ کسی بچے کو ایسی کتاب نہ دے جو اُس کے لئے بہت مشکل ہو ۔ اِس کا دوسرا پہلو بھی مدنظر رکھنا پڑتا ہے ۔ یعنی وُہ بچے کو ایسی کتاب نہ دے جو بچے کے لئے حد سے زیادہ آسان ہو ۔ لہذا یہ بات ضروری ہے ۔ کہ استاد اپنی جماعت میں لائبریری کی تمام کتب سے واقف ہو ۔ جب لائبریری میں نئی نئی کتابیں آئیں ۔ تو اُن کو احتیاط کے ساتھ ترتیب دی جائے ۔ ترتیب دینے کا طریقہ استاد کا اپنا ہو ۔ جب وُہ ایک کتاب کو پڑھے تو اپنے طریقہ کے مطابق فہرست میں موزوں جگہ دے ۔ بعد میں وُہ ایک ہی نظر سے معلوم کرلے گا ۔ کہ اُس کتاب کا فہرست میں کونسا معیار ہے ۔ اور وُہ کتنی مشکل ہے ۔

تفریحی مطالعہ کے لئے کتب خاموش مطالعہ کے گھنٹے میں یا گھر پر پڑھی جاسکتی ہیں ۔ اگر وُہ مدرسہ میں پڑھی جائیں ۔ تو اُستاد اپنے طلبا میں چکر لگاتا رہے ۔ اور جو کچھ طالب علم پڑھتے ہوں اُس میں دلچسپی لے ۔ وُہ کہانی کے متعلق گفتگو کرے ۔ اگر کوئی مشکلات ہوں تو اُن میں مدد دے جو بات کہانی میں پیدا ہو ۔ اُس پر بحث کرے ۔ اور جو کچھ بچے پڑھ رہے ہوں ۔ آہستہ آہستہ اُس میں دلچسپی لے ۔ اِس قسم کی دلچسپی نہایت ہی مؤثر ہوتی ہے ۔ جب بچہ کو معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جو کتاب وُہ پڑھ رہا ہے ۔ اُستاد کو اُس میں دلچسپی ہے ۔ تو بچہ دانستہ یا نادانستہ اُس کتاب میں زیادہ دلچسپی لینا شروع کرتا ہے ۔ کیونکہ بہت سی حالتوں میں تفریحی مطالعہ کا شوق خود بخود پیدا نہیں ہوتا خاندانی حالات اِس قسم کے مطالعہ میں اکثر رکاوٹ پیدا کرتے ہیں ۔ گھر میں ایسی کتابیں نہیں ہوتی ہیں ۔ اور اِس قسم کی باتوں میں کوئی دلچسپی بھی نہیں ہوتی مدرسہ کے باہر کی تمام فضا اِس کے مخالف ہوتی ہے ۔ پس ہمیں مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کے لئے ہر طرح کی زحمت گوارا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے ۔

اِس کام کو کرنے کے لئے استاد کو بہت سی باتیں سوجھ سکتی ہیں۔ ایک طریقہ تصاویر کا استعمال ہے۔ بشرطیکہ وُہ دستیاب ہو سکیں۔ ایک پرکشش اور جاذب نظر تصویر دکھائی جاتی ہے۔ یا اگر اُستاد میں ملکہ ہو تو وُہ کتاب کے کسی دلچسپ واقعہ کی تصویر کھینچ کر طالب علم کو بتائے کہ جو تصویر اُسے دی گئی ہے۔ اُس کے متعلق اُسے کتاب میں دلچسپ بیان مل سکتا ہے۔ اُستاد اس مقام تک جس کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ کہانی بیان کر سکتا ہے۔ اور پھر طالب علم کو بتا سکتا ہے۔ کہ باقی کہانی کتاب میں درج ہے۔ بچہ خود وہاں سے پڑھ سکتا ہے۔ کسی ڈرامہ کی تیاری کے لئے کتاب پڑھی جا سکتی ہے۔ اور یہ بات ہمیشہ بچوں کے لئے جاذب توجہ ہوتی ہے۔ اِس بات کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ یہ بہتر ہے۔ کہ لائبریری میں ایک کتاب کی متعدد جلدیں ہوں۔ تاکہ ایک ہی وقت کئی ایک بچے ایک ہی کتاب کو پڑھ سکیں۔ اِس طرح بچے گروپوں میں ایک کتاب کے متعلق بات چیت کر سکتے ہیں۔ اور اُستاد ایک ہی دفعہ کئی ایک بچوں کے ساتھ اس کتاب کے متعلق تبادلۂ خیال کر سکتا ہے۔ اِس طرح اُس کے کام میں بہت کچھ سہولت پیدا ہو جائے گی +

جب خاموش مطالعہ شروع کیا جائے۔ تو اِس بات کی احتیاط کی جائے۔ کہ یہ مطالعہ واقعی خاموش مطالعہ ہو۔ کسی قسم کا زیر لب بڑبڑانا یا کانا پھوسی کی قسم کا پڑھنا نہ ہو۔ ابتدا ہی سے بچوں کو سکھایا جائے۔ کہ جب وُہ خاموش مطالعہ شروع کریں تو اپنے لب نہ ہلائیں۔ اور کوئی لفظ زبان سے نہ نکالیں۔ ورنہ خاموش مطالعہ اور بلند پڑھنے میں کوئی فرق نہیں۔ اور بچے کبھی آنکھوں سے پڑھنا نہ سیکھیں گے +

پھر واقفیت کے حصول کے لئے پڑھنا ہے۔ اگر بچوں کے دل میں دلچسپی اور شوق ہو گا۔ تو یہ کام بچے فوراً شروع کر دیں گے۔ اگر وُہ کسی پروجیکٹ میں لگے ہوئے ہوں۔ تو پھر انہیں ایسی کتابیں پڑھنے کی ترغیب دلانے کی ضرورت نہیں۔ جن سے وُہ کچھ سیکھیں۔ وُہ پروجیکٹ کو مکمل کرنے کے لئے خود ہی واقفیت حاصل کرنے کے لئے بہت بے قرار ہوں گے۔ مادری زبان کی تدریس میں پروجیکٹ یعنی منصوبی طریقہ کا ہی سب سے بڑا حصّہ ہے۔ لیکن واقفیت کے لئے پڑھنے کا شوق پیدا کرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ بچے اُن کتابوں کو بڑے شوق سے پڑھیں گے جن میں اُن مشاغل کا حال درج ہوتا ہے۔ جن میں بچوں کو دلچسپی ہے۔ البتہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے

کہ آیا بچے کوئی شغل رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہم نے یہاں مان رکھا ہے کہ ہمارے مدارس میں عملی کام کا قحط نہیں۔ اگر بچے کسی قسم کے دستی کام میں مصروف ہوں۔ اور اُن کو پتہ لگ جائے۔ کہ اُنہیں اُس کام کے متعلق کتابوں سے مدد مل سکتی ہے۔ تو اُن میں سے اکثر تو خود بخود پڑھنے کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ اُنہیں کسی قسم کی تشویق کی حاجت نہیں۔ بے شک یہ ضروری ہے کہ ایسی کتابیں موجود ہوں جن سے ایسی واقفیت حاصل ہو سکے ✦

بچوں کو اُن کتابوں سے بھی دلچسپی ہوتی ہے۔ جن میں ایسی باتوں کا حال درج ہو۔ جو بچے اپنے اردگرد اپنی روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں۔ غالباً اِن کتابوں کو پڑھنے کا شوق طبعی تو نہیں ہوتا مگر آسانی سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے۔ کہ مختلف قسم کے بچوں کو مختلف قسم کی کتابیں پسند ہوتی ہیں۔ ایک بچہ کو ایسی کتاب پسند آئے گی جس میں سادہ لفظوں میں موٹر کار کا حال درج ہے۔ دوسرے کو ایسی کتاب سے دلچسپی ہوگی۔ جو اُسے جغرافیہ کے متعلق مفصل واقفیت مہیا کرے رفتہ رفتہ مادری زبان میں اِس نوع کی کتابیں پیدا ہوتی جا رہی ہیں۔ جب ایسی کتابیں تصاویر اور تشریحات سے پُر ہوں۔ تو عموماً وہ جاذب توجہ ثابت ہوتی ہیں۔ اگر پرائمری مدارس کی اعلےٰ جماعتوں میں کھیل کھیل میں تعلیم کا طریقہ رائج ہو۔ اور مختلف مضامین پر تقریریں کرائی جاتی ہوں۔ تو بچے اُن کتابوں کو پڑھنے کو تیار ہوں گے۔ جن میں اُنہیں اُن باتوں کی واقفیت حاصل ہو سکے۔ جن پر اُنہیں تقریر کرنی ہے۔ ایسے بہت سے طریقے ہیں۔ جن سے بچوں کے دلوں پر کتابوں کے فوائد نقش کئے جا سکتے ہیں۔ اور جن سے اُنہیں کتابوں سے مدد لینا سکھایا جا سکتا ہے۔ اُنہیں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھنا نہیں بلکہ واقفیت کے حصول کے لئے مخصوص باتوں کا مطالعہ۔ یہ بات مڈل اور ہائی سکول میں بہت حد تک ہو سکتی ہے۔ مگر پرائمری مدارس میں بھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح قسم کی کتابیں مہیا کی جائیں ✦

بے شک تفریحی اور اکتسابی مطالعہ (واقفیت کے لئے پڑھنا) کو بسا اوقات آپس میں ملایا جا سکتا ہے۔ بالخصوص اخباروں اور رسالوں کے مطالعہ میں یہ بات ہو سکتی ہے۔ اعلےٰ پرائمری جماعتوں میں بچوں کو رسالے جو خاص طور پر بچوں کے لئے ہوں پڑھنے شروع کرنے چاہئیں۔ (اور اخبار اگر موزوں پرچے مہیا ہو سکیں)، اِس قسم کا بہت سا مسالہ کتابچوں (پمفلٹوں) کی صورت میں دستیاب

ہوسکتا ہے۔ جو گورنمنٹ تعمیر قوم کی خاطر شائع کرتی ہے۔ اور جنہیں پرائمری کی اعلے ترین جماعت پڑھ سکتی ہے۔ ایسے رسالے اور کتابچے پڑھنے کی ترغیب بچوں کو اُس وقت دلائی جا سکتی ہے۔ جبکہ وہ کسی پروجیکٹ میں لگے ہوئے ہوں۔ جس کو پورا کرنے کے لئے اُنہیں واقفیت کی ضرورت ہو۔ یا بچے کسی تقریر کی تیاری میں مصروف ہوں یا کسی اور مقصد کے حصول کے لئے واقفیت کے متلاشی ہوں۔ بچوں کو بہت سی میگزینوں میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ کیونکہ اُن کا مطالعہ ایک تفریح ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ بچوں کو جتنا جلدی ہوسکے رسالے پڑھنے کی ترغیب دلائی جائے۔ تاکہ اُن کو عادت ہو جائے۔ اور انہیں پتہ چل جائے کہ اِن میگزینوں یعنی رسالوں میں واقفیت اور مسرت کے کیا کیا خزانے بھرے پڑے ہیں۔ یہ تمام کام بچوں کی اپنی میگزین کے تخلیقی کام کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔

ہم نے لغت کے استعمال کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پرائمری کی دو اعلے جماعتوں میں بچوں کو کتاب کے انڈیکس کے استعمال کی بھی تربیت دی جائے۔ یہ مشکل نہیں۔ محض مشق کی بات ہے۔ مشق کا موقعہ اُس وقت آتا ہے۔ جبکہ بچے کو کسی مقصد یا کام کی خاطر کتاب سے کوئی بات معلوم کرنا ہوتی ہے جس طالب علم کو تقریریں تیار کرنے کی عادت ہو۔ وہ جلد ہی انڈیکس کا استعمال سیکھ لے گا۔ اگر اُستاد نے ایک دفعہ اِس کے استعمال کا نمونہ دے۔ وہ جلد ہی وقت کی اُس کفایت کی قدر سیکھ جائے گا۔ جو انڈیکس کے استعمال سے ہوتی ہے۔ جب وہ جماعت کے رسالہ کے لئے کوئی مضمون یا چھوٹی انشاء تیار کر رہا ہوگا۔ اُس وقت بھی اُسے انڈیکس کے استعمال کی مشق ہوگی۔ جب ریڈر پڑھایا جا رہا ہو۔ تو اُستاد جلدی سے ایک بات کے جو سبق میں آتی ہو مزید حوالے انڈیکس سے نکلوائے۔ یہ تربیت مادری زبان کے علاوہ دوسرے مضامین میں بھی دی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ گو بڑے آدمیوں کو یہ آسان بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر بچوں کو تا وقتیکہ وہ اُس کے طریقہ اور اِس کے فوائد سے واقف نہ ہوں یہ بات آسان معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن جب ایک دفعہ وہ اس بات کو سمجھ لیں۔ تو وقتاً فوقتاً ایک اشارہ ہی کافی ہے۔ اِس قسم کے اشاروں کے موقعے جماعت کے کام کے دوران میں بہت پیدا ہونگے

۳۔ مڈل اور ہائی جماعتوں میں پڑھنا اور پڑھنے کی کتاب

نصاب کا ہونا ضروری ہے۔ مگر کیا ہم کبھی اس بات پر غور کرتے ہیں۔ کہ نصاب کا ہونا کیوں ضروری

ہے۔ اگر ہم اِس بات پر غور کریں تو شاید ہم یہ بہتر طور پر سمجھ سکیں گے کہ ہم کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور ہم پر یہ بات بھی واضح ہو جائے گی۔ کہ اکثر ہم وہ کام کیوں نہیں کرتے۔ جو ہم کرنا چاہتے ہیں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ کہ بسا اوقات نصاب استاد کے لئے صرف نہایت مفید آلہ ثابت ہوتا ہے۔ جو اُسے اِس فریب میں رکھتا ہے۔ کہ وہ اپنے طلبا کو مادری زبان کی تعلیم دے رہا ہے۔ اور جماعت بھی اسی دھوکے میں رہتی ہے۔ اُسے نصاب سے سبق کا مسالہ بآسانی مل جاتا ہے۔ وہ کتاب اٹھاتا ہے۔ اور وہاں سے شروع کرتا ہے۔ جہاں کل چھوڑا تھا۔ پھر جماعت چالیس یا پینتالیس منٹ نصاب پڑھتی ہے۔ اور ایسا زور لگا کر پڑھتی ہے کہ جب اُس میں سے سہ ماہی کے اختتام پر امتحان لیا جاتا ہے۔ تو جماعت پاس ہو جاتی ہے۔ یہ ہے مادری زبان کی "تعلیم" +

شاید اِس بیان میں مبالغہ ہے۔ بلاشبہ بہت سی جماعتیں ہیں۔ جن میں نصاب مندرجہ بالا طریقہ سے بہتر طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ لیکن غالباً یہ کہنا صحیح ہے کہ بہترین استاد کو بھی یہ لازم ہے۔ کہ اُس کو معلوم ہو کہ نصاب کس مقصد کے لئے ہے۔ اِس کے فوائد اور شرائط کیا ہیں۔ تا وقتیکہ اُس کو یہ معلوم نہ ہو۔ اُس کی بہترین کوششوں کے بھی بار آور ہونے میں احتمال ہے +

سب سے مقدم بات یہ ہے۔ کہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے نصاب ایک ذریعہ ہے منتہائے مقصد نہیں۔ اکثر ہم اِس غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں کہ ہم نصاب ہی کو غایت الامال سمجھ لیتے ہیں۔ یا کم از کم نادانستہ طور پر ہم سے یہی بات سرزد ہوتی ہے۔ کہ ہم نصاب کو منتہائے مقصد سمجھ لیتے ہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی خاص جماعت کے طلبا نصاب پڑھتے ہیں یا نہیں۔ جس بات کا خیال رکھنا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جماعت جو کام ریڈر یعنی نصاب کے سلسلہ میں کرے وہ انہیں مادری زبان میں کمال حاصل کرنے کے لئے مدد دے یہ بات بالکل لازمی نہیں کہ ایک جماعت ایک نصاب کو ضرور ہی ختم کرے۔ یہ امتحانات کا ایک نقص ہے۔ اُستاد کو نصاب تمام اور کمال ختم کرنا ہے۔ خواہ کچھ ہو۔ کیونکہ طلبا کو امتحان کے لئے کل کا کل نصاب جاننے کی ضرورت ہے۔ لیکن سال میں یا مقررہ عرصہ میں نصاب کے ختم نہ کئے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نصاب تو ایک بڑے کام میں محض مدد کے لئے ہے۔ اگر طلبا نصف نصاب سے وہ سب کچھ سیکھ لیں۔ جو ضروری ہے۔ تو تمام نصاب ختم نہ کرنے میں کیا نقصان ہے۔ نصاب یا ریڈر کے ہم غلام نہیں +

ثانیاً ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جو کام ہم کر رہے ہیں۔ وہ صرف نصاب ہی نہیں۔ نصاب تو اِس کام کا ایک بڑا حصہ بھی نہیں۔ ممکن ہے کہ ہم اِس بات پر متفق ہو جائیں کہ ہم نصاب کو کام کا مرکز بنا لیتے ہیں۔ مگر اس مرکز کے گرد بڑا دائرہ ہے۔ ہم ایک نصاب یا درسی کتاب سے طلبا کو مادری زبان نہیں پڑھا سکتے۔ نہ ہم اپنے طلباء کے لئے نصاب کو کافی سمجھتے ہیں۔ ایک بات جس کے خلاف ہندوستان کے تمام ترقی پسند استادوں کو جہاد کرنا چاہیئے۔ وہ میلان ہے۔ جس سے ہم نصاب کو تمام کا تمام کام سمجھ بیٹھتے ہیں۔ یہ خیال بھی امتحانی نظام کا پیدا کردہ ہے۔ خواہ امتحان ہوں یا نہ ہوں۔ اگر ہم مادری زبان کی تعلیم میں اپنے طلباء کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں نصاب کی اِس تنگ نظری سے آزاد ہونا پڑے گا۔ اور اس کی بجائے ہمارا نصب العین یہ ہوگا۔ کہ نصاب محض ایک منزل ہے۔ بڑی بڑی باتوں کی شاہراہ میں۔ اگر استاد اور طلباء نصاب کو اِس نظریہ کے ساتھ کام میں لائیں تو وہ از حد مفید ثابت ہوگا۔

جیسا کہ ہم پرائمری جماعتوں کے پڑھنے کے ضمن میں مطالعہ کر چکے ہیں۔ مدرسہ میں کتابوں کے تین فائدے ہیں۔ اوّل طالب علم اِس لئے کتابیں پڑھتے ہیں تاکہ وہ زبان سیکھیں اور اُنہیں زبان میں مہارت حاصل ہو جائے۔ دوم وہ کتابوں کو حصول واقفیت کے لئے پڑھتے ہیں۔ سوم وہ کتابوں کو تفریح طبع کے لئے پڑھتے ہیں۔ سردست ہم کو پہلے مقصد سے واسطہ ہے۔ نصاب درسی کام کے لئے ہے اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ روکھے پھیکے ریڈر سے کام چل سکتا ہے۔ اکثر یہ غلطی کی جاتی ہے۔ کہ ریڈر میں ایسا مسالہ جمع کیا جا سکتا ہے۔ جو کسی دوسری طرح جاذب توجہ نہ ہو۔ کیونکہ لڑکے اِسے پڑھیں گے۔ مگر یہ ایک فاش غلطی ہے۔ اور اِس سے بہت ضرر پہنچ سکتا ہے۔ ریڈر اُن بچوں کے لئے دلچسپ ہو۔ جو اُسے پڑھیں گے۔ ریڈر میں جو مسالہ ہو وہ بچوں کی زندگی سے واسطہ رکھتا ہو۔ اور اِس نوع کا ہو کہ بچوں میں پڑھنے کا شوق پیدا کرے کیونکہ پڑھنے میں وہ لطف محسوس کرتے ہیں ÷

تاہم یہ بات اُستاد کے بس کی نہیں کہ وہ کونسا ریڈر استعمال کرے۔ عموماً ریڈر محکمہ تعلیم کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ مگر فی زمانہ جبکہ اشیاء میں ایک انقلاب رونما ہو رہا ہے۔ اُستادوں کو لازم ہے کہ دلچسپ ریڈرز کے حق میں صدا بلند کریں۔ بالخصوص وہ ایسے نصابوں کی حمایت و تائید کریں۔ جو طلبا کی عام زندگیوں سے واسطہ رکھتے ہیں۔ جو بچوں میں پڑھنے کا شوق پیدا کریں گے۔ اور اُن میں پڑھنے کی عادت کو راسخ کریں گے۔ اِس سلسلہ میں گلدستۂ نظم بڑے کام کی شے ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔

میں نے لڑکپن میں مشہور مصنف سکاٹ کی تصنیفات میں ایک کہانی پڑھی۔ اُس کہانی کو پڑھنے سے میرے دل میں تمام کتاب کو پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ یہ ایک اہم تجربہ ہے معیاری تصنیفات میں سے موزوں منتخبات اِس مقصد کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوں گے۔ بشرطیکہ جن کتب سے یہ اقتباسات و منتخبات لئے گئے ہوں وہ کتب خانہ میں رکھ دی جائیں۔ تاکہ طلبا اِن کتب کو لے کر خود پڑھ سکیں۔ جو نصاب اِس طرح تالیف کئے جائیں۔ اُن کے متعلق یہ ضروری نہیں کہ اگر انہیں درسی طور پر پڑھا جائے گا۔ تو اُن کا فائدہ مفقود ہو جائے گا۔

مڈل کی جماعتوں میں ریڈر اُسی طرح پڑھایا جائے گا۔ جس طرح پرائمری کی جماعتوں میں اِشارۃً بیان ہوا ہے۔ بے شک کام کا معیار تو ضرور بلند ہو گا۔ مگر اطلاق مڈل کی جماعتوں میں بھی اُسی عام اصول کا ہو گا۔ جس پر کام کی بنیاد ہے۔ اور جس پر پرائمری میں عمل کیا جاتا ہے۔ البتہ درس میں ترقی ہو جائے گی۔ اور ایسے کام کا معیار بھی بلند کرنا پڑے گا۔ جس میں طلبہ کو اظہار کے موقعے دیئے جاتے ہیں۔

اونچی آواز سے پڑھنا بھی اُسی طریق سے ہو گا۔ جس کا اشارہ پرائمری کے لئے ہو چکا ہے۔ یعنی خاموش مطالعہ۔ عام بحث اور پیرے کی تیاری اونچی آواز سے پڑھنے سے پیشتر ہو۔ اُستاد خود اپنی سمجھ سے کام لے سکتا ہے۔ مگر اُسے جماعت کے سامنے بہت کچھ پڑھنا پڑیگا پیشتر اِس کے کہ جماعت کو اونچی آواز سے پڑھنے کا موقعہ دے۔

جس طرح زبانی کام میں تقریریں لازمی جز سمجھی جاتی ہیں۔ اسی طرح نصاب کے علاوہ دیگر کتب میں اونچی آواز سے پڑھنا بھی جماعت کے کام میں ایک خاص درجہ رکھتا ہے۔ جماعت کے طلباء اُن کتب سے منتخب پیرے جماعت کے روبرو پڑھ سکتے ہیں۔ جن کے متعلق اُنہیں یقین ہے کہ جماعت کے لئے موجب دلچسپی ہوں گے۔ مثلاً وہ کوئی ایسی نظم پڑھنا چاہتے ہوں۔ جو انہیں بہت پسند آئی ہو۔ جب ایسے کام کا موقعہ دیا جائے۔ تو اُستاد کو لازم ہے۔ کہ اس بات پر زور دے کہ لڑکے جو کچھ پیش کرنا چاہیں۔ وہ اچھی طرح سے تیار کیا جائے جن لڑکوں کو ایسا موقعہ دیا جائے۔ اُنہیں وثوق ہو کہ جو کچھ وہ پیش کر رہے ہیں۔ اُسے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اگر نہ سمجھتے ہوں۔ تو پہلے اُستاد سے تشریح کرالیں۔ اس قسم کے کام کے لئے مہینے میں ایک گھنٹہ وقف کیا جا سکتا ہے۔

زباندانی کے کام کی اِساس ریڈر ہو گا۔ قوتِ فہم کی تربیت میں یہ اپنا کام کرے گا۔ اور اظہار ذات کی تربیت کی بنیاد اِسی پر ہو گی۔ الفاظ اور فقرات کے استعمال سکھانے کا یہی ذریعہ ہو گا۔ اِسی

کے ذریعے طلبا علم ادب یا لٹریچر سے تعارف حاصل کریں گے۔ مڈل کی جماعتوں میں خلاصہ تیار کرنے کی ازبسکہ مفید مشق کثرت سے کرائی جا سکتی ہے۔ مادری زبان کی تعلیم میں ہمارا ایک مطمح نظر یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ ہم طلبہ میں یہ استعداد پیدا کریں کہ جو کچھ وہ سوچیں وہ صاف اور واضح ہو یعنی سلجھا ہوا ہو اور جو کچھ اُن کے دماغ میں ہو اُسے صفائی سے بیان کر سکیں۔ اِس کام کے لئے اِس سے بڑھ کر اور کوئی مشق نہیں کہ جو کچھ ابھی پڑھا گیا ہے۔ اُس کا خلاصہ یا ملخص تیار کرا کے لکھوایا جائے۔ خلاصہ میں کئی درجہ ہوں گے۔ اوّل جو کچھ پیرے میں ہے۔ اُس کا تقریباً پورا بیان لکھنا۔ دوم ایک جملہ میں پیرے کا عام موضوع بیان کرنا۔ سوم دو یا تین لفظوں میں پیرے کی سرخی تحریر کرنا۔ جب ایک پیرے کو پڑھ کر واضح کر دیا گیا ہو۔ اور اُسے اونچی آواز سے پڑھا جا چکا ہو۔ تو کسی طالب علم سے اُس کا خلاصہ پوچھا جا سکتا ہے۔ یہ مشق تقریری اور تحریری ہر دو کاموں میں استعمال ہو سکتی ہے۔ حصہ ثانی میں اِسے وسعت کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے ۔

طلباء کو زبان بے تکلفی اور صحت کے ساتھ استعمال کرنے کی تربیت دینے کے لئے اُستاد کو لازم ہے۔ کہ ایک خاص پیرا چُنے + + + اِس طرح چنا ہوا پیرا اُس وقت تک نہ چھوڑا جائے۔ جب تک بچوں نے اپنی اہلیت کے لحاظ سے وہ سب کچھ اخذ نہ کر لیا ہو۔ جو پیرے میں ہے۔ وہ اُس کے ہر لفظ کے استعمال اور معنی سے واقف ہوں۔ اور جن الفاظ سے وہ اچھی طرح واقف نہ ہوں۔ اُنہیں جملوں میں مناسب طور پر استعمال کریں۔ وہ ہر فقرے اور جملے کے معنی ذہن نشین کریں۔ اور سمجھ لیں۔ کہ خیالات کو کس طرح مربوط کیا گیا ہے۔ وہ کُل کے عام خیال سے واقف ہو جائیں۔ اور اپنے لفظوں میں اس کا ملخص تیار کریں۔ وہ اِس پر صرف و نحو کی اُس واقفیت کا اطلاق کریں۔ جو اُنہیں حاصل ہے۔ اور اگر ممکن ہو تو اس کی ترکیب نحوی کریں۔ اور اپنی اہلیت کے مطابق تلفظ اور صحت کے ساتھ تمام پیرے کو اونچی آواز سے پڑھیں۔

یہ بڑی مفید مشق ہے۔ کہ کسی جملے کے الفاظ کے ساتھ شعبدہ گری کی جائے۔ فاعل کو مفعول بنایا جائے۔ چھوٹے فقروں کو لمبے فقروں میں تبدیل کیا جائے۔ مجہول کو معروف اور معروف کو مجہول بنایا جائے۔ خاص خاص لفظوں کی جگہ نئے لفظ استعمال کئے جائیں۔[1]

---

[1] ***Handbook of Suggestions for Teachers,*** Board of Education, London, pp. 97-98.

حصہ ہائی اور مڈل میں ذیل کی اقسام کی مشقیں تحریری یا تقریری طور پر مستعمل ہو سکتی ہیں :-

۱- جماعت کو کہا جاتا ہے کہ وُہ دو شخصوں کے درمیان جن کا اُن کی کتاب کے کسی سبق میں ذکر ہے۔ مکالمہ تحریر کریں ۔

۲- جماعت کو کہا جاتا ہے۔ کہ وُہ کسی کہانی کو اُس آدمی کی زبانی بیان کریں۔ جس کا اُس کہانی میں ذکر ہے۔ یعنی وُہ اِس کہانی کو اِس طرح بیان کریں گے۔ جیسے وُہ خاص آدمی جس کا کہانی میں ذکر آتا ہے۔ بیان کرے گا ۔

۳- جماعتوں کو کہا جائے کہ اگر کہانی میں فلاں بات بدل دی جائے ۔ تو تمہارے خیال میں اُس کا نتیجہ کیا ہو گا ۔ اگر فلاں شخص کا رویہ اُس رویہ سے مختلف ہوتا ۔ جو کہانی میں بیان کیا گیا ہے۔ تو نتیجہ کیا ہوتا ۔ اگر اُن حالات میں جن کا کہانی میں بیان ہے۔ کوئی خلل واقع ہو جاتا تو انجام کیا ہوتا ۔

۴- اسماءِ صفت کی ایک فہرست تحریر کی جائے پھر جماعت کو کہا جائے ۔ کہ وُہ اُن میں سے صفات چُن کر اُن افراد پر چسپاں کریں ۔ جن کا حکایت میں ذکر آیا ہے۔ اور پھر وجہ بتائیں۔ کہ وُہ صفات جو اُنہوں نے چُنی ہیں ۔ کیوں کسی خاص مرد کے لئے موزوں ہیں ۔

۵- جماعت کو کہا جاتا ہے ۔ کہ سبق کے مختلف افراد یا اشیا کا مقابلہ کریں ۔

۶- سبق میں کوئی مقولہ یا ضرب المثل چُنی جاتی ہے ۔ پھر جماعت کو کہا جاتا ہے کہ اس مقولہ یا ضرب المثل کی تشریح کرنے کے لئے ایک حکایت تحریر کریں ۔

۷- جماعت کے ممبروں سے پوچھا جائے ۔ کہ وُہ اُن حالات میں کیا رویہ اختیار کریں گے جن سے اُن افراد کو واسطہ پڑا ۔ جو سبق یا کہانی میں آتے ہیں ۔

۸- جماعت سے کہا جاتا ہے ۔ کہ وُہ اُن لوگوں یا جانوروں کے احساسات کو بیان کرنے کے لئے ایک پیرا تحریر کریں ۔ جن کا سبق میں ذکر ہے ۔

۹- جماعت کو کہا جاتا ہے ۔ کہ جن افراد یا جانوروں کا سبق میں ذکر ہے ۔ اُن کا روزمرہ کام یا فرائض منصبی بیان کریں ۔

۱۰- جماعت کو کہا جاتا ہے ۔ کہ جن اشیاء کا سبق میں ذکر ہے ۔ وُہ کس طرح بنتی ہیں ۔ یا اُن کو کس

طرح استعمال کیا جاتا ہے ؂

۱۱ـ جماعت کو کہا جاتا ہے۔ کہ وُہ سبق کے کسی ایک پیرے کو سادہ لفظوں میں بیان کریں۔ اُن کو کہا جا سکتا ہے۔ کہ وُہ اُسے ایسے الفاظ میں بیان کریں جن کو چوتھی جماعت کا لڑکا بھی سمجھ سکے

۱۲ـ جماعت کو اُن لفظوں کے ہم معنی لفظ یا فقرے دیئے جائیں۔ جو سبق میں مستعمل ہیں۔ پھر جماعت سبق میں اُن لفظوں اور فقروں کو ڈھونڈھے جو دئے ہوئے لفظوں اور فقروں کے مترادف یعنی ہم معنی ہیں۔ یا اُنہیں سبق میں مستعمل الفاظ اور فقرات کے متضاد الفاظ اور فقرے دئے جائیں۔ وُہ سبق سے اِن کے متضاد ڈھونڈھیں ؂

۱۳ـ ایسے الفاظ کا فرق بیان کرنے کی مشق کرائی جا سکتی ہے۔ جو اکثر گڈ مڈ کر دئے جاتے ہیں۔ مثلاً صحیح اور سہی ـ صدا اور سدا ـ وغیرہ وغیرہ ؂

۱۴ـ نصاب یا درسی کتاب کو حسب ضرورت گرامر کی مشقوں کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے ؂

یہ محض اشارات ہیں۔ جن کے مطابق نصاب یا درسی کتاب کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اُستاد کو ایسے ہی اور بہت سے طریقے سوجھیں گے۔ بعض اوقات اعلےٰ جماعتوں میں نصاب یوں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کہ استاد پیرے کو پڑھتا ہے۔ پھر اُستاد اپنے لفظوں میں وُہ نقشہ بیان کرتا ہے۔ جو اُس کے دماغ میں اس پیرے کو پڑھ کر قائم ہوا ہے۔ یا اُن احساسات کا ذکر کرتا ہے۔ جن کو اس پیرے سے تحریک ہوئی ہے۔ پھر وُہ طلبہ سے کہتا ہے۔ کہ وُہ بھی پیرے کو پڑھیں۔ اور اُن جملوں کا خیال رکھیں جو اُنہیں پسند آئے ہیں۔ پھر وُہ جماعت کے شرکاء سے وُہ جملے پوچھے جو اُنہیں پسند آئے ہیں۔ اور اُنہیں شوق ہو تو وُہ یہ بھی بیان کر سکتے ہیں۔ کہ اُنہیں یہ جملے کیوں پسند ہیں۔ لیکن یہ خیال رہے۔ کہ اس بات پر کسی طرح زور نہ دیا جائے۔ اکثر مختصراً بیان کر دیں گے۔ کہ اُنہیں پیرے میں کیا بات پسند آئی۔ اگر کچھ بھی پسند نہیں آیا۔ تو کیوں نہیں آیا۔ پھر طلبہ اُس منظر کو بیان کر سکتے ہیں۔ جو پیرے میں بیان کیا گیا ہے۔ یا کوئی ایسا ہی اور جن سے اُن کے دل میں ایسے احساسات بیدار ہوئے ہوں۔ لیکن اِسے اس مرحلہ پر لانے کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہر ایک اُستاد جو اپنی جماعت کو جانتا ہے فیصلہ کریگا کہ اس پر کس حد تک عمل ہو سکتا ہے بعض طلبا اپنی رائے کو تحریر کرنا چاہیں گے بعض اسے زبانی طور پر بیان کرنا پسند کریں گے۔ یہ کام ایسی نثر کے ساتھ ہوگا۔ جو جذبات کو انگیختہ کرے اور نظم میں بہت زیادہ کیا جا

سکتا ہے ؛

اعلےٰ جماعتوں تک بھی کہانیوں کو کبھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ جو کہانی نصاب میں آئے اُسے طلبہ بیان کریں۔ اور اِس مصالحہ کو اور کہانیاں بنانے کے لئے استعمال کیا جائے ؛

یہ مفید ہے۔ کہ طلبا کو وُہ پیرے زبانی یاد کرنے کی ترغیب دلائی جائے۔ جو اُنہیں پسند آئے ہیں۔ اچھا اسلوب بیان سیکھنے اور زبان میں مہارت پیدا کرنے کا اُن کے لئے اِس سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ نہیں۔ کہ وُہ ممتاز پیروں کو ازبر کر لیں۔ بے شک ہمیں یہ بات تو یاد رکھنی پڑے گی۔ کہ پیرے حقیقی طور پر اچھے ہوں اور یاد کرنے کے قابل ہوں۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے۔ کہ بچوں کو زبانی یاد کرنے کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔ جو بچے زبانی یاد کرنے میں دشواری محسوس نہیں کرتے وُہ فوراً اِس اشارہ پر عمل کریں گے۔ حتےٰ کہ وُہ بھی جو ازبر کرنا دشوار سمجھتے ہیں۔ اگر پیرے میں کافی جاذبیت ہو گی۔ خود ہی یاد کر لیں گے۔ فی الحقیقت اگر پیرے میں جاذبیت ہو تو اُس کا ازبر کرنا اتنا دشوار بھی نہیں ہوتا۔ اُستاد کو احساس ہونا چاہئے۔ کہ محض نظم ہی یاد کرنے کی چیز نہیں ؛

حصہ مڈل کی اعلےٰ جماعتوں میں اور حصہ ہائی میں نصاب کو بذریعہ اسائنمنٹ پڑھانے سے بڑی مدد ملتی ہے۔ جیسا کہ گیارھویں باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اِس طریقہ کی سفارش کی جا سکتی ہے۔ اِس ضمن میں یہ بھی ملحوظ رہے۔ کہ خواہ اسائنمنٹ ہی کیوں نہ استعمال کئے جائیں۔ مگر طریقہ کا پابند ہونا لازم نہیں زیادہ تر اسائنمنٹ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ مگر اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اِس سلسلہ میں کسی خاص حصہ کے لئے یا خاص ضمن میں کوئی اور طریقہ استعمال نہیں کیا جا سکتا ؛

حصہ مڈل اور ہائی ہر دو میں ہماری اِس تقسیم کی دوسری دو شاخیں بھی ہیں یعنی تفریح کے لئے پڑھنا۔ اور حصولِ واقفیت کے لئے پڑھنا۔ تفریح کے لئے پڑھنے میں ہمیں پرائمری کی طرح یہ دیکھنا پڑیگا۔ کہ جماعتوں کی لائبریریوں میں کتابیں ایسی ہوں جو طلبا کی استعداد اور عمر کے لئے موزوں ہوں۔ لائبریری کی کتب اور خاموش مطالعہ کے بارے میں جو حصہ پرائمری کے لئے کہا گیا ہے۔ اُس کا اطلاق یہاں بھی ہوتا ہے۔ اُستاد اپنے طلبا اور کتابوں سے آگاہ ہو۔ وُہ اُن کے مطالعہ میں دلچسپی لے۔ وُہ جہاں تک اُس سے بن آئے یہ کوشش کرے کہ کہانیوں کی جو کتابیں لائبریری میں ہوں۔ وُہ اُس کے طلباء کے لئے موزوں ہوں۔ "لائبریری میں ایسی کتابیں ہوں۔ جن میں اُن باتوں کا حال ہو۔ جن سے اُنہیں دلچسپی

ہے مشلاً مشاغل (hobbies) ایسی کتابیں ہوں۔ جن سے تاریخ اور جغرافیہ پر نئی روشنی پڑتی ہو۔ ہفتہ میں کم از کم ایک گھنٹہ لائبریری کی کتب رسالے اور دلچسپی کی دوسری کتب پڑھنے کے لئے وقف ہو +

اخبار بینی کا سوال بھی ہے۔ یہ تو بالکل عیاں ہے۔ کہ جوں جوں طلبا جوان ہوں گے۔ وہ اخبار ضرور پڑھیں گے۔ اور اسی طرح یہ بات بھی عیاں ہے۔ کہ عام اخباروں میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کا پڑھنا ہمارے طلبا کے لئے مفید نہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میرے پاس اس کا جواب نہیں۔ البتہ ہم اتنا ضرور کر سکتے ہیں۔ کہ ایسا اخبار منتخب کریں۔ جس میں قابل اعتراض مسالہ کم سے کم ہو۔ لیکن اس مشکل سے ہم گلو خلاصی نہیں کرا سکتے۔ البتہ اس سے دوچار ہونے کا بہتر طریقہ یہی ہے۔ ہم اپنے طلبا میں ایسی باتوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت پیدا کر دیں۔ بے شک بزودیا بدیر انہیں ان باتوں سے واسطہ ضرور پڑے گا۔ ہمیں ہندوستان میں Children's News Paper "بچوں کا اخبار" کی قسم کا اخبار درکار ہے +

رسالوں کا سوال مشکل نہیں۔ ایسے رسالے مڈل اور حصہ ہائی کے لئے دستیاب ہو سکتے ہیں جن سے بچے بہت زیادہ مستفیض ہوں گے۔ جن سے نقصان کا خطرہ اگر ہو۔ تو بہت کم ہو گا۔ یہ اچھا ہے کہ ایک یا دو اُستاد جلدی جلدی رسالوں کو دیکھ لیں۔ اور ان مضامین پر نشان لگا دیں۔ جو مفید ہوں گے۔ لائبریری کے کمرے یا جماعت میں ایک بورڈ ہو اس پہ ایک چھوٹا سا نوٹس لکھ کے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ فلاں فلاں رسالے میں فلاں فلاں مضمون پڑھنے کے قابل ہے +

اگر کسی طرح ممکن ہو۔ مدرسہ میں ایک ریڈنگ روم ہو۔ یا ایک کمرہ ہو۔ جس میں اخبار اور رسالے جمع رہیں۔ اور جو اوقاتِ مدرسہ کے بعد پڑھے جا سکتے ہوں۔ ریڈنگ روم کا انتظام سہل کام نہیں۔ اخباروں کا غائب ہو جانا یا پھٹ جانا اس کی ایک تلخ خصوصیت ہے۔ تمام طلبا میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا بھی کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ تاہم اگر مدرسہ میں ریڈنگ روم ہو تو اس کے طفیل مادری زبان کے مطالعہ میں نمایاں فرق پڑ جاتا ہے۔ اگر صبر و استقلال سے اس کوشش کو جاری رکھا جائے۔ تو جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے۔ حالات روبہ ترقی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ اچھی تدبیر ہے۔ کہ بڑے لڑکوں کو ریڈنگ روم کی دیکھ بھال سپرد کی جائے۔ وہ اپنی باریاں لگا کے جس وقت ریڈنگ روم کھلتا ہو وہاں حاضر رہ سکتے ہیں +

ہمارے طلباء کو ایک بات سیکھنی ہے۔ وہ ہے پڑھتے وقت قوتِ ممیزہ کا استعمال یعنی جس وقت وہ پڑھتے ہوں وہ ساتھ ساتھ تمیز کرتے جائیں۔ کہ کونسی بات کام کی ہے۔ اور کونسی نہیں۔ اِس میں مشق حاصل کرنا دشوار نہیں۔ یہ مشکل نہیں۔ کہ دو اخباروں میں سے جن میں ایک واقعہ کے مختلف بیان دیئے گئے ہوں تراشے لئے جائیں۔ اور انہیں ایک گتے پر چسپاں کر لیا جائے۔ طلبا کو اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے کہا جائے۔ اور انہیں بتایا جائے۔ کہ وہ اختلافات کو تحریر کریں۔ اگر انہیں دونو اخباروں کی پالیسی کا پتہ ہو۔ تو اِن اختلافات کی وجہ بھی معلوم کر لیں گے۔ اِس مشق کو اکثر کرایا جائے کیونکہ پراپیگنڈے کے اِس زمانہ میں ہمارے طلباء کے لئے اِس سے بڑھ کر اور کوئی شے ضروری نہیں۔ کہ اُنہیں استفسار کی عادت ہو۔ اور وہ مدرسہ میں باتوں کو تولنا سیکھیں۔ اور کورانہ اُس بات کو تسلیم نہ کر لیں۔ جو وہ اخبار میں پڑھتے ہیں۔ یہ مشق تاریخ کی تدریس میں بھی استعمال ہو سکتی ہے۔

وقتاً فوقتاً طلبہ سے جماعت کے روبرو اُس مضمون یا کہانی کا خلاصہ یا ماحصل بیان کرایا جائے جو انہوں نے کسی رسالہ یا میگزین میں پڑھی ہو۔ وہ جماعت کو بتائیں۔ کہ وہ اِس مضمون یا کہانی سے کیوں متاثر ہوئے۔ اور وہ اِسے کیوں پڑھنے کے قابل سمجھتے ہیں۔ زبانی کام کے لئے یہ نہائت ہی مفید مشق ہے۔ اور اُن رسالوں اور اخباروں میں دلچسپی پیدا کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ جو مدرسہ میں تفریحی مطالعہ کے لئے مُہیّا کئے جاتے ہیں۔ (کتابوں کا ریویو کرنا بھی ملاحظہ ہو صفحہ ۸۰)

ہم اُس کام کی طرف پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ جو ایک اچھا تالیف کیا ہوا نصاب طلباء کو علم ادب اور دیگر کتب سے روشناس کرانے کے سلسلہ میں انجام دے سکتا ہے۔ جن سے اُنہیں تفریح حاصل ہو گی۔ اِس نقطہ نگاہ سے یہ نہایت ضروری ہے کہ بڑی بڑی تصانیف سے جو منتخبات یا اقتباسات نصاب یا درسی کتب میں ہوں وہ ایسے ہوں جن سے شوق تیز ہو۔ جن سے پڑھنے کی اشتہا بڑھے۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ جب ایسے منتخبات آئیں۔ تو اُستاد اُن پر بہت زور دے کر دلچسپی کو نہ بگاڑے۔ نصاب میں بہت سے ایسے سبق ہوں گے۔ جن کا تعلق کسی کتاب سے نہیں۔ اُن پر زیادہ زور دیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب اُستاد دیکھے۔ کہ ایک پیرے سے دلچسپی پیدا ہو گی۔ اور اُس کتاب کو تفریحاً پڑھنے کی ترغیب دلائے گی۔ جس سے وہ اقتباس لیا گیا ہے۔ تو اُسے کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہئے۔ جس سے یہ دلچسپی کافور ہو جائے۔ اُسے ایسی دلچسپی کو بڑھانے کی

ہرممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر اُسے کسی خاص طریقے کا غلام نہ ہونا چاہیئے۔ اُسے اختیار ہے کہ وُہ ایسے پیروں میں ایسا طریقہ استعمال کرے جو اُس طریقے سے بالکل مختلف ہے۔ جو وُہ درسی کام میں استعمال کرتا ہے۔ جیساکہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے۔ اُس کتاب کی جلدیں جس سے یہ اقتباس یا بین لیا گیا ہو لائبریری میں موجود ہوں تاکہ فوراً مل سکیں +

حصولِ واقفیت کے لئے پڑھنا حصہ مڈل اور ہائی میں اُسی طرح ہوگا۔ جس طرح حصہ پرائمری میں ہوتا ہے۔ اور اِس کے اسباب بھی وہی ہوں گے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھی جائے۔ کہ اِس قسم کا مطالعہ صرف مادری زبان کے معلم کا کام نہیں۔ لیکن یہ دیکھنا اُس کا کام ہے۔ کہ اُس کے طلباء بتدریج سیکھتے جائیں۔ کہ کتابوں سے ایسی واقفیت کیونکر حاصل کیا کرتے ہیں۔ جن کی اُنہیں ضرورت ہے۔ جوں جوں طالب علم بڑھتے جائیں۔ وُہ کتابوں کے انڈکیس کو استعمال کرنا بھی سیکھتے جائیں۔ (بدقسمتی سے اُردو کتب میں عموماً انڈکیس نہیں ہوتا) وُہ فہرستِ مضامین سے استفادہ کرنا سیکھیں اُنہیں خلاصہ تیار کرنے اور لُبِ لباب بیان کرنے کی مہارت حاصل ہو جائے۔ اُنہیں سرسری نظر سے پڑھنا آتا ہو۔ ایک کتاب یا کتاب کے کسی باب کو سرسری نظر سے پڑھنے کی قابلیت ایک حقیقی کامیابی ہے۔ تاکہ کتاب یا اُس باب کے ہر لفظ کو کوفت کے ساتھ پڑھنے کی مشقت سے چھُٹ کر ہم سرسری یا طائرانہ نظر دوڑاتے وقت ضروری اور اہم باتوں کو نوٹ کرتے جائیں۔ لیکن یہ ایک ایسا ہُنر ہے۔ جو خاص ریاضت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اُستاد کو لازم ہے۔ کہ وُہ اپنے طلبہ کو سرسری یا طائرانہ نظر سے پڑھنے کی مشق کرائے۔ اُنہیں یہ کہا جائے کہ وُہ مقررہ وقت میں ایک باب کی ضروری باتوں کو اخذ کریں۔ یہ وقت اتنا کم ہو کہ باب کو احتیاط سے پڑھنے کی فرصت نہ ملے۔ جوں جوں طلبہ کو اِس میں ملکہ حاصل ہوتا جائے۔ یہ وقت آہستہ آہستہ کم کیا جاسکتا ہے +

جس طرح پرائمری جماعتوں میں ہر ایک مضمون میں مخصوص منصوبے (Projects) چُن کر کھیل کھیل میں تعلیم کے طریقہ کو استعمال کرکے تقریر کے لئے گھنٹیاں مقرر کرکے جماعت کے رسالے جاری کرکے حصولِ واقفیت کے لئے مطالعہ کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ اِس طرح مباحثہ کے دائرے (Panel discussions) قائم کرکے بھی اِس شوق کو تحریک دی جاسکتی ہے۔ اگر جماعت یا مدرسہ میں خبروں کے لئے ایک تختہ سیاہ رکھا جائے۔ اور طلبہ کو باری باری اِس پر دلچسپ

تحریریں لکھنے کا کام دیا جائے۔ تو اس سے طلبا کو یقیناً اخبار پڑھنا پڑے گا۔ پرائمری جماعتوں میں رسالہ تحریر کرانا یا کتابچے لکھنا بھی ایسا کام ہے۔ جس سے لازمی طور پر طلباء کو حصولِ واقفیت کے لئے پڑھنا پڑے گا۔ دیواروں پر ایسی تصاویر آویزاں کی جاسکتی ہیں۔ جن پر اُن کتابوں کا حوالہ ہو گا۔ جو لائبریری میں ہیں۔ اور جن کی تشریح اور وضاحت یہ تصاویر کرتی ہیں۔ اسی طرح کے اور بہت سے طریقے اُستاد کو سوجھ سکتے ہیں۔ اور مختلف سکولوں میں مختلف طریقے استعمال ہوسکتے ہیں۔ جو مختلف مقامی حالات کے لئے موزوں ہوں گے +

علمِ ادب تک رسائی جب ہم حصہ ہائی کی جماعتوں میں آتے ہیں۔ تو مادری زبان میں ہمیں ادب یعنی لٹریچر کی معیاری تصانیف کی طرف زیادہ توجہ مبذول کرنی پڑتی ہے۔ ہمیں ٹیگور یا حالی کے شاہکاروں کو کیونکر پڑھانا چاہیئے؟ کیا وہ ہمیں ضرور ہی پڑھانے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہ ہمارا لازمی کام ہے۔ کہ ہم بچوں کے دل میں اُن کی مادری زبان کی معیاری تصانیف کا عشق پیدا کردیں۔ جیسا کہ اُن کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وُہ صحت وصفائی کے ساتھ بولنا اور لکھنا سیکھیں اور اپنی مادری زبان میں قوتِ بیانیہ یا خطابت میں ترقی حاصل کریں۔ ویسا ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وُہ اپنی مادری زبان کی معیاری کتب یا علم ادب کی قدر کرنا بھی سیکھیں۔ فی الحقیقت علمِ ادب کی یہ قدر دانی اور واقفیت ہمارے اُن مقاصد کو پورا کرنے میں مدد دے گی۔ جو ہمیں مدِ نظر ہیں +

میں ایسی کتابوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے ایک طریقہ کی طرف پہلے ہی اشارہ کرچکا ہوں۔ یعنی اعلےٰ کتابوں سے اقتباسات لے کر نصابوں میں جمع کرنا۔ لیکن جب ہم حصہ ہائی کی جماعتوں میں پہنچتے ہیں تو اس سے زیادہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ بعض شاہکاروں سے طلبہ کو خود ہی واسطہ پڑے گا۔ اور وُہ خود اُن کو حل کریں گے۔ پس اُستاد کا فرض اتنا دلچسپی پیدا کرنا نہیں۔ جتنا دلچسپی کو برباد کرنے سے پرہیز کرنا ہے +

تو پھر حصہ ہائی کی جماعتوں کا اُستاد اپنے کام کے اِس مشکل ترین حصہ سے کیوں کر عہدہ برآ ہو؟ غالباً پہلا قدم تو وہی ہے۔ جو مدرسہ کی ادنےٰ جماعتوں میں اٹھایا جاتا ہے۔ یعنی اُستاد کا پیرے یا نظم کو بلند آواز سے پڑھنا۔ یہاں پھر یہ بات لازم آتی ہے کہ خود اُستاد بھی خوش خوانی کی تربیت حاصل کریں۔ اشارۃً یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہم خوش خواں ہو نہیں سکتے۔ تاوقتیکہ ہماری قوتِ حس پوری

پوری تیز نہ ہو سکے۔ اس کام کے لئے اُستاد کی اصل ضرورت یہ ہے۔ کہ وہ خود اُس بات کی قدر پہچانے جسے وہ جماعت کے روبرو پیش کرتا ہے۔ ورنہ اُس کی بہت سی محنت رائیگاں جائے گی۔

اُستاد اپنے مطالعہ میں اُن اہم باتوں پر زور دے جو اُن پیروں میں آتی ہیں۔ جو پڑھے جا رہے ہیں۔ وہ طلبہ پر وہی جذبات طاری کرنے کی کوشش کرے جو لکھتے وقت مصنف پر طاری تھے وہ چلن کے امتیاز واقعہ نگاری کی روانی۔ اور بیان کے زور کو واضح کر دے۔ فی الواقع اِس قسم کے کام کی بابت کوئی قانون وضع نہیں کیا جا سکتا۔ استاد کو خود محسوس کرنا پڑیگا۔ کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اور جو مسالہ زیر بحث ہے۔ اُس میں اُسے کیا کرنا ہے۔

خود پڑھ کر وہ اپنے طلبہ سے اُن کے تصورات دریافت کرے گا۔ اِس میں اُس کے خیالات حتی بالامکان کم سے کم ہوں گے۔ وہ طلبہ کے اپنے جذبات جو اِس پیرے کو سُن کر اُن کے دل میں موجزن ہوئے ہیں۔ بیان کرانے کی کوشش کرے گا۔ اِس پیرے سے اُن کے دل و دماغ میں کیا ردِ عمل ہؤا ہے۔ جب وہ یہ کام شروع کرے گا۔ تو اُسے ابتدا میں طلبہ کے تصورات دریافت کرنے میں کافی دقت پیش آئے گی۔ اور اس کا زیادہ انحصار اُس تربیت اور مشق پر ہوگا۔ جو طلبہ نے ادنےٰ جماعتوں میں حاصل کی ہے۔ لیکن شروع میں اُستاد کو خواہ کتنی ہی دقت کا سامنا ہو۔ لازم ہے۔ کہ صبر سے اس کام میں لگا رہے۔ اور طلبہ کو اپنے اصلی خیالات اور جذبات بیان کرنے کی ترغیب دلائے۔ صرف اُسی وقت جبکہ وہ ایسا کرنا شروع کریں گے۔ وہ اپنے آموختہ کی قدر کرنا سیکھیں گے پس گو یہ کام صبر آزما کیوں نہ ہو۔ اور شروع میں رفتارِ ترقی خواہ کتنی ہی کم یا حوصلہ شکن کیوں نہ ہو۔ مگر پایانِ کار یہ محنت بر آئے گی۔

جو سوالات اُستاد پوچھے وہ فی الواقع تمام کے تمام نظم یا حکایت سے نسبت رکھتے ہوں۔ تلمیحات پر نوٹ نہ لکھوائے جائیں۔ مصنفین کی مختصر سوانح عمریاں تحریر نہ کرائی جائیں۔ فقرات اور الفاظ کی تشریحات طلبہ کے دماغ میں نہ ٹھونسی جائیں۔ اس کام کا مقصد صرف محسوس کرانا۔ اور قدر کرانا ہے۔ اور صرف وہی توضیحات کی جائیں۔ جو اِس کام کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ اور اِن کو بھی کبھار کام میں لایا جائے۔ الغرض علم ادب کی قدر شناسی کے لئے جو کام کیا جائے۔ اُس کے ضمن میں گھر پر کرنے کو کوئی کام نہ دیا جائے۔ ان تمام باتوں کے لئے اور بہت سے موقعے

ہیں۔ لیکن کام کے اِس خاص حصہ میں ہمارا مقصد بالکل مختلف ہے۔ اِس کو درسی طور پر پڑھانے اور اس کا امتحان کرنے سے قطعی طور پر اجتناب لازم ہے۔

اُستاد پیرے کو خود پڑھنے کے بعد کچھ وقت طلباء کو سوال پوچھنے میں صرف کرے گا۔ آیا انہیں وُہ پیرا پسند آیا۔ کیوں اور کیوں نہیں۔ انہیں کونسا خاص حصہ پسند آیا۔ اور کیوں۔ اگر اُستاد ضرورت محسوس کرے تو پیرا دوبارہ پڑھا جا سکتا ہے۔ پھر اسلوب بیان اور زبان کی تحلیل کی جا سکتی ہے۔ تاکہ پتہ چلے کہ مصنف اپنے خیالات کو پُر اثر بنانے کے لئے کیا کوشش کرتا ہے۔ اُس نے کیوں خاص خاص لفظ استعمال کئے۔ اُن کی جگہ دوسرے لفظ کیوں استعمال نہ کئے۔ پھر جماعت کے وُہ ممبر پیرے کو بلند آواز سے پڑھ سکتے ہیں۔ جن کے متعلق استاد کو یقین ہے کہ وُہ پیرے کی تہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اور انہوں نے پیرے کے اثرات کو پالیا۔

اُستاد کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ بڑے بڑے مصنف اپنی تصنیفات میں کسی تدریج یا ترتیب سے کام نہیں لیتے۔ یہ کام اُستاد کو کرنا چاہئیے۔ علم ادب کے بہت سے شاہکار ہیں۔ جن سے چھوٹے طالب علم لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اور جن کی وُہ قدر کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ایسے شاہکار بھی ہیں جن سے وُہ تنگ آجاتے ہیں۔ اُستاد کو اپنی واقفیت کی بنا پر فیصلہ کرنا چاہئیے کہ وہ کونسی کتابیں یا نظمیں استعمال کریگا۔

نوٹ ا:۔ ذخیرۂ الفاظ میں مہارت حاصل کرنے کے متعلق۔

ا۔ پہلے اُن لفظوں پر عبور حاصل کیا جائے۔ جن کا استعمال اکثر ہوتا ہے۔

۲۔ ایک وقت میں چند لفظوں میں مہارت حاصل کی جائے۔

۳۔ الفاظ پر عبور حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ انہیں مختلف متنوں میں پڑھا جائے پھر طالب علم خود انہیں ایک مختلف متن میں استعمال کریں۔ نصاب اگر عمدہ ہے۔ تو اس میں نئے الفاظ کئی ایک مختلف جملوں میں مستعمل ہوں گے۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو اُستاد کو یہ کمی پوری کرنی پڑے گی۔ فقرہ یا لفظ کو اُس وقت تک نہ چھوڑا جائے۔ جب تک طالب علم اُسے اپنے جملہ میں استعمال کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔ اصلی مہارت یہی ہے۔ یعنی لفظ کو سمجھنا اور اُسے جملہ میں استعمال کرنے کے قابل ہونا۔

۴۔ جملوں کو ہمیشہ اچھی طرح سمجھا جائے۔ اور اُن کے ساتھ کوئی خیال وابستہ کر

دیا جائے۔ طالب علم تنہا لفظ کو کبھی یاد نہیں کر سکتا۔ وہ آپ کوئی ایک لفظ اُس کے معنی ظاہر کرنے کے لئے بتا سکتا ہے۔ مگر وہ اُسے اُس وقت یاد نہ کر سکے گا۔ جب تک اُسے کسی جملے میں مستعمل نہ دیکھ لے۔ اور خود اپنے جملے میں استعمال نہ کر سکے۔ جملوں میں دیکھ کر ہی وہ لفظ کے معنی سمجھ سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ نئے الفاظ کے ساتھ کام عملی ہو۔ اور خیال کی اکائی یعنی جملہ کے ساتھ ہو ✢

نوٹ۔ ب:۔ لائبریری کی کتب کے انتخاب میں:۔

ذیل کے سوالات پوچھئے:۔

۱۔ کیا کتاب کی زبان اُس جماعت کی استعداد کے حسب حال ہے۔ جس کے لئے وہ لکھی گئی ہے۔ اِس کتاب کی زبان اُس معیار سے آسان ہو جو جماعت کے لئے مقرر ہے۔ (شائع کرنے والے کی ترغیب پر نہ جائیے)

۲۔ کیا کتاب کا اسلوب واضح ہے۔ اِس میں جملے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ جنہیں آسانی سے سمجھا جا سکے ✢

۳۔ کیا حکایت کو سمجھنا آسان ہے۔ اعلےٰ جماعتوں کے علاوہ لائبریری کے لئے کبھی ایسی حکائتیں نہ چُنی جائیں۔ جو پیچیدہ ہوں۔ اور جن کا پلاٹ مشکل ہو ✢

۴۔ کیا اِس میں ایسی بہت سی تلمیحات ہیں۔ جن کے باعث مصنف کا مطلب سمجھنا ذرا مشکل ہو گیا ہے ✢

۵۔ اِس کی لکھائی صاف ہے۔ اور آنکھوں پر زور تو نہیں پڑتا ✢

۶۔ کیا اِس کی تصویریں اچھی اور صاف ہیں؟

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ لائبریری کی کتب کو پڑھنا ایک شخصی کام ہے۔ جو زیادہ تر اس وقت کیا جاتا ہے۔ جبکہ طالب علم تنہا ہوتا ہے۔ اور اُستاد سے مدد نہیں لے سکتا۔ لہذا کتاب میں مشکلات بہت کم ہونی چاہئیں ✢

"لکھنا سکھانا"

لکھنا سکھانے میں پہلی بات جس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ وہ لکھنے کی چیزوں کو استعمال کرنے کی استعداد ہے۔ بازو اور ہاتھ کے پٹھے اور قلم یا پنسل جسے بچے استعمال کرتے ہیں۔ مدرسہ میں آنے سے پیشتر بچہ قدرتی طور پر ان پٹھوں اور اپنے دماغ میں کچھ مطابقت پیدا کر لیتا ہے۔ مدرسہ میں وہ پہلی جماعت میں بہت سے کام کرے گا۔ مثلاً ڈبوں کو اُن کی جگہ رکھنا۔ چنیوں اٹھانا۔ اشیا کو علیحدہ علیحدہ کرنا۔ ڈبوں یا گارے سے تعمیر کرنا۔ علٰے ہذا اِن باتوں سے اُسے عام تربیت حاصل ہوگی۔ بلاواسطہ وہ اپنے آپ کو لکھنے کے نازک کام کے لئے تیار کرتا ہے۔ تاہم پٹھوں پر قابو پانے اور مطابقت پیدا کرنے کے لئے اِس سے زیادہ مشق درکار ہے۔ اِس کے باوجود یہ کام اُس وقت تک شروع نہ کیا جائے۔ جب تک پٹھوں پہ قابو پانے کی کافی مہارت پیدا نہ ہو جائے۔ ہر بچہ، ایک ہی عمر میں لکھنا نہیں سیکھ سکتا۔ گو ہمارے جماعتی نظام میں اِن انفرادی امتیازات کا لحاظ رکھنا بعض اوقات مشکل ہوتا ہے۔

پہلا قدم خاکہ کشی ہے۔ بچے کو بڑے سے تختے یا کاغذ پر چاک یا رنگ کے ساتھ خاکہ کشی کی آزادی دی جاتی ہے۔ اور اُسے اپنے ہی حال پہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ عملی طور پر تمام بچے تصویر کشی یا خاکہ کشی کے مشورہ کو بسر و چشم قبول کرتے ہیں۔ معدودے چند بچے ایسے ہوا کرتے ہیں۔

جو چاک کے ساتھ تختہ سیاہ پر اپنے بازو کی پٹھوں کی مشق شروع کرنے سے شرمائیں - بے شک ممکن ہے۔
کہ اِس قسم کا کام بچے نے مدرسہ آنے سے پیشتر سیکھ لیا ہو - بچے یہ کام تین سال کی عمر سے شروع
کر دیتے ہیں - لیکن اکثر گھروں میں جہاں سے ہمارے بچے آتے ہیں - اِس قسم کے کام کے موقعے
شاذونادر ہی ملتے ہیں - پس پہلی جماعت میں بہت سے تختہ ہائے سیاہ نیچے رکھے ہوئے ہونے
چاہئیں - جن کے سامنے بیٹھ کر بچے چاک کے ساتھ جو کچھ اُن کے دل میں آئے کھینچیں - وُہ
اِس کام کے لئے اپنی تختیاں بھی استعمال کر سکتے ہیں *

دوسرا قدم پٹھوں پر زیادہ قابو پانے اور شناخت کرنے کی مشق ہے۔ شناخت کے کام
میں ہم نظر اور حرکت کو کام میں لاتے ہیں - اِس کا اصول وُہ ہے - جو ڈاکٹر مینٹسوری نے وضع کیا ہے
اِس کی ابتدا کے کئی طریقے ہیں - ایک طریقہ مینٹسوری کے سامان کو استعمال کرنا ہے - یعنی ایک
تختے یا موٹے مقوے پر تصویریں یا شکلیں کٹی ہوئی ہوتی ہیں - پھر اسے کاغذ کے تختے پر رکھا
جاتا ہے - اور بچہ اِن کٹی ہوئی شکلوں یا دائروں کے ساتھ ساتھ پنسل پھرا کر اُنہیں کھینچتا ہے
وُہ دوسری شکلوں کے ساتھ بھی یہی کرتا ہے - پھر تختہ یا مقوے اُٹھا دیا جاتا ہے - اگر شکلوں
یا دائروں کے کندے رکھے ہوئے ہیں - تو اُنہیں اِن شکلوں پر جو کاغذ پر بچے نے بنائی ہیں۔
رکھ کر اِن کے اندر کی جانب پنسل پھرائی جا سکتی ہے - اِس طرح بڑی شکلوں یا دائروں کے اندر
ایک اور شکل یا دائرہ بن جائے گا - اِس میں مختلف رنگوں کی پنسل استعمال ہو سکتی ہے پھر شکلوں
کے اندرونی حصہ میں سیدھے خط کھینچ کر رنگ بھرا جا سکتا ہے - رفتہ رفتہ اِن میں مشق کے
مطابق ترقی اور باقاعدگی پیدا ہوتی جائے گی - اِس قسم کی مشقوں سے بچہ پنسل پر قدرے قابو پانا
سیکھ لے گا - وُہ ریت یا زمین پر کھینچی ہوئی شکلوں یا دائروں میں بھی خطوط کھینچ سکتا ہے - وُہ
زمین یا تختہ سیاہ پر کھینچے ہوئے دائروں کے اردگرد پنسل پھرا سکتا ہے۔ حسب ضرورت بنی
ہوئی شکلیں (جو بعد میں کام آئیں گی جبکہ بچہ حروف بنانے سیکھ لیتا ہے) اسی طرح استعمال کی جا
سکتی ہیں - خواہ وُہ ریت میں بنی ہوں یا زمین پر اُن کے اردگرد چھڑی سے مشق کی جا سکتی ہے۔
بعد ازاں کاغذ پر پنسل سے کام لیا جا سکتا ہے - اِس طرح بچہ اُن پٹھوں میں مطابقت پیدا
کرنا سیکھ لے گا - جن پر حروف بناتے وقت زور پڑتا ہے - اور اُسے لکھائی کی چیزوں پر قابو

پانا بھی آجائے گا۔ بچہ مندرجہ ذیل مشقیں کرسکتا ہے۔

اِس کے بعد خاص حروف کو بنانے کا مرحلہ ہے۔ بچوں کے لئے ایسے حروف بنائے جائیں۔ جن کو وُہ آسانی سے مس کرسکیں۔ مثلاً مخمل کے کپڑے یا ریگ مال کاغذ کے حروف بنائے جائیں۔ اُن کو ایک گتے پر چڑھالیا جائے۔ اور بچے اپنی انگلیوں کو اُن کے ارد گرد گھمائیں۔ حروف زمین میں گہرے کھودے جائیں۔ بچے پہلے اپنی انگلیوں کے ساتھ۔ پھر لکڑی کے ساتھ اور آخر میں قلم کے ساتھ اُن پر مشق کریں۔ جب بچہ اِن حروف کی شکل سے اچھی طرح واقف ہو جائے۔ تو اُستاد تختہ سیاہ یا زمین پر نہایت ہی مدّھم طور پر چاک یا لکڑی سے حروف بنائے پھر بچے سے اُن کو چاک یا لکڑی سے روشن کرائے۔ اِس میں کافی مشق کرائی جاسکتی ہے۔ اِس اثنا میں وُہ حروف سکھائے جائیں۔ جو کم و بیش ایک ہی شکل کے ہوتے ہیں۔ مثلاً اردو میں حروف کے یہ گروپ اکٹھے سکھائے جائیں :-

ٹ - ف - ب - پ - ت - ث

ج - س - خ - چ - ح - ن - ل -

ایک اور تجویز یہ ہے۔ کہ حروف کو شوخ رنگوں میں تختوں پر لکھوا لیا جائے۔ پھر بچے اِن حروف پر چاک پھرائیں۔ بعد ازاں جب وُہ ختم کرلیں تو چاک کو مٹا دیا جاسکتا ہے۔ اِس طرح بچے آہستہ آہستہ حروف کی بناوٹ سیکھ لیں گے +

اِس کے بعد جوڑ سکھانے کا کام ہے۔ یہ اتنا مشکل نہ ہوگا۔ لیکن جب بھی مشکل آپڑے

وہی طریقے استعمال کئے جائیں۔ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ تاہم ترقی کی رفتار نہ رُکے اور بچے ایسے لفظ لکھنا شروع کر سکتے ہیں۔ جن میں جوڑ نہیں ہوتے مثلاً "دادا" یا جہاں جوڑ بالکل سادہ ہوتے ہیں مثلاً "راجا"

اِس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتب سے مزید واقفیت حاصل کی جا سکتی ہے "لکھنا سکھانا" مصنفہ مسٹر لبھو مل مطبوعہ مشعل پریس کھرڑ۔ طریقہ خوشخطی حصہ اول و دوم و سوم و چہارم۔ تیار کردہ مسٹر ایم۔ لبصیر سینٹ جوزف اکاڈیمی دیہرہ دون مطبوعہ مشعل پریس کھرڑ ضلع انبالہ

عموماً جب بچے محسوس کرتے ہیں۔ کہ وُہ لکھ سکتے ہیں۔ تو وُہ ہر اُس لفظ کی نقل کرنا چاہیں گے۔ جو اُن کے سامنے آتا ہے۔ بے شک اِس کا شوق دلایا جائے۔ گو اُن کی تحریر کتنی ہی بھونڈی اور پڑھنے میں مشکل کیوں نہ ہو۔ لیکن لکھنے کے اِس شوق سے کام لیا جائے۔ اُستاد ایسی تصویریں استعمال کر سکتا ہے۔ جن پر نام چسپاں ہوں۔ بچے اِن تصویروں کو کھینچنے کی کوشش کریں۔ اور اِن کے نیچے یا مقابل کے صفحے پر نام لکھیں۔ اِس کام کے لئے بچوں کے پاس چھوٹی چھوٹی کتاب نما کاپیاں ہوں۔ لکھنے کے لئے اُن میں سطریں لگائی جائیں +

دوسری اور تیسری جماعتوں میں بھی یہی طریقہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جوں جوں بچے ترقی کرتے جائیں۔ شعر یا چھوٹی چھوٹی نظمیں موٹے موٹے خط میں لکھ کر دیواروں پر لٹکائی جا سکتی ہیں۔ پھر بچے اِن کی نقل کر سکتے ہیں۔ اِس مقصد کے لئے گیت اور وُہ نظمیں جو بچے اپنے گھر میں سُنتے ہیں۔ زیادہ مفید ہوں گی۔ اعلےٰ جماعتوں میں لڑکوں کے پاس اپنی اپنی کاپیاں ہوں۔ جن میں ایسی نظمیں یا شعر لکھے جائیں۔ جو اُنہیں پسند ہیں۔ اِن کاپیوں میں وُہ اِن کی وضاحت کرنے کی بھی کوشش کر سکتے ہیں۔ یعنی تصاویر کے ذریعے اِن شعروں یا نظموں کے معنی بیان کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں +

جب لکھنے کی ابتدائی نقل و حرکت یا ہنر پر عبور حاصل ہو جائے۔ تو اِس کے بعد صرف مشق کی ضرورت ہے۔ مگر اِس میں اُن کی رہنمائی کی جائے۔ نقل نویسی اِس مشق کا عمدہ ترین طریقہ ہے۔ اُستاد کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وُہ نیک نمونہ پیش کرے۔ بچے ہمیشہ لازمی طور

پر اُس کے خط کی نقل کرینگے۔ نقل کرنے کا یہ میلان نہ صرف ختم شدہ نمونہ میں کام آسکتا ہے۔ بلکہ خاص حروف بنانے کے عمل میں بھی یہ کام دے سکتا ہے۔ اگر اُستاد جماعت کے سامنے تختہ سیاہ پر لکھے یا ایک طالب علم کے روبرو اُس کی کاپی میں لکھے۔ تو لڑکے اُس کی حرکت کی نقل کریں گے اور اُس کے حروف بنانے کے طریقے کی بھی نقل کریں گے۔ محض مکمل لفظ یا جملہ ہی نہیں۔ اِس لئے یہ بہتر ہے۔ کہ اُستاد خود جماعت کے سامنے جملہ لکھے۔ بجائے اِس کے کہ نمونہ کا جملہ اُن کی کاپیوں میں لکھا ہوا ہو۔ بیشک یہ کاپیاں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ مگر جب کبھی ممکن ہو۔ اُستاد خود جملہ لکھے۔ تاکہ بچے اُسے لکھتے وقت دیکھ سکیں۔ تاثر آفرینی ۔ (Suggestion) اور نقل کرنے کا ملکہ بچہ میں بہت پایا جاتا ہے۔ پس اگر اُستاد جماعت کا خط اچھا بنانا چاہتا ہے۔ تو پہلے اُسے اپنے خط کی احتیاط رکھنی چاہئے +

خط کو بہتر بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے۔ کہ بچوں کے خط میں ایک تدریج پیدا کی جائے۔ اُستاد کے پاس خط کے مختلف نمونے ہیں۔ فرض کیجئے پانچ یا چھ مختلف نمونے ہیں۔ اِن میں خط کا ایک نمونہ نہایت اچھا ہوگا۔ اور ایک نہایت ہی بُرا ہوگا۔ باقی اِن دونوں کے درمیان مختلف درجوں پر ہوں گے۔ اُستاد خود فیصلہ کرسکتا ہے۔ کہ وہ خط کے کتنے نمونے یا درجے رکھنا چاہتا ہے۔ عمدہ بات یہ ہے۔ کہ ہر جماعت کے لئے اِس قسم کے مقررہ معیاری نمونے ہوں۔ لیکن جب تک یہ نہیں ہوتا۔ اُستاد خود یہ کام کرسکتا ہے۔ گو یہ بے ڈھنگا یا بھونڈا ہو۔ مگر اِس سے اُسے بہت مدد ملے گی +

بار بار اُستاد جماعت سے کچھ نہ کچھ لکھاتا ہے۔ اور اُنہیں بتادیتا ہے۔ کہ اُن کے خط کے درجے مقرر کئے جائیں گے۔ پس اُنہیں نہایت ہی خوشخط لکھنا چاہئے۔ جب وہ اِس کام کو ختم کرلیں۔ تو وہ اپنے مرتب کئے ہوئے نمونے نکالتا ہے۔ مثلاً ا - ب یا ۱ و ۲ وغیرہ وغیرہ۔ وہ ہر بچہ سے پوچھتا ہے۔ کہ اُس کا خط کونسے نمونے سے ملتا جلتا ہے۔ پھر اُستاد اُس کی تصدیق کرتا ہے۔ یا اگر بچہ کا اندازہ بالکل غلط ہو۔ تو وہ اور کوئی نمونہ اُس کو بتاتا ہے۔ جو اُس کے خط کے لگ بھگ ہے۔ پھر بچے کو اپنے نمونہ کا پتہ چل جاتا ہے۔ اِن نمونوں کی فہرست رکھی جاتی ہے۔ پندرہ دِن کے بعد پھر اِس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اگر

کوئی طالب علم سمجھتا ہے۔کہ وُہ اپنا خط بہتر بنا سکتا ہے۔تو وُہ اپنا خط دکھانے کے لئے جب چاہے لا سکتا ہے۔جن نمونوں کے مطابق درجے مقرر کئے گئے ہیں۔اُن کو دیوار پر نہ لٹکایا جائے۔کیونکہ اِس میں بُرے نمونے بھی ہوں گے۔اور درمیانہ درجے کے بھی۔صرف اعلےٰ خط کے نمونے دیوار پر لٹکائے جائیں۔اِس قسم کی باتوں سے بچوں کے دل میں اپنے خط کو بہتر بنانے کی تحریک ہوتی ہے۔وُہ اپنے کام پر خود نکتہ چینی کرنا سیکھتے ہیں۔وُہ جہاں ضرورت ہو وہاں خاص مدد حاصل کر سکتے ہیں۔مڈل کی جماعتوں میں بھی ایسی ہی کوئی سکیم استعمال ہو سکتی ہے۔اعلےٰ جماعتوں میں جب لکھائی درجے مقرر کرنے کے لئے کرائی جائے۔تو اِس کے لئے وقت مقرر ہو۔تاکہ رفتار اور خوبی دونو کا پتہ لگ سکے۔چوتھی جماعت سے اوپر عام تحریری کام میں رفتار کی طرف توجہ دی جائے۔بشرطیکہ بنیاد عمدہ رکھی گئی ہو۔لیکن رفتار پر بہت ہی جلد زور نہ دینا چاہئے

اگر اُستاد خط کو بہتر بنانے کی کوشش میں ہو تو ایسی کسی بات میں خاص مشق کرائی جا سکتی ہے۔ جو زیادہ توجہ طلب ہو بچوں سے کچھ عرصہ کے لئے اس خاص بات کی مشق کرائی جائے مثلاً بعض حروف کے کسی مجموعہ کی شکل یا حروف کا درمیانی فاصلہ۔اُستاد خود غور سے مشاہدہ کرے کہ ہر طالب علم کس طرح لکھتا ہے پھر وُہ اس قابل ہوگا۔کہ پتہ لگا سکے کہ طالب علم کہاں غلطی کرتا ہے۔اور اُسے کس بات میں مشکل پیش آتی ہے۔اُسے معلوم ہو جائے گا کہ کونسی حرکت کی مشق ضروری ہے۔نشست اور لکھائی کے سامان کی طرف توجہ دینی چاہئے۔بہت سے پرائمری مدارس میں نشست کی صورت یہ ہوتی ہے۔کہ تختی یا سلیٹ ایک گھٹنے پر ہوتی ہے۔اور دوسرا گھٹنا زمین پر ہوتا ہے۔غالباً یہ نشست بہت اچھی ہے۔میرا خیال ہے۔کہ اگر بچوں کے پاس چھوٹے چھوٹے ڈیسک ہوں تو بہت اچھا ہوگا۔لیکن چونکہ اکثر مدارس میں یہ ناممکن ہے پس استاد یہ احتیاط کرے کہ بچے ابتدا ہی سے مروّجہ نشست کے عادی ہو جائیں۔جب بچے ایسی جماعتوں میں چلے جائیں۔جن میں ڈیسک استعمال ہوتے ہوں۔وہاں پھر نشست کی طرف توجہ مبذول ہونی چاہئے۔عموماً ہمیں بچوں کو وہی نشست اختیار کرنے دینا چاہئے۔جن میں اُنہیں زیادہ سہولت ہو۔مگر پھر بھی چند ایک باتوں کا دیکھنا ضروری ہے۔طالب علم پیچھے ہٹ کر نشست کے وسط میں بیٹھے۔کولھوں کا زور ذرا آگے کو ہو کہنیاں ڈیسک کے کنارے پر ہوں۔اور کاغذ بچے کی سہولت کے لئے آگے کو ترچھا

ہو۔ اور نئے جماعتوں میں سلیٹیں اور سلیٹ پنسلیں استعمال کی جائیں۔ تختیوں اور سیاہی کا استعمال جلد ہی شروع کر دینا دونو پہلو رکھتا ہے۔ یعنی اِس میں نقصان بھی ہے۔ اور فائدہ کا امکان بھی۔ مگر اس سے صفائی کی عادات سکھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ سیاہی اُس وقت تک استعمال نہ کی جائے جب تک بچے اسے احتیاط کے ساتھ استعمال کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ جب وُہ سیاہی اور سرکنڈے کی قلم استعمال کرنا شروع کریں تو قلم اچھی طرح تراشی ہوئی ہو۔ اور اُستاد اِس پر توجہ صرف کرے جب کاغذ پر لکھنا شروع کیا جائے۔ تو پہلے سیاہی اور قلم نہیں بلکہ پنسل استعمال کی جائے +

لکھائی کے لئے ہدایات

۱۔ **قلم تراشنا۔** قلم کو دائیں اور بائیں پہلو سے بتدریج کاٹتے لاؤ۔ یہاں تک کہ جس قدر موٹا یا مہین بنانا منظور ہو بن جائے۔ درمیان میں شگاف دو۔ پھر قلم صاف کر کے تیز چاقو سے کسی سخت لکڑی پر قط لگاؤ +

۲۔ **قط۔** قط اُس صُورت میں دو کہ اوپر اور نیچے کی نوک اِس قدر کٹے کہ قدرے ترچھا پن باقی رہے۔ یعنی درمیانی اُنگلی اور چوتھی اُنگلی کے سروں پر خط مماس کھینچنے سے جس قدر ترچھا پن پیدا ہوتا ہے۔ قط اسی قدر ترچھا بنایا جائے +

۳۔ **دہن قلم۔** قلم کے مُنہ کی لمبائی اُس کے محیط کے برابر ہونی چاہیئے +

۴۔ **گرفت قلم۔** درمیانی اُنگلی پر قلم کو رکھ کر انگوٹھے اور اُس کے پاس والی اُنگلی سے قلم کو نرمی سے پکڑو اور بائیں ہاتھ سے تختی یا کاغذ کو پکڑو اور دہنے زانو پر رکھ کر لکھو۔ میز یا ترچھے ڈسک پر رکھ کر بھی لکھ سکتے ہو +

۵۔ **نقطہ۔** نقطہ مربع شکل کا ہونا چاہیئے (ایک نقطہ ▪ دو نقطے ▪▪)

۶۔ **حروف لکھنا۔** حروف تین تین لکیروں پر لکھے جائیں۔ تین لکیروں کے درمیان دو نالیاں ہوں گی۔ ہر دو نالیوں کا درمیانی فاصلہ مجوزہ قلم کے قط سے ڈھائی گُنا ہو گا +

۷۔ **نشست و کُرسی۔** اِن تین لکیروں میں سے درمیانی لکیر کو خطِ نشست یا کرسی کہتے ہیں۔ دامن اور دائرے ج ع س ش ص ق ل ن ی یہ سب نیچے

والی لکیر سے ملے رہیں اور ی ر م و ہ ان کا درمیانی حصہ خط کرسی پر رہے ش ط ک کہ ل کے بالائی سرے اوپر کی لکیر سے باہر نکلے رہیں +

ا - تین قط کھڑا - آدھ قط موٹا - ابتدا سے انتہا سے باریک ہو +

ب - شروع سے ترچھی نوکدار - آخری سرا لمبی ب کا گول - چھوٹی ب کے دونو سرے نوکدار - لمبائی ۱۱ - قط پانچ قط اور تین قط -

ج - سرا بمعہ نوک ۱½ قط - چوڑائی و گہرائی ۲½ قط -

د - اوپر کا سرا ڈیڑھ قط گول - دہانہ دو قط نیچے کہ کی لمبائی ۲ قط -

ر - اونچائی ۲ قط چوڑائی ایک قط -

س - پہلا دندانہ ½ قط - دوسرا دندانہ ایک قط - چوڑائی و گہرائی تین تین قط -

ش - کشش و مد ۱۱ قط - ترچھا حصہ ۶ قط - سیدھا حصہ ۵ قط - دائرہ بدستور -

ص - سر کی ترچھی لکیر ایک قط - نقطہ مدور ایک قط - نچلا حصہ ۲ قط خالی جگہ ۱½ قط - دائرہ مثل سین +

ط - الف ۳ - قط نقطہ مدور ایک قط - نیچے ر افتادہ +

ع - سر ½ قط پڑا اور ½ قط ترچھا - نیچے سے خالی اوپر سے گول - ایک نقطہ مدور خلا ایک قط دامن ج +

ف - سر نیچے سے قدرے ترچھا اوپر سے گول - دو بار قلم چلا کر گولائی بنائیں - باقی حصہ ب جیسا -

ق - سر ف کی مانند - دائرہ کی چوڑائی ۲½ قط - گہرائی بدستور +

ک - سر مثل الف - پڑا ہوا حصہ مثل ب - مرکز یعنی اوپر کا ترچھا حصہ ۳ قط +

ل - الف لام ۵ قط - دائرہ بدستور +

م - سر نقطہ چوکور - دو بار قلم پھیر کر ½ نقطہ سر کھلا رکھیں - نیچے ½ دائرہ الٹا - دم باریک ہو +

ن - نون کا الف ۲ - قط - موٹائی ½ قط - دائرہ مثل سین - و - سر مثل ق - ر ۱½ قط ہ - اوپر کا حصہ مدور - نچلا حصہ الٹا س - درمیانی سفیدی ایک قط - ی - سر ترچھا ہو - نوک نقطہ مدور سے ملے دائرہ بدستور - ے - ر افتادہ ۲ قط - مد ۱۱ قط - لمبائی ۱۱ قط یا ۵ قط +

ا ب ب ج د ر س ش ص ط ع ف ف

ک ک ق ل م ن و ہ ھ ﮩ لا ء

ی ے

آزاد حرکات سے لکھنا سکھانا

اُستاد کے لئے ہدایات

۱- اُستاد ٹوٹے ہوئے پُل کی شکل تختہ سیاہ پر بنا کر جھٹ ڈالے (دائیں سے بائیں طرف اور بائیں سے دائیں طرف، گنتی کے ساتھ ۱، ۲- اسی طرح سڑک شہتیر اور لاٹھی وغیرہ کی حرکات ؛
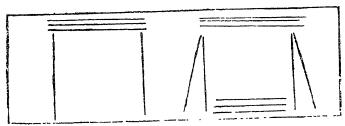
۲- باڑ بنانا- لوہے کے کھمبے بنانا- پائے بنانا- سیڑھی بنانا- اُوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر گنتی کے ساتھ ؛
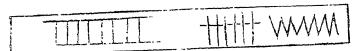
۳- کشتی بنانا- پیالہ بنانا- دیا بنانا- چاند بنانا وغیرہ ؛
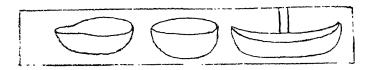
۴- درانتی بنانا- درانتی کے دندانے بنانا- آری بنانا- آری کے دندانے بنانا ؛
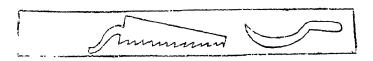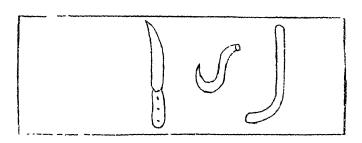
۵- ہاکی بنانا- دات بنانا- چھڑ بنانا- اُلٹی چھڑی بنانا ؛

۶ - خربوزہ بناؤ - انڈا بناؤ - چاند بناؤ - سورج بناؤ - روٹی بناؤ +

۷ - بڑے چھوٹے انڈے بناؤ - خربوزے بناؤ +

متفرق
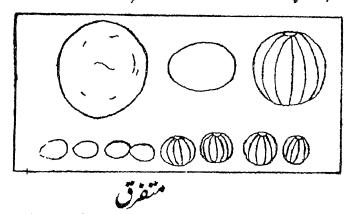
۱ - لڑکے کی تصویر بناؤ - سر بنانا - گردن - دھڑ بازو اور ٹانگیں بنانا الگ الگ حصے بنانا - اور پھر اُن کو جوڑنا -
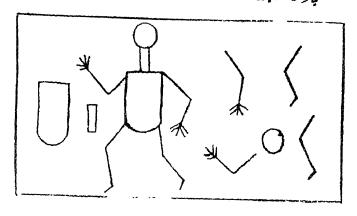
۲ - مندرجہ بالا طریقے سے مرغی کی تصویر بنانا +

۳- چارپائی بنانا اور چٹائی بنانا

پانچواں باب

تحریری کام

مدرس کو اپنے کام کی بنیاد مندرجہ ذیل اصولوں پر رکھنی چاہئے :-
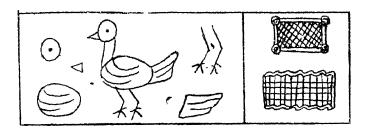
۱- اِس کا مقصد یہ ہے۔ کہ اپنے طلباء کو ایسی اُردو لکھنا سکھائے۔ جو سلیس اور سادہ ہو۔ مگر اِس کے ساتھ ہی صحیح بھی ہو۔ اُس کا مقصد اپنے طلباء کو ایسی تربیت دینا ہوگا۔ کہ وہ لفظوں کو محض لفظوں کی خاطر ہی استعمال کرنے سے اجتناب کریں۔ اُنہیں جو کچھ وہ کہنا چاہیں۔ سادگی اور صفائی کے ساتھ کم سے کم لفظوں میں ظاہر کرنے کی عادت ہونی چاہئے۔ ایک نہایت بُری عادت جس کے ہم میں سے بہت سے لوگ شکار ہیں۔ یہ ہے کہ ہم طلباء کو ایک موضوع کے متعلق بہت زیادہ لکھنے کو کہتے ہیں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بچوں میں بے فائدہ الفاظ استعمال کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ مجبور ہیں۔ کیونکہ اُنہیں جگہ تو ضرور پُر کرنی ہے ؛

۲- اُستاد کا مطمح نظر یہ ہو کہ وہ بچہ کو رفتہ رفتہ ذخیرہ الفاظ پر عبور حاصل کرنے میں مدد دے اور اُس میں اِن لفظوں کو سہولت و سُرعت کے ساتھ استعمال کرنے کی استعداد پیدا ہو۔ جو الفاظ بچہ استعمال کرتا ہے۔ وہ اُس کے آلات ہیں۔ جس طرح ایک بڑھئی اپنے آلات کو صحیح طور پر استعمال کرتا ہے۔ اور اُن کے ساتھ صفائی اور سُرعت سے اشیاء تیار کر سکتا ہے۔ اُنہیں خوبصورت کرسی یا عمدہ میز بنانے میں استعمال کر سکتا ہے۔ اور اِس طرح لکڑی میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر دیتا ہے۔ اِسی طرح اُستاد پرائمری جماعتوں سے لے کر حصہ ہائی کے طلبا

میں یہ ملکہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ کہ اُنہیں اپنے آلات کے استعمال میں مہارت حاصل ہو تاکہ وُہ اظہار مطلب کے لئے اُنہیں سہولت و صفائی کے ساتھ استعمال کر سکیں۔ اگر بچے کی تعلیم درست ہو رہی ہے۔ تو اُس کے دل میں خیالات ہوں گے۔ لیکن اُسے الفاظ اور فقرات دریافت کرنے کے لئے مشکل پیش آتی ہے۔ تاکہ وُہ اپنے خیالات کو صحت اور صفائی کے ساتھ دوسروں تک پہنچا سکے۔ اُستاد کے فرائض میں سے ایک بچے میں یہ قابلیت پیدا کرنا ہے۔ کہ اُس کے پاس موزوں الفاظ کا ذخیرہ ہو۔ اور وُہ اِن کے استعمال پر قادر ہو۔

۳۔ اُستاد کو زباندانی میں خداداد قابلیت کی کھوج میں رہنا چاہئے۔ جب کہیں یہ جوہر ہاتھ آ جائے تو اُسے ہر پہلو سے اِس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ گو اُسے کوئی فوق العادۃ یا نہایت ہی ذکی طالب علم نہ ملے۔ لیکن اکثر اُسے ایسے طالب علم ضرور ملیں گے۔ جو ذرا سی حوصلہ افزائی اور اعانت کے ساتھ اعلےٰ درجہ کا کام کرنے لگیں گے۔ ہم بچہ کی مکتبی زندگی میں اس کا کھوج لگانا جتنا جلد شروع کریں کم ہے۔ جونہی بچہ لفظوں کو جملوں میں استعمال کرنے لگے اور اُنہیں کاغذ پر لکھنے لگے۔ اُستاد زبان کے استعمال کے شوق اور قابلیت کے جوہر کی کھوج میں لگ جائے ٭

اُسے اپنے طلبا کی قوت متخیلہ کی نشو و نما کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اور اُنہیں اپنی قوت متخیلہ کے استعمال اور مشق کے زیادہ سے زیادہ مواقع بہم پہنچانا چاہئے۔ وُہ فضا جس میں مادری زبان کی تدریس ہو۔ ایسی ہو کہ وُہ بچہ کو اپنے تخیلی قواء کے آزادانہ اظہار کی ترغیب دلائے۔

۴۔ ابتدائی مراحل میں زبانی کام تحریری کام سے مقدم ہونا چاہئے۔ اور طلبا کو تحریری کام کے لئے تیار کرنے کی پہلی منزل کی حیثیت سے اِسے خاص درجہ حاصل ہونا چاہئے۔
فی الحقیقت اکثر صورتوں میں بچوں کو لکھنا سکھانے کا احسن طریقہ یہ ہے۔ کہ اُنہیں اُسی طرح لکھنے کی ترغیب دلائی جائے۔ جس طرح وُہ بولتے ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۱ باب ۲) بولنے میں ایک ایسا قدرتی عنصر ہے۔ اور ایک ایسی آمد ہے۔ جو تحریر میں مفقود ہو جاتی ہے کیونکہ یہ ایک مصنوعی شے دکھائی دیتی ہے۔ پس ایک مصنوعی ذخیرہ الفاظ اور مصنوعی

اسلوب استعمال کیا جاتا ہے۔ میرے مطلب کو سمجھنے کے لئے آپ کسی بچے کی مضمون نویسی کی کاپی اُٹھا کر اس میں خط لکھا ہوا پڑھیں۔ جو اُس نے اپنی جماعت میں اُستاد کو دکھانے کے لئے تحریر کیا ہے۔ مدرسہ میں بچوں کو خطوط نویسی کی تربیت اِس طرح نہیں دی جاتی جیساکہ وُہ کسی شخص سے بالمشافہ باتیں کر رہے ہوں۔ چنانچہ اسی طرح ایک بچے کے اُس بیان میں جو ایک واقعہ کے متعلق وُہ اپنے دوستوں کو سُناتا ہے۔ اور اُس بیان میں جو وُہ مدرسہ میں تحریر کرتا ہے۔ نمایاں فرق ہوگا۔ لہٰذا اُستاد کو لازم ہے۔ کہ وُہ اس رکاوٹ کو جو بچے کے قدرتی اظہار اور اُس کی تحریر میں حائل ہے۔ رفع کرنے کی کوشش کرے۔ اِس میں کامیابی حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے۔ کہ زبانی کام پر بہت زیادہ زور دیا جائے۔ اور بچوں کو ایسی تربیت دی جائے۔ کہ جس طرح وُہ بولتے ہیں اُسی طرح لکھیں ؞

اِس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ کہ اُستاد اپنے طلباء کو قدرتی اسلوبِ تحریر کی تربیت دیں۔ یعنی جو کچھ وُہ لکھیں وُہ اُن کا اپنا ہو۔ کاغذ پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی ابتدائی کوششوں ہی سے وُہ اِس بات کا لحاظ رکھیں۔ اُنہیں اسلوبِ تحریر کی نقل کرنا نہ سکھایا جائے۔ بلکہ وُہ خود اپنا اُسلوب قائم کریں۔ اِس کا اطلاق شائد حصہ مڈل اور ہائی کی جماعتوں پر زیادہ ہوتا ہے۔ مگر نیچرل ہونے کی عادت ابتدا ہی سے سکھائی جائے نقل کا مطلب اکثر یہی ہوتا ہے۔ کہ لفظوں کی شعبدہ گری کی نقل کی جائے۔ اور اِس میں اِس حقیقت کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ کہ اُسلوب کو شخصیت سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ہر چہ باد اباد بچوں کو اپنی شخصی طرزِ تحریر پیدا کرنے اور اپنے خیالات کو اپنے طریقے سے بیان کرنے کی تربیت دی جائے۔ اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ اُنہیں اسلوب تحریر کے اچھے نمونوں سے روشناس نہ کرایا جائے۔ جو اُن پر ایسا اثر کریں گے جس کا اُنہیں بالفعل شعور نہ ہوگا۔ مگر اُنہیں اپنے اُستاد یا کسی دوسرے شخص کے اسلوب کے نکات کی نقل کرنے کی ہرگز تربیت نہ دی جائے۔ جوں جوں وُہ بڑھتے جائیں گے۔ اور زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں گے۔ وُہ خود ایک اسلوب پیدا کرلیں گے۔ جو اُن کا اپنا ہوگا۔ اور کسی دوسرے کی نقل نہ ہوگا ؞

تمام کام میں اِس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ہمارے طلبا ء اپنی تحریر میں ریاکار نہ بننے پائیں۔ وُہ اپنے حقیقی خیالات اور احساسات کو حیطۂ تحریر میں لائیں۔ ایسا کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے۔ جس سے طالب علم اپنے خیالات کے اظہار کی بجائے وُہ باتیں تحریر کرے جن کو وُہ سمجھتا ہے۔ کہ اُستاد کو مطلوب ہیں۔ ہم اپنے طلباء میں صحیح عادت مشاہدہ پیدا کریں۔ اور اپنے مشاہدہ کو صحت و صفائی کے ساتھ بیان کرنا سکھائیں طالبعلم وہی بات کہے اور وہی بات لکھے جو اُس نے خود سوچی ہے۔ اُسے یہ خیال پیدا نہ ہو۔ کہ مجھے یہ بات لکھنی چاہیئے خواہ یہ اُس نے خود نہ سوچی ہو۔ جس مضمون کے متعلق وُہ لکھتا ہے۔ اُس کے متعلق اپنے ہی تاثرات اور احساسات کا اظہار کرے +

۶ - اگر ہم تحریری کام کو کامیاب بنایا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں یہ وثوق حاصل ہونا چاہیئے۔ کہ طالب علم واقعی مضمون کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اُس کے متعلق اُس کے دل میں خیالات ہیں۔ بعض مضامین ایسے ہیں۔ جن میں بچہ کو ہرگز کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اُن کے متعلق کچھ لکھنا اُس کے لئے نہایت مشکل ہے۔ اِس کے برعکس بہت سی باتیں ہیں۔ جن میں اُسے غضب کی دلچسپی ہے۔ اور اُن کے متعلق لکھنے کا اُسے از حد شوق ہے۔ اگر ہم اپنی محنت کو بار آور دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ہم ایسے مضامین تلاش کریں گے۔ جن سے بچہ کو دلچسپی ہے۔ اور اُسے اِن ہی کے متعلق لکھنے کا موقعہ دیں گے۔ اُستاد کو پتہ لگانا چاہیئے۔ کہ بچہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ اور پھر اُسے سادگی اور صفائی کے ساتھ بیان کرنے میں مدد دے۔ بچے میں یہ عادت ہوتی ہے۔ کہ وُہ کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ اور جو کچھ کرتا ہے۔ اُس کے متعلق لوگوں کو بتانا چاہتا ہے جب وُہ لکھنا سیکھ لیتا ہے۔ تو ابتدا میں اُسے اُن باتوں کے متعلق لکھنے کا شوق ہوگا۔ جو اُس سنے کی ہیں۔ اور جو کچھ اُس کے تجربہ میں آیا ہے۔ فی الحقیقت یہ مثال ہر شخص پر صادق آتی ہے۔ خواہ بالغ ہو یا بچہ۔ بچہ کو گائے یا گھوڑے پر جواب مضمون لکھنے میں چنداں دلچسپی نہیں۔ گو اُسے اِس بات میں دلچسپی ہو سکتی ہے۔ کہ اُس نے گائے کا دودھ نکالنا کیونکر سیکھا +

ممکن ہے۔ کہ بچہ کو اس بات کا شعور نہ ہو۔ مگر اُس کا لکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ وُہ دوسرے لوگوں کی آگاہی کی خاطر تحریر کرے یا دوسروں کے فائدہ کی خاطر اپنے شخصی احساسات اور تجربات کو بیان کرے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بڑوں کی طرح بچہ حاضرین کی ایک جماعت کی خاطر بولنا یا لکھنا چاہتا ہے۔ وُہ کسی سُننے والے کے سامنے اپنا تجربہ بیان کرنے کا بڑا اشتیاق ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہی بات اُسے مدرسہ میں مشق کے طور پر کرنی پڑے جس میں کسی کو دلچسپی نہیں تو اُس کے لئے ایک بیگار بن جاتی ہے۔ اُسے یہ پتہ ہوتا ہے۔ کہ میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وُہ ایک بات کے متعلق کما بیش صحیح بیان ہے۔ اور اُستاد اُس سے پہلے ہی آگاہ ہے۔ اِس میں حاضرین کا محرک موجود نہیں۔ اگر بچہ کو پتہ ہو کہ جو کچھ وُہ لکھ رہا ہے اُس کے متعلق اُستاد کو بالکل واقفیت نہیں۔ تو اُستاد بھی ایک حقیقی سامعین جماعت کا کام دے سکتا ہے۔ بے شک جماعت اور والدین بھی سامعین کا کام دے سکتے ہیں۔ دوست اور کسی دوسری جماعت کے طلبا بھی اِس کام کا محرک ثابت ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم طلبا میں اُن مضامین کے متعلق لکھنے کا شوق پیدا کیا چاہتے ہیں۔ جن سے اُنھیں دلچسپی ہے۔ اور اُن میں لکھنے کا ملکہ اور جوش نشوونما کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اُن کو انتخابِ مضامین میں کافی وسعت دینی پڑے گی +

۷۔ مادری زبان میں تحریری کام بچوں کا معقول طور پر سوچنے میں مد ثابت ہونا چاہیئے۔ بچوں کو ایسی تربیت دی جائے۔ کہ وُہ اپنے خیالات کے اظہار میں منطقی ترتیب کو مدنظر رکھنا سیکھیں۔ اور زبان کا استعمال کچھ اِس سلیقے سے کریں۔ کہ اُس سے خیال کو امداد ملے اور خیالات میں پراگندگی پیدا نہ ہو۔ ابتدائی مراحل میں یہ کام کہانی کے استعمال سے انجام دیا جا سکتا ہے۔ بعد میں خلاصہ اور ملخص[۵] تیار کرنا کارآمد ثابت ہو سکتا ہے +

۸۔ تحریری کام کی بُنیاد تربیتِ مشاہدہ پر رکھنی چاہیئے۔ جو کچھ بچے دیکھتے ہیں۔ اور جو کچھ اُن کے تجربہ میں آتا ہے۔ وُہ اُس کا غور اور صحت کے ساتھ مشاہدہ کرنا سیکھیں

---

[۵] لُبّ لباب +

بے شک یہ ایسی تربیت اور ایسی مشق ہے جو اُن کی تمام مکتبی زندگی میں جاری رہے گی۔ مگر اس کا آغاز ابتدا ہی سے کر دینا چاہئے۔ اگر بچوں کو ابتدا ہی سے مشاہدہ کرنا اور جو کچھ وُہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اُس کے نتائج کا تحریر کرنا سکھایا جائے۔ تو آپ دیکھیں گے۔ کہ وُہ بڑوں کی نسبت زیادہ باریک بین بن جاتے ہیں۔ بالخصوص اُن معاملات میں جن سے اُنہیں دلچسپی ہے۔ زبانی یا تقریری کام سے صحیح مشاہدہ کی ترغیب ہوتی ہے ؛

۹۔ شاید اس بات پر زور دینا تحصیل حاصل ہے۔ کہ اگر ہم اپنے کام کے خوشگوار نتائج دیکھنے کے متمنی ہیں (اور یہ نہ صرف تحریری کام پر صادق آتا ہے۔ بلکہ سارے کام پر) تو یہ نہایت ضروری ہے کہ جماعت کے کمرہ میں دوستی کی فضا طاری ہو۔ بچے آرام سے بیٹھے ہوں۔ کسی طرح کی کشمکش اور کھینچا تانی نہ ہو وقت کی قیود کا خطرہ نہ ہو۔ خوف کا شائبہ نہ ہو۔ بچے اِس قدر بے تکلف ہوں۔ جیسا کہ وُہ کھیل کھیلتے وقت ہوا کرتے ہیں۔ جماعت کے کمرہ میں دوستی کا رنگ غالب ہو۔ اگر بچہ اُستاد کو سامعین جماعت سمجھ کر کچھ لکھ رہا ہو۔ تو وُہ ایک ایسی جماعت کے لئے لکھ رہا ہوگا۔ جو اُس کی دوست اور ہمدرد ہے ؛

عملی کام - پرائمری جماعتیں

اب ہم تحریری کام کے مختلف انواع پر غور کریں گے پہلے ہم اُس کام پر بحث کریں گے۔ جو ابتدائی جماعتوں میں انجام دیا جاسکتا ہے ؛

۱۔ کام کو شروع کرنے کا ایک دلچسپ طریقہ یہ ہے۔ کہ بچوں سے الفاظ کی کتابیں تیار کرائی جائیں۔ یہ کتابیں بچے خود ایسے کاغذوں سے تیار کر سکتے ہیں۔ جن پر وُہ لکھ سکیں۔ ہر صفحہ کے بالائی نصف حصّہ میں بچے کوئی ایسی تصویر چسپاں کر سکتے ہیں۔ جو اُنہوں نے کسی اخبار یا رسالہ یا پرانی کتاب میں سے کاٹی ہے۔ یا وُہ خود ہی تصاویر بنا سکتے ہیں۔ اِن تصویروں کے نیچے وُہ اُن چیزوں کے نام تحریر کرتے ہیں۔ جو تصویر میں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ لفظ اُستاد تختہ سیاہ پر لکھے گا۔ اور بچے اُس کی نقل کریں گے۔ لہٰذا فی الحقیقت یہ نقل نویسی کی مشق ہوگی۔ کتاب کے سرورق پر اُس کا نام مثلاً "پھولوں کی کتاب" "پرندوں کی کتاب" "باغوں اور مکانوں کی کتاب" "موٹروں کی کتاب" علیٰ ہذا۔ شروع شروع میں یہ کتابیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔ مگر رفتہ رفتہ وُہ حجم میں بڑھتی چلی جائیں

گی۔ تاہم اُن کا حجم تصویروں کے میسر آنے یا بچوں کے شوق مطالعہ کی وسعت پر منحصر ہوگا۔ اِن کتابوں سے بچے کو ایسے لفظ یاد ہو جائیں گے۔ جنہیں وہ لکھتے وقت استعمال کر سکتا ہے۔ یا اُس موضوع پر لکھتے وقت کام میں لا سکتا ہے۔ جن کا ذکر اُس کی کتاب میں آچکا ہے۔ یعنی وہ اُس کے لئے ایک طرح کی خود ساختہ لغت بن جائیں گے۔ اس سے ذرا مشکل کام یہ ہے۔ کہ ایسی تصاویر لی جائیں۔ جن میں کوئی کام دکھایا گیا ہے۔ اس کے لئے الفاظ کی وہ فہرستیں تیار کی جائیں گی۔ کہ ایک میں ایسے لفظ ہوں گے۔ جو ناموں کو ظاہر کرتے ہیں۔ دوسری میں ایسے لفظ ہوں گے جن سے کام ظاہر ہوتے ہیں۔ اس صورت میں شاید نصف صفحہ پر تصویر ہوگی۔ اور ایک نصف اور ایک پورے صفحے پر الفاظ تحریر ہوں گے۔ یہ بات تصویر پر اور اُس کی تفصیلات پر منحصر ہوگی۔

دوسری اور تیسری جماعت میں تحریری کام زیادہ تر نقل نویسی ہوگا۔ آسان مشقیں جن کی طرف اِشارہ ہوا ہے۔ استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اِملا شاذ و نادر لکھائی جائے۔ اور اِس بات کو کبھی فراموش نہ کیا جائے۔ کہ اِملا دراصل ہے کیا؟ جب یہ استعمال کی جائے۔ تو چاہئیے کہ اس سے تعلیمی افادہ مقصود ہو۔ اور بہت کم آزمائش یا امتحان۔ یعنی جو اِملا لکھائی جائے۔ اُس کا پیرا بچوں کو بتا دیا جائے۔ بچے اُسے احتیاط سے پڑھ لیں۔ وہ اِسے اِس مقصد سے پڑھیں گے کہ انہیں اِملا لکھنی ہے۔ یہ نہ ہو کہ اُستاد جہاں سے چاہے۔ پیرا منتخب کرلے۔ اور بلا تیاری کئے جماعت اُسے لکھے۔ بچوں کی آزمائش زبانی کی جائے۔ اِس طرح بُری عادتوں کے وجود میں آنے کا احتمال نہ ہوگا۔

مشقیں جو استعمال کی جا سکتی ہیں

۱۔ خالی جگہوں کو پُر کرنا:۔ یہ اِس قسم کی مشق ہے جو جماعت کی لیاقت کے مطابق ڈھالی جا سکتی ہے۔ لہٰذا یہ اعلےٰ جماعتوں تک مفید ہے۔ اور استعمال کی جا سکتی ہے۔ پرائمری جماعتوں میں یہ بالکل سادہ ہوگی۔ ادنےٰ جماعتوں میں بالعموم اُن لفظوں کی فہرست بتائی جاتی ہے گی۔ جن سے چُن کر لفظ خالی جگہوں میں پُر کئے جائیں گے۔

۲۔ جو کچھ پڑھا گیا ہو اُس کے متعلق سوالات کے جوابات:۔ یہ مشق دوسری جماعت سے شروع کی جا سکتی ہے۔ یہ بھی اِس قسم کی مشق ہے۔ جو جماعت کی لیاقت کے لحاظ سے ڈھالی جائے گی۔ دوسری جماعت کے لئے سوالات اتنے سادہ ہوں گے۔ کہ اُن کے جوابات میں اور نقل نویسی میں مشکل

کے لحاظ سے تھوڑا ہی فرق ہوگا ؛

۳۔ تصویر کے متعلق سوالات دیے جا سکتے ہیں۔ جو الفاظ جوابات میں استعمال ہوں گے۔ وہ بتائے جا سکتے ہیں۔ یا نہ بھی بتائے جائیں۔ ادنیٰ جماعتوں میں الفاظ بتانے پڑیں گے۔ تصویروں کے متعلق ایسے جملے دیئے جا سکتے ہیں۔ جن میں لفظ بھرنے ہوں گے۔ یہ بھی جماعت کے مطابق آسان یا مشکل ہوگی ادنیٰ جماعتوں میں اُن الفاظ کی فہرست دینی پڑے گی جو استعمال کئے جائیں گے

۴۔ ایسا جملہ لکھا جا سکتا ہے جس میں ایک لفظ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس جملہ کے آخر میں قوسین کے درمیان تین چار لفظ لکھ دیئے جائیں جن میں سے بچہ لفظ چن کر خالی جگہ کو پُر کرے گا۔ مثلاً

آسمان .... ہے۔ (ہرا۔ نیلا۔ جوان)

۵۔ اسی قسم کی مشق اجزا جملہ میں استعمال ہو سکتی ہے۔ بچوں سے صحیح۔ صفت۔ فعل۔ متعلق فعل۔ حرف جار۔ یا عطف؛ استعمال کرایا جائے۔ وہ مختصر فہرست میں سے چن کر صحیح لفظ استعمال کریں ؛

۶۔ دو فہرستیں دی جائیں۔ ایک فہرست میں جملوں کا ابتدائی حصہ ہو۔ دوسری میں آخری۔ بچے صحیح آخری حصہ چن کر مکمل جملہ لکھیں۔ یہ بھی اس قسم کی مشق ہے۔ جو جماعت کی لیاقت کے مطابق ڈھالی جا سکتی ہے۔ اسی قسم کی مشق سوالوں اور جواب کے ساتھ بھی استعمال ہو سکتی ہے۔ ہر دو فہرستیں لکھ دی جاتی ہیں۔ بچوں کو کہا جاتا ہے کہ ہر سوال کے ساتھ اُس کا جواب تلاش کر کے تحریر کریں۔ یہ سوال و جواب کسی ایسے سبق میں سے ہوں گے جو بچوں نے پڑھا ہے۔ یا کسی تصویر کے متعلق ؛

۷۔ ایسے جملے لکھوانا جن میں درسی کُتب کے لفظ اور فقرے استعمال کئے جائیں۔ یہ آسان شکل میں دوسری جماعت سے شروع کرائی جا سکتی ہے ؛

۸۔ جُملے دیئے جاتے ہیں۔ اور بچے اُن جملوں میں جو اسما اور افعال ہیں۔ اُنہیں صیغہ جمع میں بدل دیتے ہیں ؛

۹۔ ایسے جملے دیئے جاتے ہیں۔ جن میں الفاظ کی ترتیب غلط ہوتی ہے۔ بچوں کو کہا جاتا ہے۔ کہ ترتیب کو درست کر کے جملوں کو لکھیں۔ یہ بھی جماعت کے مطابق مشکل یا آسان ہو سکتی ہے ؛

۱۰۔ جملے دیئے جاتے ہیں۔ اور بچے اُن الفاظ کے متضاد (اُلٹ) تحریر کرتے ہیں۔ جن پر خط کھینچے گئے ہیں

۱۱۔ جملہ کا ایک حصّہ مسند یا مسند الیہ تحریر کیا جاتا ہے۔ بچے دوسرا حصّہ سوچ کر جملہ مکمل کرتے ہیں ؂

۱۲۔ جوابات لکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور بچوں سے ایسے سوالات بنوا کر لکھوائے جاتے ہیں۔ جن کا یہ جملے جواب ہوں ؂

۱۳۔ مضمون نویسی:۔

اوائل میں یہ کام نہایت سادہ اور ابتدائی ہوگا۔ اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ بچے اپنے ذاتی تجربہ یا مشغلہ کے متعلق چند سیدھے سادے مگر مربوط جُملے تحریر کریں۔ اس میں پہلے تقریری اور بعد ازاں تحریری کام کرایا جائے ؂

ذیل میں چند مشقیں درج ہیں۔ جو شروع میں کرائی جاسکتی ہیں:۔

ا۔ کس طرح۔ کب۔ کہاں: تمہیں ایک روپیہ ملا۔ (بچہ اِن تینوں باتوں کو بیان کرے گا) ؂

اُس نے ایک شیر دیکھا (" " ") ؂

آگ لگ گئی۔ (" " ") ؂

ب۔ کام کیونکر کیئے جاتے ہیں۔

اِن کاموں کا تعلق بچہ کی روزمرہ زندگی سے ہو مثلاً

آگ سُلگانا۔

روٹی پکانا۔

بیج بونا۔

صندوق بنانا۔

اس کے آسان اور مشکل ہونے میں بہت گنجائش ہے۔ چنانچہ یہ دسویں جماعت کے لئے بھی اتنا ہی موزوں ہے۔ جتنا چوتھی جماعت کے لئے ؂

ج۔ ایسی چیزوں کے متعلق بیان کرنا۔ جو روزمرہ استعمال میں آتی ہیں۔ مثلاً قلم۔ کتاب۔ فٹ بال۔ قینچی۔ ایک پھول میل کے نشان کا پتھر ؂

د۔ چوتھی اور پانچویں جماعت کے لئے " اگر میں .... گھبراتا ہوتا۔ کی مشقیں بہت

دلچسپ ہوا کرتی ہیں ۔ بچہ اپنے آپ کو ریلوے انجن ۔ خط ۔ موٹر لاری ۔ ٹانگہ ۔ فرض کر لیتا ہے اور پھر اپنی روزمرہ زندگی کا ایک دن بیان کرتا ہے ؛

اس مشق کی ایک اور صورت یہ ہے ۔ کہ "فرض کریں" بچے اپنے آپ کو کوئی جانور مثلاً گائے ۔ پرندہ ۔ کتا ۔ فرض کر لیتے ہیں ۔ اور پھر اپنی روزانہ زندگی میں ایک دن کو صیغہ متکلم استعمال کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں ۔ یا وہ اپنے آپ کو کوئی اور شخص مثلاً "اپنا استاد" "سپاہی" "چٹھی رساں" فرض کر لیتے ہیں ۔ اور پھر اپنے فرائض کو بیان کرتے ہیں ؛

۱۴۔ مکالمے یا گفتگو :۔

چوتھی اور پانچویں حتیٰ کہ تیسری جماعت میں بھی بچے ایسے سادہ مکالمے تحریر کر سکتے ہیں ۔ جو بتدریج چھوٹے چھوٹے ڈراموں کی صورت اختیار کر سکتے ہیں ۔ پہلے یہ مکالمے اُن اشخاص کے درمیان لکھوائے جائیں جن کا ذکر کسی ایسی کہانی میں ہے ۔ جو بچوں نے پڑھی ہے ۔ اور جہاں سے گفتگو یا مکالمہ کا مواد دستیاب ہو سکتا ہے جب اِس میں بچوں کو کچھ مہارت حاصل ہو جائے ۔ تو بچوں سے خیالی مکالمے مثلاً ایک گھوڑے اور موٹر کے درمیان ۔ ایک سبزی اور پھول کے درمیان ایک خط اور تار کے درمیان پکی اور کچی اینٹ کے درمیان لکھوائے جا سکتے ہیں ۔ رفتہ رفتہ یہ مکالمہ نویسی مختصر سادہ تمثیلوں کا رنگ اختیار کر سکتی ہے ۔ جہاں کہانیوں کو ڈراموں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے ۔ اگر اُن اشارات کے مطابق عمل کیا جائے ۔ جو تقریری کام صفحہ ۹ کے ضمن گذر چکے ہیں ۔ تو ڈرامہ نویسی اُن کے مطابق ہی عمل میں آئے گی ؛

۱۵۔ خطوط نویسی :۔

یہ کام تیسری جماعت سے شروع ہوگا ۔ چوتھی اور پانچویں جماعت میں بھی جاری رہے گا ۔ ابتدا میں قدرتی طور پر خطوط سادہ ہوں گے ۔ مگر خطوط خواہ سادہ ہوں یا مشکل مگر اصول وہی کارفرما ہوگا یعنی رشتہ داروں اور احباب کے نام خطوط بالکل قدرتی ہوں ۔ اور بچے کو خط لکھنا اس طرح سکھایا جائے جس طرح وہ اُس شخص سے بالمشافہ باتیں کرتے ہیں جس کے نام خط تحریر کیا جاتا ہے ۔ اِس مشکل پر عبور حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے ۔ کہ خطوط اُن اشخاص کے نام لکھوائے جائیں جن سے بچے واقف ہیں ۔ یا جو اشخاص اُن کے نقطہ نگاہ سے حقیقی ہیں ۔ اُنہیں محض ایک مشق

تصور نہ کیا جائے۔ پانچویں جماعت میں کاروباری خطوط اور دعوتی رقعے لکھوائے جائیں۔ چونکہ یہ رسمی ہوتے ہیں۔ اِس لئے اِن کے مقررہ آداب کو زبانی یاد کرنا پڑتا ہے۔ خطوط نویسی کے ساتھ ہی عرضی نویسی بھی سکھائی جائے۔ اور چوتھی جماعت سے رسیدیں لکھوانا اور منی آرڈر فارم پُر کرنا سکھایا جائے ÷

۱۶۔ کہانیاں :۔

کام کا یہ حصّہ نہایت ہی اہم ہے۔ نیز دلچسپ۔ تحریری اور تقریری دونو صورتوں میں اِس کا درجہ اہم ہے۔ (باب ۲ صفحہ ۱۵): زبانی کہانی سُنانے میں جو اشارے بتلائے جا چکے ہیں۔ تحریری کام میں بھی کارآمد ہیں۔ بچوں کو ترغیب دلائی جائے۔ کہ وُہ اِن کہانیوں کو جمع کریں۔ جو انہوں نے اپنے گھروں اور گاؤں میں سُنی ہیں۔ وُہ اُنہیں تحریر کر سکتے ہیں۔ اور اُن کی چھوٹی چھوٹی کتابیں بنا سکتے ہیں :۔

۱۷۔ بیان :۔

پانچویں جماعت میں بیان کرنے کی مشق سادہ اور ابتدائی صورت میں شروع کرائی جا سکتی ہے۔ بچوں سے عام مناظر اور واقعات کے بیان لکھوائے جا سکتے ہیں۔ مثلاً بازار میں منڈی کا لگنا برسات کی آمد۔ ایک موٹر لاری کا روانہ ہونا۔ دُکان۔ ڈاکخانہ۔ دُعا کے لئے جمع ہونا۔

وُہ اپنے ہم جماعتوں کے متعلق بیان لکھتے ہیں۔ مگر اپنے بیان میں نام کا ذکر نہیں کرتے۔ بعدازاں لکھے ہوئے بیان کو جماعت کے روبرو پڑھا جاتا ہے۔ اور جماعت کے افراد اُس شخص کا پتہ لگاتے ہیں۔ جس کے متعلق بیان ہے ÷

بچوں سے اپنے دوستوں کا حلیہ لکھوایا جائے۔ جو وُہ اپنے دوست کی گمشدگی پر پولیس کو دیں گے۔ تاکہ پولیس اُن کا کھوج لگا سکے :۔

۱۸۔ پانچ منٹ کا جواب مضمون :۔

پانچویں جماعت میں ممکن ہے۔ کہ "پانچ منٹ کا جواب مضمون" کی مشق کرائی جا سکے بچوں کو پانچ منٹ میں جس موضوع کے متعلق وُہ چاہیں لکھنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ اُنہیں بتا دیا جاتا ہے۔ کہ موضوع کے متعلق جو باتیں اُن کے دماغ میں ہوں۔ وُہ تحریر کر لیں۔ اور پھر اُن کے مطابق لکھتے

رہیں - یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ اِس میں بڑی مشق اور تربیت درکار ہوگی - اور پہلی دفعہ اِس کے نتائج حوصلہ افزانہ ہوں گے - لیکن یہ برجستہ تحریر اکثر اُن کوششوں سے بہتر ہوتی ہے - جن میں خوب سوچ کر خیالات تحریر کیئے جاتے ہیں - مڈل کی جماعتوں میں اس مشق کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔

عملی کام :- حصہ مڈل اور ہائی :-

۱- جواب مضمون :-

جیساکہ ہم پڑھ چکے ہیں - بچوں سے مضمون لکھوانے یا انشا میں ایک اصول کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ جس موضوع پر اِن سے لکھوایا جائے - وہ اُن کی زندگیوں سے کچھ رشتہ رکھتا ہو - اور اُس میں اُنہیں کچھ دلچسپی ہو - یہ ضروری نہیں کہ تمام جماعت ایک ہی موضوع کے بارے میں تحریر کرے ہر ایک لڑکے کا کام اکیلے اکیلے دیکھا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تمام جماعت ایک ہی موضوع کے متعلق اظہار خیال کرے۔

یہ بات طالب علم کے لیئے نہایت مفید ہے - کہ جس موضوع کے متعلق لکھنے کا فیصلہ کرلے - اُس کے متعلق ایک خاکہ تحریر کرے - یہ ضروری نہیں - کہ وہ تیار شدہ خاکہ کی سختی کے ساتھ پابندی کریں - لیکن یہ اُنہیں رہنما کا کام دے گی - اور اُنہیں منطقی طور پر سوچنے کا عادی بنائے گی - خواہ یہ خاکہ محض الفاظ کا مجموعہ ہو - یا سرخیاں اور عنوان لکھ لئے گئے ہوں - جب طلبا مضمون لکھنا شروع کریں - تو معلم اِس بات پر زور دے کہ وہ مکمل خاکہ تیار کریں - اور اُسے سوچ سمجھ کر بنائیں - حصہ ہائی میں یہ ضروری نہیں کہ خاکے مفصل ہوں - جو خاکہ بڑے طلباء تیار کریں گے - وہ بہت حد تک مضمون پر منحصر ہوگا۔

آٹھویں جماعت تک ایسے موضوعات کے متعلق مضمون لکھوانے سے اجتناب کیا جائے - جن کا تعلق مشاہدہ - یا طلباء کے محسوسات یا حواس خمسہ سے نہیں ہے - ایسے موضوع مثلاً دیانت داری - پابندی وقت جو اس قدر پسند عام ہیں - طلباء کے لئے چنداں دلچسپ نہیں - اِن سے بچوں میں ریاکاری کا رجحان ترقی کرتا ہے - کیونکہ طلبا وہی کچھ تحریر کریں گے - جو وہ سمجھتے ہیں - کہ اُن کو لکھنا چاہیئے - لیکن یہ اُس مضمون کے متعلق اُن کے حقیقی خیالات کا آئینہ نہ ہوگا - اِس کے علاوہ ہمارا مقصد یہ ہے - کہ

وُہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ مضامین اگر اُستاد تجویز کرے۔ تو ایسے ہوں۔ جن کو بچے دیکھ سکیں۔ محسوس کر سکیں۔ اور چھو سکیں۔ بالفاظِ دیگر ایسے مضامین جو ٹھوس یا مقرون (Concrete) ہوں ؎

مفید موضوعات کے نمونے :۔

۱۔ جس قسم کے مضامین پرائمری کی ابتدائی جماعتوں کے لئے تجویز کئے گئے تھے۔ ویسے ہی حصہ مڈل کی جماعتوں کے لئے بھی مفید ہوں گے مثلاً "اگر میں ۔۔۔۔۔ انجن ۔۔۔۔۔ کُتا ۔۔۔۔۔ ہوتا" کی قسم کی کہانیاں اور "فرض کریں" کی تکمیل کے موضوع۔

۲۔ قریبی مقامات کے سفر، قرب و جوار یا مدرسہ کے تازہ واقعات ؎

۳۔ اُن اشخاص یا جانوروں کے تعزیت نامے جو طلباء کے واقف تھے۔ یا جنہیں وُہ جانتے تھے۔ یہ اس قسم کے بیان ہوں گے۔ جن کو طالب علم جانتا ہے۔ اور اِن کی طرز اس قسم کی ہوگی۔ کہ گویا مذکورہ شخص یا جانور اب مُردہ ہے ؎

۴۔ ایڈیٹر (مدیر) کے نام خط :۔ طلباء سے کسی اخبار کے ایڈیٹر یا مدرسہ کی میگزین کے مدیر کے نام خط لکھوایا جاتا ہے جس میں وُہ کسی مقامی مسئلے یا تازہ واقعہ کے متعلق اظہارِ خیالات کرتا ہے۔ مقامی ٹاؤن کمیٹی اور اُس کی کمیوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ سڑکوں کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچتا ہے۔ کتوں کی کثرت کی شکایت کرتا ہے۔ مدرسہ کے متعلق اُن نقائص کا ذکر کرتا ہے۔ جن کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ یہ مشق کرانے سے پہلے طلباء کو کسی اخبار میں خط و کتابت کے صفحات کو پڑھنے کا موقعہ دیا جائے ؎

۵۔ طالب علموں سے تاریخ کی نمایاں اور ممتاز ہستیوں کے متعلق مضمون لکھوائے جائیں۔ وُہ اپنے مضمون میں دوسرے ممالک کے لوگوں یا اُن کی رسوم کا تذکرہ لکھیں۔ اِس طرح تاریخ جغرافیہ اور مادری زبان میں نسبت پیدا ہو جاتا ہے۔ مختلف قسم کی سالگرہیں ایک اور ذریعہ ہیں۔ جن سے انفرادی طور پر تھوڑی سی تحقیق و تفحص کا موقعہ ملتا ہے ؎

۶۔ **نقد و نظر یا کتابوں کے متعلق رائے لکھنا :۔** تقریری کام کے ضمن میں ہم پہلے ہی اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ مگر تحریری کام میں بھی یہ ایسی ہی مفید ہے۔ یہ اس قسم کا کام ہے۔ جو چھٹی جماعت سے لے کر ایم۔ اے تک کیا جا سکتا ہے۔ نکتہ چینی کی استعداد کو نشوونما کرنے کے لئے یہ مشق

نہایت ہی مفید ہے۔ اور اس سے طلباء کو اپنے صحیح خیالات کے اظہار کی ترغیب ہوتی ہے۔ جب اس قسم کا کام شروع کیا جائے۔ تو اس کی ابتدا کسی کتاب کے ایک باب پر رائے لکھنے سے کرائی جائے۔

۷۔ ذاتی میگزین:۔ یہ ایک خاص کاپی ہوتی ہے۔ یہ حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ ہر طالب علم کے پاس اپنی ہی کاپی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی مرضی کے مطابق اسے حصوں میں تقسیم کر لیتا ہے۔ یہ مندرجہ ذیل حصص میں منقسم ہو سکتی ہے۔ (ا) حکایات۔ (ب) چٹکلے۔ (ج) اخبار۔ (د) کھیلوں کا حصہ۔ (ہ) بیانات۔ (و) مزاحیات وغیرہ وغیرہ۔ بعض اوقات طلباء کو موقعہ دیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی میگزین کی خاطر کوئی بات تحریر کریں۔ جو کچھ وہ لکھیں اس کی تصحیح کر دی جائے۔ بعد ازاں اسے میگزینوں میں نقل کر لیا جائے۔ وہ اپنی میگزینوں کو تصویروں سے مزین کر سکتے ہیں۔ ان ذاتی میگزینوں سے جماعت کی میگزین وجود میں آسکتی ہے۔ اور اس سے تحریر میں اظہار ذات کا شوق بھی پورا ہوتا رہتا ہے۔

۸۔ دیگر مضامین:۔

۱۔ اُن شخصیتوں کے متعلق ناقدانہ آراء لکھنا جن کا حال کتاب میں پڑھا گیا ہے۔

کسی تصویر کا حال اُس شخص کی زبانی بیان کرنا جو تصویر میں ہے۔

کسی شخص کو ایک کھیل کے متعلق بتانا۔ جس کو وہ کھیلنا نہیں جانتا۔

یہ توضیح وتبیین کی تربیت کے لئے مفید ہے۔

ایک شخص کو کسی مقام کی راہ بتانا۔ جس سے وہ واقف نہیں۔

مکالمے:۔ لوگوں کے درمیان گفتگو تحریر کرنا۔

۲۔ تمثیلات (دیکھو باب ۱۲)۔

کسی ڈرامہ کی تیاری کے سلسلہ میں بہت سا تحریری کام کرایا جا سکتا ہے۔ طلباء کو فرداً فرداً یا اجتماعی طور پر ایسا مختصر ڈرامہ لکھنے کے لئے دیا جا سکتا ہے۔ جس کا اشارہ کسی کہانی میں ہے۔ یا کسی تاریخی واقعہ یا قرب وجوار کے کسی حادثہ یا وقوعہ سے مواد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو ڈرامے تقریری مشق کے بعد لکھوائے جا سکتے ہیں۔ جو بابیں کھیل کھیل میں تعلیم کے باب میں مذکور ہیں۔ اُن میں سے بہت سی تحریری کام میں استعمال کی جا سکتی ہیں۔

۳۔ خطوط نویسی :۔

یہ پرائمری کی جماعتوں سے شروع ہوتی ہے۔ اور جن اصولوں کا ذکر وہاں گزر چکا ہے۔ اِن کا اطلاق حصہ مڈل اور ہائی میں بھی جائز ہے۔ یہ تمام کام قدرتی اور حقیقی ہو۔ جب کبھی ممکن ہو رشتہ داروں اور دوستوں کو حقیقی خطوط تحریر کرائے جائیں۔ جن مدارس کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس وابستہ ہیں۔ وہاں یہ بات ممکن ہے۔ مگر جن مدارس میں محض دن بھر ہی طلباء رہتے ہیں۔ اور پڑھ کر واپس گھر چلے جاتے ہیں۔ وہاں یہ بات مشکل ہے۔ لیکن خطوط نویسی کو حقیقی بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے ؛

کاروباری اور رسمی خط و کتابت میں رسمی آداب کا لحاظ ضروری ہے۔ اُن اشتہاروں کے جواب لکھوانے کی مشق کرائی جاسکتی ہے۔ جن کا ذکر اخباروں میں ہوتا ہے ؛

۴۔ شعر گوئی :۔

جیسا کہ نویں باب میں ذکر ہو چکا ہے۔ اُن بچوں کو موقعہ دیا جائے۔ جن کو شعر لکھنے کا ملکہ حاصل ہے۔ یا جن کو شعر بنانے کا شوق ہے۔ اِس قسم کے کام کی مشق تمام جماعت کو باقاعدہ کرائی جائے لیکن جب بعض طلباء کو شعر کہنے کا شوق ہو تو انہیں اِس کی اجازت ہو جبکہ جماعت کسی اور تحریری کام میں لگی ہوئی ہو۔ مثلاً جب جماعت کوئی مضمون لکھ رہی ہو یا اپنی میگزین کے لئے طلباء کچھ تحریر کر رہے ہوں ؛

تحریری مشقیں

۱۔ لُب لباب تیار کرنا یا خلاصہ بنانا :۔

یہ مشق بہترین اور مفید ترین مشق ہے۔ اِس سے طلباء میں یہ استعداد پیدا ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں۔ اُس کے نمایاں نقاط کو اخذ کر لیتے ہیں۔ اور اُن کو مربوط طور پر بیان کرتے ہیں۔ اُنہیں جو کچھ وہ پڑھیں اُس پر کامل عبور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اِس پہلو سے بھی یہ مفید تربیت ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔ کہ طالب علم ایک پیرے کے عام خیال کو ایک جملہ میں بیان کریں۔ اور جملہ کے لئے موزوں عنوان تجویز کریں ؛

لُب لباب تیار کرنا آسان کام نہیں۔ جیسا کہ ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ اِس کی مشق زبانی کرائی جائے اور یہ کام رفتہ رفتہ مشکل ہوتا چلا جائے۔ اُستاد مشکل اور آسان پیرے چُن کر اس کام کو آسان یا مشکل بنا سکتا ہے ؛

۲۔ **تشریح کرنا :۔**

یہ بھی مفید مشق ہے۔ اِس سے طلبا کو سادہ زبان استعمال کرنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ وقتاً فوقتاً انہیں ایک پیرا دیا جائے۔ وہ اِس پیرے کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کریں۔ یہ مشق آٹھویں جماعت سے پیشتر شروع نہ کرائی جائے۔ یہ مشکل کام ہے۔ اور شاذ و نادر اِس کی مشق کرائی چاہیئے ؛

۳۔ **الفاظ۔ فقرات اور محاورات کے استعمال کی مشق :۔**

مختلف قسم کی مشقیں اِس مقصد کے لئے کرائی جا سکتی ہیں۔ بہت سی وہ مشقیں جن کا ذکر پرائمری کی جماعتوں کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ حصہ مڈل اور ہائی کی جماعتوں میں بھی کار آمد ہو سکتی ہیں۔ بہت سی وہ مشقیں جن کا ذکر کھیل کھیل میں تعلیم کے باب میں گزرا ہے۔ اِستعمال کی جا سکتی ہیں۔ اِن مشقوں کا آسان یا مشکل ہونا جماعت پر منحصر ہے۔ جو الفاظ اِستعمال کے لئے دیئے گئے ہیں۔ اُن کو پیروں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایسی مشقیں دی جا سکتی ہیں۔ جن میں ہم معنی الفاظ کا فرق ظاہر کیا جائے۔ انہیں استعمال کرنا۔ اور ایسی مشق جس میں اُن کے متضاد الفاظ استعمال کئے جائیں ؛

پیرے لکھنے کے کام پر خاص توجہ مبذول کی جائے۔ طلبا کو سکھایا جائے۔ کہ پیرا کس طرح لکھتے ہیں۔ ہر پیرے میں ایک بڑا خیال ہو۔ پہلے پیرے سے اُس کا تعلق ہو۔ پیرا نویسی کے متعلق یہی غالباً سب سے بڑی بات ہے۔ کہ ایک پیرے میں ایک اور صرف ایک بڑا خیال ہوتا ہے۔ اگر طلبا اس بات پر عبور حاصل کرلیں۔ تو انہیں اپنے خیالات کو بالترتیب اور بالتدریج بیان کرنے کی مہارت حاصل ہو جائے گی ؛

ہم اِس بات پر پھر زور دیتے ہیں۔ کہ تمام تحریری کام میں ہمیں بچے کو صادق یعنی مخلص ہونے کی تربیت دینی چاہیئے۔ ہمیں اُسے وہی لکھنے کی ترغیب دلانی چاہیئے۔ جو وہ خود سوچتا اور محسوس کرتا ہے۔ ہمیں ہمیشہ اُس کی حوصلہ افزائی کرتے رہنا چاہیئے۔ مدد کی اکثر ضرورت پڑے گی۔ لیکن اگر اُستاد

کارویہ حوصلہ شکن ہو۔ تو شاگرد کبھی مدد مانگنے کی جرأت نہ کرے گا۔ اُستاد مدد دینے کو حاضر ہے۔ اُس کا رویہ اِس قسم کا ہو۔ کہ طلبا، اُس کے سامنے اپنی مشکلات پیش کرنے میں کبھی تامل نہ کریں۔ بسا اوقات معلوم ہوتا ہے۔ کہ بچہ کے دماغ میں کوئی خیال نہیں۔ یا وُہ خیالات کو جمع نہیں کر سکتا۔ ایسے حالات میں اگر اُستاد پہلا جملہ بتا دے۔ اور اگر یہ جملہ ایسا ہو کہ اُس سے اور خیالات کو تحریک ہو۔ اور اُسے پھیلایا جا سکے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ بچہ کو بس اِسی قدر مدد درکار تھی۔ پھر اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ اگر بچہ کے ساتھ اُس موضوع پر جس کے متعلق وُہ اظہار خیال کیا چاہتا ہے مختصر سی گفتگو ہو جائے۔ تو اُسے پتہ چلتا ہے۔ کہ اُس کے دماغ میں اُس موضوع کے متعلق توقع سے بڑھ کر خیالات موجود ہیں۔ گو اُسے اِن کا علم تک نہ تھا۔ بعض اوقات اُستاد کسی لائبریری کی کتاب یا رسالے کے مضمون کا حوالہ دے سکتا ہے۔ جس سے طلباء کو مدد مل سکتی ہے۔ اِس تمام کام میں اگر ہمارا رویہ حوصلہ افزائی اور ترغیب دلانے کا ہوگا۔ تو ہمیں زیادہ کامیابی ہوگی ؂

۴۔ اصلاح کا کام :۔

اِصلاح یا تصحیح کا کام ہمیشہ اِس مقصد سے کیا جائے۔ کہ بچہ کو اُس سے مدد ملے گی۔ اور اُس کا حوصلہ پست نہ ہوگا۔ اگر کسی مشق میں غلطیوں کی بھرمار ہو۔ اِس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اِس کی تیاری میں زبانی طور پر یا دوسری طرح کوتاہی کی گئی ہے۔ یا وُہ مشق زیادہ مشکل ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ طالب علم کی غفلت کیشی یا لاپرواہی کا نتیجہ ہو۔ اگر یہ بات ہو تو اِس کا سراغ آسانی سے لگ سکتا ہے۔ اور اُس کے بموجب عمل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر طالب علم کی بہترین کوششوں کے باوجود اغلاط کی کثرت ہو تو معلم کو لازم ہے۔ کہ طالب علم پر شخصی طور پر توجہ صرف کرے۔ تمام غلطیوں کا علاج ممکن نہ ہوگا۔ وُہ بعض غلطیوں کو چن لے۔ اور اُن ہی پر توجہ مرکوز کرے۔ بعض غلطیاں ایسی ہوں گی۔ جن کو کچھ عرصہ کے لئے چھوڑا جا سکتا ہے اور جو ایک وقت رفع ہو جائینگی۔ بشرطیکہ طالب علم خوب مطالعہ کرے۔ اور کثرت سے زبانی کام پر توجہ دے۔ اِس کے ساتھ اُستاد اِس بات کا خیال رکھے۔ کہ جن غلطیوں کی طرف اُس نے طالب علم کی توجہ منعطف کرائی ہے۔ طالب علم اُن کو سمجھ لیتا ہے۔ اور یہ بھی جان لیتا ہے۔ کہ اُن کی تصحیح کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اور جو کچھ اُس نے لکھا ہے۔ وُہ غلط کیوں ہے۔ جو جملہ غلط ہے طالبعلم ہمیشہ اُسے صحیح کر کے لکھے۔ یہ بہتر ہے۔ کہ مشق کی کاپی میں ایک صفحہ پر لکھا جائے۔ اور مقابل کا صفحہ

تصحیح کی مشق کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ اگر اُستاد کو پتہ چلے۔ کہ بہت سے طلبا کثرت سے غلطیاں کرتے ہیں۔ تو اُسے اُس تیاری کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ جو بچے تحریری کام کے لئے کرتے ہیں۔ اور اُس مشق پر جو وُہ دیتا ہے۔ غور کرنا چاہئے۔ کہ وہ کتنی مشکل ہے ؁

تمام تحریری کام میں یہ از بسکہ ضروری ہے۔ کہ جو کام کیا جائے۔ اُستاد اُس کو دیکھے۔ اُستاد خود فیصلہ کرے۔ کہ وُہ کتنی اور کس قسم کی اصلاح کرتا ہے۔ اصلاح کا کام بیشتر انفرادی ہوگا۔ حتےٰ کہ اگر اُستاد اصلاح کا کام گھر پر یا جماعت سے علیٰحدہ ہو کر کرتا ہے۔ تو بھی لازم ہے کہ وُہ ہر طالب علم کو انفرادی طور پر اُس کی غلطیوں سے آگاہ کرے۔ اِن غلطیوں کو تمام جماعت کے روبرو لیا جا سکتا ہے۔ تاہم ہر صورت میں فرداً فرداً طالب علموں کو اُن کی غلطیوں سے آگاہی دلائی جائے۔ اِس طرح اِس کام میں دوستی کا رنگ غالب آجاتا ہے۔ اُستاد اُن اسباب سے واقف ہو جاتا ہے۔ جن کی بنا پر یہ غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اُسے طالب علم کی مشکلات کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وُہ طالب علم کو کیوں کر مدد دے سکتا ہے۔ دوسری طرف طالب علم یہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ اُستاد شخصی طور پر محبت سے مجھ میں دلچسپی لیتا ہے۔ اور اِس طرح اپنے کام میں اُس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے ؁

اُستاد کا کام ہمیشہ یہ ہونا چاہئے۔ کہ وُہ طالب علموں میں اپنی غلطیاں اپنے آپ سمجھنے کی استعداد پیدا کرے۔ جو مدد وُہ دے وُہ اس قبیل کی ہو۔ کہ طالب علم اپنی مدد آپ کرنے کی تربیت حاصل کریں۔ صرف و نحو کی غلطیوں کے لئے ایک خاص علامت ہو مثلاً "ص" یا "ن" غلطی کے بالمقابل لکھ دیا جائے۔ پھر طالب علم خود معلوم کرے کہ غلطی کیا ہے۔ اور اُس کی تصحیح کیونکر ہو سکتی ہے۔ اگر وُہ پتہ نہ لگا سکے۔ تو اُستاد مدد دیتا ہے۔ بیشتر صورتوں میں طالب علم خود غلطی کا پتہ لگا سکتا ہے۔ ہجوں یا املا کی غلطیوں کے سلسلہ میں بھی یہی طرزِ عمل اختیار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جو غلطیاں وقت طلب ہوں مثلاً ناقص اسلوب تحریر۔ غلط محاورات۔ اور خیالات میں غیر معقول ترتیب وغیرہ وغیرہ میں اُستاد کو انفرادی طور پر توجہ دینی پڑے گی۔ اور مطلوبہ مدد دینی ہوگی۔ بعض اوقات اُن جماعتوں میں جن میں طلباء کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اُستاد کے لئے اصلاح کا کام بہت بڑھ جاتا ہے۔ ایسی صورتوں میں اُستاد کو خود اندازہ کرنا چاہئے۔ کہ وُہ کتنا تحریری کام سہولت سے دیکھ سکتا ہے۔ وُہ اُتنا ہی کام دے۔ اور اُس سے زیادہ دینے کا نام نہ لے۔ یہ اچھا ہے۔ کہ ذرا تھوڑا کام دیا جائے اور دیکھا جائے۔ بجائے اِس

کے کہ زیادہ کام دیا جائے۔ مگر اس کی تصحیح نہ کی جائے۔ جب تحریری کام دیا جائے۔ تو اُستاد اُس کی تصحیح کرے۔ اِس سے مستثنٰے صرف تخلیقی اور تمثیلی کام ہے۔ یہ ایک اور ہی نوع کا کام ہے۔ اور اسے ہمدردانہ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اِس میں مفصل اصلاح کی حاجت نہیں۔ گو اِسے پڑھنا اُستاد پر لازم ہے

مڈل کی جماعتوں میں پہلے سال تحریری کام سے بیشتر تقریری کام پر زور دیا جائے۔ تاکہ اِس بات کا بچاؤ ہو جائے کہ غلطیاں اتنی زیادہ نہ ہوں گی جتنی دوسری صورت میں ہو سکتی ہیں۔ تحریری کام کی ابتدا سے پیشتر اُن الفاظ۔ فقرات اور محاورات کی زبانی مشق کرائی جا سکتی ہے۔ جو استعمال کئے جائیں گے۔ اِس طرح اُستاد کا اصلاح کا بار ہلکا ہو جائیگا۔ جوں جوں اُستاد کو تجربہ حاصل ہوتا جائے گا۔ اُسے پتہ لگتا جائیگا۔ کہ کون کونسی غلطیاں عموماً سرزد ہوتی ہیں۔ چنانچہ وُہ پہلے ہی اُن کا علاج سوچ لے گا۔ یا کم سے کم اُنہیں لاعلاج ہونے سے پیشتر ہی سنبھال لے گا۔ مادری زبان کے معلم کو اُن غلطیوں کو جمع کر لینا چاہئے۔ جو سال بسال رونما ہوتی ہیں۔ اُسے معلوم ہو گا۔ کہ اِس سے اُسے اپنے کام میں بڑی بھاری مدد ملتی ہے ؂

•———◆•❖•◆———•

چھٹا باب

گریمر (صرف ونحو) کی تعلیم
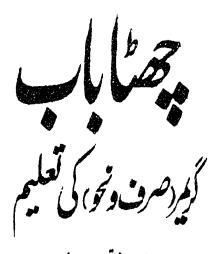
یہ ہمارے موضوع کا وہ حصہ ہے۔ جس پر ماہرینِ فنِ تعلیم بہت مختلف الرائے ہیں۔ غالباً کسی زبان کی تدریس میں اور کوئی موضوع ایسا نہیں جس کے متعلق آرا میں اس قدر اختلاف ہو۔ اور اس کے باوجود ماہرین اس قدر اس کے قائل ہوں بعض کا خیال ہے۔ کہ صرف ونحو کی تدریس بالکل فضول ہے۔ اور صرف ونحو کی تمام کتب دریابرد کر دینی چاہئیں۔ اس کے برعکس دوسرے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ کوئی زبان اُس وقت تک نہیں سیکھی جا سکتی۔ اور اُس میں مہارت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اُس کی صرف ونحو کے گورکھ دھندوں پر عبور حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ جو اس کے فوائد کے قائل ہیں۔ گو یہ سمجھنا آسان نہیں کہ اُن کا مطلب اس سے کیا ہے۔ پھر ایسے لوگ بھی ملتے ہیں۔ جو عملی گریمر کے دلدادہ ہیں۔ اور چونکہ ہم سب عمل کو پسند کرتے ہیں۔ اس لئے رائے اُن کے حق میں ہو جاتی ہے۔ اکثر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قواعد کا پابند معلم حیران ہو کر رہ جاتا ہے کہ کرے تو کیا کرے اور چونکہ وہ عملی انسان ہے۔ پس وہ پچھلے سال کے امتحان کے پرچے اُٹھاتا ہے۔ اور اپنے طالب علموں کو وہ باتیں سکھا دیتا ہے جو اُس کے زعم میں اُنہیں امتحان میں کامیاب کرا دینگی؛

بہت سی دوسری باتوں کی طرح صرف ونحو کے سلسلہ میں ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے۔ کہ صرف ونحو ہماری اور ہمارے طلبا کی لونڈی ہے۔ اور کسی صورت میں ہماری یا ہمارے طالب علموں کی مالکہ نہ بننے پائے۔ اور دوسری بات جو ہمیں سمجھنی چاہئے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہر رائے میں کچھ نہ کچھ حقیقت کا شائبہ ضرور ہوتا ہے۔ حتےٰ کہ پرلے درجے کی

ہٹ دھرمی میں بھی۔ لہٰذا ہمارا کام چھانٹنا اور منتخب کرنا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم ایک یا دوسرے کے معتقد یا غلام بن جائیں۔ ہر رائے میں جو کچھ نیک اور مفید ہے۔ ہم وہ اخذ کر سکتے ہیں۔ اور اس کا بہترین استعمال کر سکتے ہیں ۔

شاید اس سے براہِ راست اُس معلم کو کوئی مدد نہیں ملے گی جس کو اپنی جماعتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ لیکن یہ بات اُس کے لئے نہایت اہم ہے۔ کہ اُن مقاصد کو مدِ نظر رکھے۔ جو مادری زبان کی تدریس میں اُس کا نصب العین ہیں۔ کیونکہ وہی مقاصد ہیں۔ جو طریقوں کے انتخاب میں اُس کے لئے مشعلِ راہ ہوں گے۔ اور اُسے یہ فیصلہ کرنے میں مدد دیں گے۔ کہ آیا مطالعہ کی بعض باتیں فی الحقیقت اُس کے طلبا کے لئے مفید ہوں گی یا محض تضیعِ اوقات و قواء کا موجب ہوں گی۔ اور فائدہ کی بجائے نقصان پہنچائیں گی ۔

سب باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو قواعد صرف و نحو کی سخت تدریس کو مدارس سے جلاوطن کیا چاہتے ہیں۔ وہ جہاں تک پرائمری کی جماعتوں کا تعلق ہے۔ حق بجانب ہیں۔ پرائمری کی جماعتوں کی عمر کے بچوں کو مادری زبان صحت، صفائی اور شستگی کے ساتھ استعمال کرنا سکھانے کے لئے بہترین طریقہ یہ نہیں کہ انہیں زبان کی تجزی کرنا اور یہ معلوم کرنا بتایا جائے کہ زبان بنی کس طرح ہے۔ اُسے کس طرح توڑا اور جوڑا جا سکتا ہے۔ اِس قسم کی باتیں جو شاید بڑے بچوں کے لئے موجبِ دلچسپی ہوں گی۔ پرائمری جماعتوں کے بچوں کی ذہنی پرواز سے بالکل بالا ہیں۔ وہ زبان کو ایہام و اشارہ اور نقل سے سیکھتے ہیں۔ وہ اُسے اُن لوگوں سے سیکھیں گے جنہیں وہ بولتے سنتے ہیں۔ اور اُن کتابوں سے جو وہ پڑھتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کہ وہ وسعت سے مطالعہ کریں۔ اور غور سے سنیں بجائے اِس کے کہ گرامر یاد کرنے کی کوشش میں وقت ضائع کریں ۔

یہ بات تو تسلیم کرنی پڑے گی۔ کہ بہت سی وہ زبان جو بچہ سنتا ہے۔ اور بالخصوص اُس صورت میں جبکہ اُس کے والدین ناخواندہ ہوں۔ اُسے زبان کا صحیح اور درست استعمال نہیں سکھا سکتی۔ یہ اُس کی بدقسمتی ہے۔ مگر اِس کا علاج اُس بدقسمت بچہ کو قواعد صرف و نحو سکھانا نہیں۔ شاید وہ قواعد کو یاد تو کرے گا۔ مگر عملی طور پر اُن سے کام نہ لے گا۔ اِس کوشش کے علاوہ کہ تمام والدین کو خواندہ بنایا جائے۔ اِس کا واحد علاج مدرسہ کے ہاتھ میں یہ ہے۔ کہ وہ گھر کے بُرے اثر کو زبانی اور پڑھائی کے کام کا اچھا اثر ڈال کر رفع کرے ۔

جوں جوں بچہ تقریر کی اُن عادتوں کو پکڑتا جاتا ہے۔ جن سے اُسے مدرسہ میں واسطہ پڑتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ فیصلہ کا معیار بھی تعمیر کرتا جاتا ہے۔ یہ معیار شعور کے طور پر بچہ کے ذہن میں موجود نہیں۔ یعنی وہ دانستہ

طور پر یہ فیصلہ نہیں کرتا۔ کہ چونکہ پچھلی دفعہ جب میں نے اُس لفظ یا فعل کو سُنا تھا۔ تو اُس کے اخیر میں حرف "نا" آیا تھا۔ پس اگلی دفعہ مجھے بھی فعل کو "نا" ہی پر ختم کرنا چاہئیے۔ وُہ بلا تامل ایسا کرتا ہے۔ کیونکہ اُسے عادت پڑ گئی ہے جب وُہ یہ جملہ بولتا ہے۔ "یہ میری کتاب ہے" تو یقیناً یہ خیال نہیں کرتا۔ کہ چونکہ کتاب مؤنث ہے پس مجھے میرا کا صیغہ مؤنث یعنی میری استعمال کرنا چاہئیے۔ اور مجھے میری کتاب کہنا چاہئیے۔ یہ بات بالغ آدمی کسی غیر ملکی زبان کو پڑھتے وقت بار بار ذہن میں لاتا ہے لیکن اگر مادری زبان کی تحصیل میں بھی یہی کرنا پڑے تو زندگی اجیرن اور مدرسہ قید خانہ بن جائے گا۔

بالعموم بالغین اپنی مادری زبان کی صرف و نحو کے رسمی علم سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جملہ کی صحت یا سقم کا فیصلہ محض آواز اور "احساس" سے کرتے ہیں۔ یہ بات ہماری بہت حد تک رہنمائی کرتی ہے مگر ہمیں منزل تک نہیں پہنچاتی۔ البتہ پرائمری کی جماعتوں کے بچے کے لئے ہمیں اسی قدر درکار ہے۔ اُسے بولنا سیکھنا چاہئیے اور اس کا نتیجہ تحریر ہو۔ اور یہ سب کچھ دانستہ یا نادانستہ نقل کا نتیجہ ہونا چاہئیے۔ اور اُس کے پاس ایک جملہ کی صحت کا معیار اوسط درجہ کے بالغ کا معیار یعنی جملہ کی آواز اور "احساس" ہونا چاہئیے۔

ہمارا مقصد یہ نہیں کہ یہ نظریہ بالکل بے نقص ہے۔ لیکن پرائمری جماعتوں کے لئے یہ بالکل کافی ہے۔ تاہم اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہمیں بچہ کو نقل کرنے کے لئے کافی مسالہ مہیا کرنا چاہئیے۔ رسمی (اصطلاحی) قواعد کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہرگز یہ نہ ہوگا۔ کہ معلم یا متعلم کا بار ہلکا ہو جائے۔ اس کا نتیجہ زیادہ دلچسپ اور مفید کام ہوگا۔ ایسی کتابیں پڑھنے کے بہت سے موقعے ملیں جو بچہ کی عمر اور اُس کی لیاقت (ذخیرہ الفاظ) کے حسب حال اور موزوں ہوں۔ تقریری کام کی بہت سی مشق کرائی جائے جس میں غلطیوں کی صحت بلا تکلف کر دی جاتی ہے۔ محاورے اور ان کا استعمال سکھانے کی کافی تقریری مشق کرائی جائے۔ اس طرح ایک ایسی بنیاد قائم ہو جائے گی۔ جسے رسمی یا اصطلاحی قواعد صرف و نحو کا کوئی حملہ متزلزل نہیں کر سکتا۔

پانچویں جماعت میں سال کے آخری حصہ میں نہایت ہی سادہ اصطلاحی گریمر سکھانے کی ابتدا کی جا سکتی ہے یہ کام جملہ کی بناوٹ۔ اور اہم اجزائے جملہ اور انہیں چُننے کے ابتدائی کام سے ذرا ہی زیادہ ہو۔

جب طلبا مڈل کی جماعتوں میں پہنچتے ہیں۔ تو اس قابل ہو جاتے ہیں کہ اس بات کو سمجھ سکیں۔ کہ صحت کے ساتھ بولنے اور لکھنے میں بعض اصول مدنظر رکھے جاتے ہیں۔ وُہ آہستہ آہستہ سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے۔ کہ مختلف لفظ مختلف کام کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے مختلف رشتہ رکھتے ہیں۔ اب اصطلاحی گریمر پڑھانے کا وقت

آپہنچا ہے۔ کیونکہ اب اِس سے کچھ مدد مِل سکے گی ۔

جب بچہ کو زبان کے استعمال میں کچھ دسترس حاصل ہو جائے۔ تو اُسے تھوڑی گرامر پڑھانا ضروری ہے الفاظ اور جملے اُس کے اوزار ہیں۔ اور اُسے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ وُہ کیونکر استعمال کئے جاتے ہیں۔ اُسے علم ہونا چاہئے کہ کب ایک اوزار استعمال ہوتا ہے۔ اور کب دوسرا۔ اور اِس قسم کا علم اِس کام میں اُس کی دلچسپی کو بڑھا دیتا ہے۔ بعد میں صرف و نحو کے قواعد اور اُس کے اصولوں کی واقفیت سے اسلوب تحریر اور اندازِ بیان میں صفائی اور شستگی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً حروفِ عطف کی واقفیت سے وُہ "اور" کے تکرار سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اِسی طرح فعل کی مختلف صورتوں کا علم اُسے اپنے مافی الذہن کو صحت اور صفائی کے ساتھ بیان کرنے میں مدد دیتا ہے ۔

آج کل یہ عام طے شدہ بات ہے کہ ہمیں قواعدِ صرف و نحو کو جملے سے شروع کرنا چاہئے۔ کیونکہ جملہ ہی فکر کی اکائی ہے۔ بعد میں ہم اجزائے جملہ کو لیتے ہیں۔ جو طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ وُہ استقرائی ہوتا ہے۔ طلباء کو یہ سکھایا جائے۔ کہ وُہ مثالوں کا امتحان کر کے خود اصول تک پہنچیں۔ یعنی قواعد کو تحقیقات اور دریافت کا دلچسپ مشغلہ بنا دیا جائے۔ پھر اُس اصول کا اطلاق اور مشق کرائے۔ عملی اطلاق کے اِس امر سے کبھی چشم پوشی نہ کی جائے۔ آخر قواعد قدر و منزلت کی شے اُسی وقت متصور ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہم اُسے جائز طور پر استعمال کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جوں جوں طالب علم مڈل کی جماعتوں میں سے گزرتا جائے گا۔ وُہ قواعد کی بعض بعض اصطلاحات سے تعارف کرتا جائے گا۔ یہ اصطلاحیں پگڈنڈیوں کا کام دیں گی۔ مگر یاد وہی کرائی جائیں۔ جو فی الحقیقت ضروری ہیں۔ طلباء کو ایسی اصطلاحیں یاد کرانا بالکل فضول ہے۔ جو عملی طور پر قدر و قیمت نہیں رکھتیں۔ معلم کو خود یہ فیصلہ کرنا پڑے گا۔ کہ وُہ اس سلسلہ میں کتنا کام کرائے گا۔ بعض اصطلاحات ایسی ہیں۔ جن کے بغیر گذارہ ناممکن ہے۔ مثلاً معروف و مجہول۔ لازم و متعدی۔ زمانوں کے نام۔ فاعل اور مفعول۔ مسند اور مسند الیہ وغیرہ وغیرہ۔ اِن کو سمجھنا ضروری ہے ۔

قواعد صرف و نحو کو پڑھاتے وقت ایک بات کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اور وُہ یہ کہ جو کچھ کیا جائے۔ وُہ پورے طور سے کیا جائے۔ طلباء کے گرامر کو نہ پسند کرنے کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ کہ وُہ اِسے سمجھتے نہیں۔ وُہ سمجھتے نہیں کیونکہ اُنہیں پختہ طور پر پڑھایا نہیں گیا۔ اور جب ہم ایک مضمون نہیں سمجھتے۔ یا اُس کا کوئی حصہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ تو ہم اُس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ یہ بہتر ہے۔ کہ گرامر کا تھوڑا حصہ پڑھایا جائے۔ بجائے اِس کے کہ بہت کچھ پڑھایا جائے۔ اور معدودے چند ذہین لڑکے اُسے سمجھیں۔ اور باقی جماعت کوری کی کوری ہو۔ اگر گرامر کو

پختگی کے ساتھ پڑھایا جائے۔ تو طالب علم اس سے لطف اندوز ہوں گے۔ بالخصوص اس صورت میں جبکہ استقرائی طریقہ استعمال کیا جائے۔ اس طرح زیادہ دقیق کام کے لئے بنیاد بھی مضبوط ہو جائے گی۔ جو شاید انہیں بعد میں کرنا پڑے گا۔

قواعد اُردو کی تدریس اس لئے بھی پیچیدہ ہے۔ کہ اس میں عربی فارسی قواعد کا بھی کچھ حصہ کرنا پڑتا ہے حصّہ ہائی میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس سے بچنا محال ہے۔ بہت سے الفاظ اس وقت تک سمجھنا مشکل ہے۔ جب تک عربی ماخذوں کی ابتدائی واقفیت حاصل نہ ہو۔ بہت سی ترکیبیں فارسی گرامر کو سمجھے بغیر ذہن نشین نہیں ہو سکتیں۔ جو لوگ عربی یا فارسی پڑھتے ہوں۔ اُن کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی لیکن گرامر مطلوبہ کی کچھ واقفیت سب ہی کو حاصل کرنی پڑتی ہے۔

جب طلبا حصہ ہائی کی جماعتوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ تو اُن میں بعض ضرور گرامر کو محض مطالعہ کی غرض ہی سے پسند کرنے کے اہل ہوں گے۔ اس صورت میں اُستاد زیادہ دقیق کام کی بنیاد ڈال سکتا ہے۔ جو ماری زبان کی تعلیم کے اعتبار سے تو بہت کم قدر رکھتا ہے۔ مگر ادبی نقطہ نظر سے نہایت اہمیت کی شے ہے۔ حصّہ ہائی اور مڈل کی اعلےٰ جماعتوں میں گرامر اور انشاپردازی کی تدریس میں اسائنمنٹ سسٹم (باب ۱۱) کی سفارش کی جاتی ہے۔
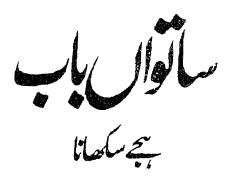
ہجے سیکھنا حافظہ کی بات ہے۔ پس جتنے طریقے ایک لفظ کو حافظہ میں منقوش کرنے کے ہوں گے۔ اتنے ہی زیادہ صحیح ہجے یاد رہیں گے۔ الفاظ کے ہجے یاد رکھنے کے تین بڑے بڑے طریقے ہیں۔ بینائی۔ آواز اور پٹھوں کی مشق پس ہجوں کو یاد رکھنے کا بہترین طریقہ وہ ہوگا جس میں یہ تینوں یا کم از کم دو ضرور آجائیں۔ اِس کا بہترین ذریعہ غالباً نقل نویسی ہے۔ جب بچہ ایک لفظ کو نقل کرتا ہے۔ اُس کو دیکھتا ہے۔ اُس کی شکل اُس کے ذہن میں بن جاتی ہے۔ جب وہ اسے لکھتا ہے۔ تو پٹھوں میں یہ یاد قائم ہو جاتی ہے۔ جب اُس کی اُنگلیاں ایک یا دو دفعہ ایک لفظ کو صحیح لکھ لیتی ہیں۔ تو اُنہیں صحیح لفظ لکھنے کی مشق ہو جاتی ہے جب وہ لفظ کو لکھے تو اُس کے ہجے بھی کر لے۔ اِس طرح آواز۔ بینائی اور مشق تینوں آجائیں گی۔ وہ اپنے آپ ہی میں لفظ کا تلفظ بھی کر سکتا ہے پس ہجے سکھانے کا بالعموم بالکفایت طریقہ نقل نویسی ہے۔ اگر علیحدہ علیحدہ الفاظ کے ہجے یاد کرنے ہوں۔ تو اُنہیں تختہ سیاہ پر لکھ دیا جائے۔ اور بچے اُس کی نقل کریں۔ یا اُنہیں کتاب سے نقل کیا جا سکتا ہے۔

اُردو اور ہندی جو بعض مستثنیات کے علاوہ صوتی زبانیں ہیں۔ اِن میں صحیح تلفظ کی مشق بچوں کو صحیح ہجے سیکھنے میں بہت مدد دے گی۔ خصوصاً جہاں الفاظ کے ہجے آواز سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور جہاں ایک حرف کے لئے ایک ہی آواز ہے۔ لیکن اردو میں اِس مسئلہ کا یہ کامل حل نہیں۔ اردو میں بعض مختلف حروف کی آوازیں نہایت ہی تھوڑا فرق ہے جسے عربی کے ماہرین ہی دریافت کر سکتے ہیں۔ اور حروف کا صحیح تلفظ کر سکتے ہیں۔ یقیناً پرائمری مدرسہ کے بچے ایسے حروف مثلاً ت۔ ط۔ ز اور ذ کا فرق نہیں بتا سکتے لیکن اِن مستثنیات سے قطع نظر صحیح تلفظ سے بہت کچھ سکھایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا پرائمری کی جماعتوں

میں اس پر بہت زور دینا چاہیئے۔ اس منزل پر بچوں کو زبانی ہجوں پر وقت صرف کرنا چاہیئے۔ لیکن اس میں یہ شرط ضرور ہے۔ کہ اُستاد ہمیشہ یاد رکھے کہ ہجے سکھانے کا یہی اچھا طریقہ نہیں۔ اچھا طریقہ تو نقل نویسی ہی ہے؛

ہجے سکھانے میں املا پر بہت کم اعتماد کیا جائے۔ املا سے طالب علم ہجے کبھی نہیں سیکھ سکتا۔ یہ محض آزمانے کا ذریعہ ہے۔ کہ آیا ایک طالب علم جو کچھ اُسے کہا جاتا ہے۔ اُسے صحیح طور پر سُن سکتا ہے یا نہیں۔ اور اُسے سُن کر وہ صحت کے ساتھ رقم کر سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اِس سے اِس بات کا پتہ چلتا ہے۔ کہ طالب علم کون سے الفاظ کے ہجے غلط کرتا ہے اِس طرح اُس کی کمیوں کا علاج کیا جا سکتا ہے لیکن اِس میں خطرہ یہ ہے۔ کہ اِس سے ناقص عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُسے غلط لفظ لکھنے کا موقعہ مل جاتا ہے پس اِسے شاذ و نادر استعمال کیا جائے۔ بالخصوص ابتدائی سالوں میں اور بہت سے طریقے ہیں جن سے طالب علم کو لفظ سننے کی تربیت دی جا سکتی ہے۔ مگر جن میں یہ خطرہ نہیں ہے۔ اگر ہجوں کی آزمائش مقصود ہو۔ تو یہ زبانی ہو سکتی ہے۔ اِس طرح طالب علم غلط لفظ کو دیکھنے نہ پائیگا۔ اور اُس کی انگلیوں کو غلط الفاظ لکھنے کی مشق نہ ہوگی۔ اگر املا لکھوائی جائے تو صرف اُن پیروں میں سے لکھوائی جائے۔ جو طلباء نے تیار کئے ہیں۔ بہتر یہی ہے۔ کہ املا کو اُس کے حال ہی پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اِس وقت کو نقل نویسی میں استعمال کیا جائے۔ (املا میں اتنا فائدہ ضرور ہے۔ کہ جو ہجے یاد ہوں وہ ذہن میں اچھی طرح مرتسم ہو جاتے ہیں)؛

"املا کی مشقوں پر زور دیئے جانے کا سبب بلا شبہ یہ ہے۔ کہ قدیم "ضوابط" کی رُو سے طلباء کا ہجوں میں امتحان املا کی کسوٹی ہی سے کیا جاتا تھا۔ گو املا اضافی طور پر ہجوں کی شناخت میں کارآمد ہو۔ مگر بذات خود ہجے سکھانے میں یہ کوئی مدد نہیں دیتی۔ املا کی مشق کا سب سے بڑا فائدہ طلباء کو احتیاط سے سُننے اور سمجھنے اور سُنے ہوئے کو معقول رفتار سے لکھنے کی تربیت دیتا ہے۔ املا کے لئے جو پیرے چُنے جائیں۔ وہ اِس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے نہ چُنے جائیں۔ کہ اُن میں بہت سے مشکل الفاظ پائے جاتے ہیں۔ بلکہ دلچسپی یا خوبی کی بنا پر اس غرض سے چُنے جائیں۔ کہ وہ بعد کو جماعت کے لئے کارآمد ثابت ہوں گے"[1]

بے شک اِس وقت بھی یہی خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ جب بچے خود ہی کچھ لکھتے ہیں۔ قدرتی طور پر تمام خطرات سے بچنا۔ اور غلطیوں کے ارتکاب سے محفوظ رہنا بالکل ناممکن ہے۔ لیکن یہاں اُن الفاظ کی نقل نویسی کرائی جا سکتی ہے۔ جو اُس تحریر میں آئیں گے۔ جو بچے لکھنے والے ہیں۔ اِس طرح اُنہیں اُن لفظوں کے ہجے سیکھنے کا موقعہ مل جائے گا۔ جو اُنہیں استعمال کرنے ہیں پیشتر اِس کے کہ وہ اُنہیں تحریر میں لائیں؛

---

[1] *The Primary School*, Board of Education, London, pp. 160-161.

دراصل ہجوں کو بچوں کی پڑھائی کے ساتھ گہرا تعلق ہونا چاہئے۔ اور انشا کے ساتھ گہرا تعلق ہونا چاہئے اس مضمون کو اس طریقے سے پڑھانا زیادہ مفید اور کامیاب ثابت ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ الفاظ کی فہرستیں استعمال کی جائیں۔ جن کے سیاق وسباق میں کوئی تعلق نہیں۔ یا ہجوں کی کتابیں استعمال کی جائیں۔ ممکن ہے۔ جو لفظ اس طرح فہرستوں میں سیکھے جائیں۔ اُن کے ہجے عملی طور پر استعمال کرتے وقت غلط کئے جائیں۔ صرف اس وجہ سے کہ اُنہیں مصنوعی یا غیر قدرتی طور پر سیکھا گیا ہے۔ جب عملی حقیقت سے واسطہ پڑتا ہے۔ تو تبدیلی کی بنا پر یادداشت ہرن ہو جاتی ہے۔ جہاں صحیح ہجوں کا تقاضا ہوتا ہے۔ وہی جگہ صحیح ہجے سیکھنے کی بھی ہے۔ پس ہجے سیکھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہجوں کو پہلے جملوں کی قرأت اور بعد ازاں جملوں کی تحریر کے ساتھ مربوط کیا جائے۔

اس بات پر زور دینا ضروری ہے۔ کہ اس کام کی بنیاد کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اس کو پہلی ہی جماعت سے شروع کرنا ضروری ہے۔ بعض اوقات جملے کے طریقے اور کہانی کے طریقے پر یہ نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ کہ اس سے ہجوں پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ یعنی ہجے کمزور رہتے ہیں۔ یہ بات اُس وقت صادق آتی ہے۔ جبکہ طریقے پر عمدگی کے ساتھ عمل نہیں کیا جاتا۔ پانچ یا چھ ماہ کے بعد بچہ جملے سے حروف کی آواز کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ سال اوّل میں تلفظ اور ہجوں کی صحیح بنیاد قائم نہ ہو۔ وہ اس قابل ہو۔ کہ جن الفاظ کو پڑھتا ہے۔ اُن کے ہجوں پر بھی حاوی ہو بات صرف یہ ہے کہ ہجوں پر کافی توجہ مبذول کی جائے۔

ہجے سکھانے میں مشقیہ کام کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہجوں کی خاص مشق کرائی جائے۔ اس امر میں آراء میں اختلاف پایا جائے گا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ مشق ضروری نہیں۔ ہجے پڑھنے اور نقل نویسی سے ازبر ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کا یہ خیال ہے۔ کہ یہ ممکن نہیں کہ اس طرح ہجے اچھی طرح یاد ہو جائیں۔ لہٰذا تھوڑی بہت مشق لازمی ہے۔ بالخصوص پرائمری جماعتوں میں۔ اب اس امر میں ہم اُس وقت تک حقیقت کو نہیں پا سکتے جب تک ہم یاد نہ رکھیں کہ افراد میں کتنا فرق ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایک شخص بلا مشق ہجے یاد کر سکتا ہے۔ مگر اتنا ہی یہ بھی سچ ہے۔ کہ ایک اور شخص میں یہ ملکہ موجود نہیں اُسے مشق کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جن کی عینی یادداشت یا قوت مشاہدہ اچھی ہے۔ وہ پڑھتے اور لکھتے وقت ہی ہجے یاد کر لیں گے۔ اور یہ سچ ہے۔ کہ وسعت سے پڑھنے والے ہجوں میں اچھے ہوتے ہیں۔ قدرتی بات ہے کہ جتنا زیادہ کوئی پڑھتا ہے۔ اتنی ہی زیادہ حروف اور الفاظ کی اشکال اُس کی یادداشت یا حافظہ میں مرتسم ہوتی جاتی ہے۔ تاہم یہ پھر بھی سچ ہے۔ کہ کئی افراد کے لئے ہمیں پڑھائی اور نقل نویسی کے ساتھ مشق کا اضافہ بھی کرنا پڑے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہمیں تمام جماعت کو ہجوں کی مشق کرانی چاہئے

مشقیہ یا رٹنے کا کام صرف اُن ہی سے کرایا جائے۔ جن کو اس کی ضرورت ہے۔ اُستاد جلد ہی پتہ لگا لیگا۔ کہ جماعت میں کون کونسے ایسے افراد ہیں۔ جن کے لئے مشق کا کام محض تضیع اوقات ہوگا۔ جب جماعت میں کمزور طلبا کو ہجوں کی ڈرل کرائی جائے۔ تو اچھے لڑکوں کو خاموشی سے پڑھنے کا کام دیا جاسکتا ہے۔ یا کوئی اور کام بھی دیا جاسکتا ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم ہجے سیکھنے کا کوئی قل و دل اصول قائم نہیں کرسکتے۔ یہ ایسی بات ہے۔ جس میں افراد میں بہت ہی امتیاز پایا جاتا ہے۔ اور ہمیں اپنے کام کی تجویز اُن افراد کے اعتبار سے تیار کرنا پڑے گی۔ جو ہماری جماعتوں میں ہے؛

جہاں مشقیہ کام کرایا جائے۔ وہاں اس میں نصف گھنٹہ یا ہفتہ میں ایک گھنٹی سے زائد وقت صرف نہ کیا جائے۔ یہ معمول کی نقل نویسی کے علاوہ ہوگا۔ مشق کا بہت سا کام کھیل کھیل میں تعلیم کے طریقوں سے کرایا جاسکتا ہے۔ اس سے روکھاپن اور کوفت دُور ہوجاتی ہے۔ اور اس سے دلچسپی میں بہت اضافہ ہوجاتا ہے۔ ان میں سے بعض ذیل میں درج کئے جاتے ہیں؛

۱۔ **ہجوں کا مقابلہ:۔**

جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور فریقین کو باری باری ایک لفظ ہجوں کے لئے دیا جاتا ہے۔ دونو فریقوں کے ہر لڑکے کو باری دی جاتی ہے۔ جو فریق کم سے کم غلطیاں کرے۔ وہ جیت جائے گا۔ جن لفظوں کے ہجے غلط کئے جاتے ہیں۔ اُنہیں صحت کے ساتھ تختہ سیاہ پر لکھ دیا جاتا ہے۔ جو طالب علم غلطیاں کرتے ہیں۔ ان کو چار یا پانچ دفعہ لکھتے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ فریقین میں ایک ایک لیڈر مقرر کیا جاتا ہے۔ ایک لیڈر دوسرے فریق کو لفظ دیتا ہے۔ یہ تمام کام زبانی کیا جاتا ہے؛

۲۔ اُستاد تختہ سیاہ پر ایک لفظ لکھتا ہے۔ اور جماعت کو پانچ سیکنڈ کے لئے اس لفظ کو دیکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ بعد ازاں لفظ کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور جماعت کا ہر ایک لڑکا اس لفظ کو لکھتا ہے۔ اس میں بھی جماعت کو فریقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ جو غلطی کرتے ہیں۔ وہ لفظ کو تین یا پانچ دفعہ صحیح لکھتے ہیں؛

۳۔ اُستاد تختہ سیاہ پر ایک لفظ کے حروف کو ملا جلا کر لکھ دیتا ہے۔ بچے لفظ کو صحیح کرکے لکھتے ہیں۔ یہ کھیل بچوں کے لئے بہت ہی دلچسپ ہے؛

۴۔ ایک اور کھیل جو بعض زبانوں میں کھیلا جاسکتا ہے۔ مگر اردو میں ذرا مشکل ہے۔ یہ ہے کہ ایک لفظ لکھا جاتا ہے۔ اُس کے کچھ حروف چھوڑ دئے جاتے ہیں۔ اُن کی جگہ نشان کر دیا جاتا ہے۔ بچے چھوڑے ہوئے

حروف کو دریافت کر کے صحیح لفظ لکھتے ہیں ؂

۵ - ایک لفظ جس میں کئی ایک حروف آتے ہوں دیا جاتا ہے - اور طلبا کو کہا جاتا ہے کہ تم اس لفظ کے حروف سے جتنے نئے لفظ بنا سکتے ہو - بنا کے لکھو ؂

۶ - بچوں کو ایک لفظ بتایا جائے - اور اُن کو کہا جاتا ہے - کہ صرف ایک حرف تبدیل کر کے نیا لفظ بناؤ - اِس طرح سے وہ اِسے کافی طویل بنا سکتے ہیں - مثلاً لب - دب - دال - ڈال - حال - نال - علیٰ ہذا ؂

۷ - بچوں کو ایک لفظ دیا جاتا ہے - اور اُن سے اتنا ہی بڑا ایک اور لفظ بنوایا جاتا ہے - جو پہلے لفظ کے آخری حرف سے شروع ہو - علیٰ ہذالقیاس - اِس طرح ایک زینہ بن جائیگا - مثلاً :-
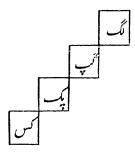
۸ - ایک اور کھیل جو بڑے لڑکوں کے لئے موجب دلچسپی ہے - یوں ہے کہ ایک طالب علم کسی حرف سے ایک لفظ شروع کرتا ہے - دوسرا لڑکا ایک حرف کا اضافہ کر دیتا ہے تیسرا ایک اور علیٰ ہذالقیاس - ہر طالب علم جو حرف کا اضافہ کرتا ہے - اِس کے ذہن میں ایک لفظ ہو - یعنی کوئی طالب علم ویسے ہی لفظ کا اضافہ نہیں کر سکتا - اُس کے ذہن میں کوئی لفظ ہوگا - ہر طالب علم جسے تین حرفوں کے جمع ہو جانے کے بعد ایک حرف کا اضافہ کر کے لفظ پورا کرنا پڑتا ہے - اُسے ایک نمبر دیا جاتا ہے - ہر طالب علم کو ایک لفظ کا اضافہ کرنا پڑتا ہے - مگر وہ کوشش کرتا ہے کہ حروف مکمل نہ ہو جائے - لیکن اگر تین حرف جمع ہونے سے پہلے کوئی لفظ پورا ہو جائے - تو اُسے کسی طالب علم کے خلاف شمار نہ کیا جائیگا - جب کھیل ختم ہوتا ہے - تو جس طالب علم کے سب سے تھوڑے سیاہ نشان یا نمبر ہوتے ہیں - وہ جیتا ہوا شمار ہوتا ہے - اگر کسی طالب علم کو شک ہو - کہ ایک طالب علم نے ویسے ہی حرف کا اضافہ کر دیا ہے - حالانکہ اُس کے ذہن میں کوئی لفظ نہ تھا - یا اُس کے حروف بڑھانے سے لفظ کے ہجے غلط ہو گئے - تو وہ اُس طالب علم سے لفظ پوچھ سکتا ہے - اگر وہ کوئی لفظ نہ بتائے - یا لفظ کے ہجے غلط کرے - تو اُسے ایک سیاہ نشان دیا جاتا ہے - جب ایک لفظ مکمل ہو جائے - تو اگلا طالب علم لفظ

شروع کرے۔ پھر اُس سے اگلا طالب علم ایک حرف کا اضافہ کرے علیٰ ہذا۔ اکثر اوقات یہ ضرورت پڑ جاتی ہے۔ کہ لغات کی مدد لی جائے۔ چنانچہ لغات کا پاس ہونا لازم ہے۔ اِسمائے معرفہ کی اس میں اجازت نہیں ہوتی ؃

اعلےٰ جماعتوں میں ہجوں کی مشق کی زیادہ ضرورت نہ پڑنی چاہئیے۔ لیکن ہجوں کی طرف توجہ اِن جماعتوں میں بھی دینی پڑتی ہے۔ جب تحریری کام میں ہجوں کی غلطیاں سرزد ہوں۔ تو طالب علم ہمیشہ اُن کی تصحیح کرے۔ اور تین یا پانچ دفعہ لکھ کر اُن کی مشق کرے۔ بعض اوقات اگر لفظ کے اُس حصہ کو جس میں غلطی واقعہ ہوئی ہے کسی خاص طریقے سے نمایاں کر دیا جائے۔ تو اُس سے بڑی مدد ملتی ہے۔ وہ حصہ جو غلط تھا۔ اُسے مختلف رنگ کی سیاہی سے لکھا جا سکتا ہے یا لفظ کو پنسل سے لکھا جائے۔ اور حصہ جو غلط تھا۔ اُس پر روشنائی پھرا دی جائے۔ یا اُس حصہ کے گرد جہاں غلطی تھی ایک دائرہ بنا دیا جائے۔ ہر وہ تدبیر جس سے اُس حصہ پر توجہ منعطف ہو جائے جہاں غلطی تھی۔ اور صحیح لفظ کا نقش مشاہدہ پر ہو جائے مفید ثابت ہو گی ؃

یہ بھی اچھا ہے۔ کہ ہر طالب علم کے پاس اپنی کاپی ہو جس میں وہ اُن الفاظ کو صحت سے لکھے جن کے ہجوں میں اُس سے تحریری کام میں غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ خواہ یہ کام مادری زبان کا ہو۔ یا کسی اور مضمون کا۔ اِس کاپی میں حروفِ تہجی کے ہر حرف کے لئے صفحے ہوں۔ اور الفاظ کو حروفِ تہجی کے لحاظ سے تحریر کیا جا سکتا ہے جس طرح لغت کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ دورانِ سال میں طالب علم کے پاس اُن لفظوں کی فہرستیں تیار ہو جائیں گی۔ جن میں اُس سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ اور وہ وقتاً فوقتاً اُن پر نظر دوڑا سکتا ہے ؃

ادنےٰ جماعتوں میں اُستاد اُن لفظوں کی فہرستیں تیار کر کے جن میں عموماً غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ دیواروں پر لٹکا دے۔ اِن فہرستوں کا طویل ہونا لازمی نہیں۔ ہر فہرست محض چند ہفتے تک دیوار پر لٹکی رہے۔ اگر ضرورت پڑے تو نئی فہرست تیار کر کے لٹکائی جا سکتی ہے ؃

بچوں کو سکھایا جائے۔ کہ جوں ہی اُنہیں کسی لفظ کے متعلق تھوڑا سا بھی شک پڑے۔ تو فوراً اپنی لغت یا اُستاد سے مدد لیں۔ ابتدائی مراحل میں اگر اُنہیں وثوق نہ ہو۔ اُنہیں ضرور اُستاد سے مشورہ لینا چاہئیے۔ بعد میں اُنہیں لغات استعمال کرنے کی تربیت دی جائے ؃

بعض اوقات ہجوں کے متعلق اصول مدد دیتے ہیں۔ لیکن جب اصول سکھلانے کا وقت آتا ہے۔ تو ہجوں کی مشق کی اتنی ضرورت نہیں رہتی۔ پس حتی الامکان اُن کے بغیر ہی گذارہ کرنا چاہئیے۔ وہ زبان جو اِس قدر صوتی ہو۔ جیسے اُردو تو اُس میں صحیح تلفظ سکھانا زیادہ اہم ہے ؃

آٹھواں باب

نظم پڑھانا

نظم پڑھانے میں ہمارا یہ مقصد نہیں ہوتا۔ کہ ہم اکیلے اکیلے لفظوں یا فقروں کے معنی طلبا پر واضح کریں۔ نہ ہمارا مقصد طلبا کو دلچسپ طور پر ایک کہانی بتانا ہوتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ بھی نہیں ہوتا۔ کہ وُہ خیالات جو خوبصورتی کے ساتھ نظم میں بیان کیے گئے ہیں۔ اُنہیں ایسی سادہ زبان میں بیان کر دیا جائے۔ جو خوبصورت اور پُر لطف نہ ہو۔ بلکہ ہمارا فرض طلبا میں ایسی استعداد پیدا کرنا ہے۔ کہ اُن پر وُہ جذبات طاری ہو جائیں۔ جو نظم لکھتے وقت شاعر پر طاری تھے۔ اور اُن خیالات کو سمجھنے کی لیاقت پیدا کرنا ہے۔ جو وُہ نظم میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہمیں اُنہیں سکھانے کی کوشش کرنی ہے۔ کہ وُہ شاعر کی اُس محبت کا پتہ لگا سکیں۔ جو اس کے دل میں کائناتِ قدرت کے لیے موجزن ہے۔ تاکہ اُن کے دلوں میں بھی ایسی محبت پیدا ہو سکے۔ اِس کا اطلاق اُس سادہ سے سادہ نظم پر ہوتا ہے۔ جو ادنےٰ جماعتوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ اور اُن اعلےٰ درجہ کی نظموں پر بھی جن سے اعلےٰ جماعتوں میں واسطہ پڑتا ہے ؂

نظم کے معلم ہونے کی حیثیت سے ہمارا کام یہ ہے۔ کہ ہم ایسی فضا پیدا کر دیں۔ جس میں ایک نظم کے معنی ذہنی طور پر سمجھے جانے کی بجائے خود بخود محسوس ہو جائیں۔ اور اِس کے ساتھ ہی وُہ سمجھ میں بھی آجائیں ؂

اِس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ نظم پڑھانے میں نظم خوانی کو از بسکہ اہم درجہ حاصل ہے۔ اگر ایک معلم حسن طور پر ایک نظم پڑھانے کا متمنی ہے۔ تو اُس کے لیے لازم ہے۔ کہ اُس نظم کو اِس انداز سے پڑھ کر سنائے۔ کہ اُس کے پڑھتے ہی سے نظم کے معنی سوجھ پڑیں۔ ایک معلم نظم خوانی میں جتنا وقت صرف کرے کم ہے۔ نظم خوانی میں کامیابی

حاصل کرنے ہی پر اُس کی نظم پڑھانے میں کامیابی حاصل کرنے کا راز مضمر ہے۔ البتہ اِس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ معلم پہلے خود نظم کو محسوس کرے ہم اُس وقت تک اچھے پڑھنے والے نہیں بن سکتے۔ جس وقت تک ہم اچھے محسوس کرنے والے نہ ہوں۔ اِس کا انحصار خیال کی صداقت اور حسیات پر ہے۔

نظم جو مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اُس کا تعلق زندگی سے ہونا چاہئیے۔ ہم بچوں سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ اُن اشیاء کو محسوس کر سکیں جن کا اُن کی روزمرہ کی زندگیوں سے کوئی رشتہ نہیں۔ چھوٹے بچوں کی زندگیوں پر یہ بات بالخصوص صادق آتی ہے۔ گو اِس حقیقت کا اطلاق سب ہی پر ہوتا ہے۔ اُن کے اذہان پر یہ بات نقش نہ ہونے پائے۔ کہ شعر وہ شے ہے۔ جو اُن کی زندگیوں سے علیحدہ ہے۔ یا مصنوعی طور پر وابستہ ہے۔ بلکہ وہ شعر یا نظم کو ایک قدرتی شے سمجھیں جو اُن کی روزمرہ زندگی سے چولی دامن کا ساتھ رکھتی ہے۔ اُن کی زندگی ہی سے اُس کی تخلیق ہوتی ہے۔ اور اُن معانی کا اظہار کرتی ہے۔ جو روزمرہ زندگی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر نظم اِس نقطۂ نظر سے پڑھائی جائے اور چھوٹے بچوں کو پڑھانے کے لئے نظمیں اِس لحاظ سے چُنی جائیں۔ تو نظم اُن کی زندگی کا لاینفک جزو بن جائے گی۔ جو مدت العمر اُن کے ساتھ رہے گا۔

شائد یہ اعتراض کیا جائے کہ نظموں کا انتخاب تو کتاب یا درسی نصاب کا مصنف کرتا ہے۔ اُستاد کا اِس میں کوئی ہاتھ نہیں ہوتا۔ گو یہ سچ ہے کہ اُستاد کا اِس بات میں کوئی دخل نہیں۔ کہ درسی کتاب میں کونسی نظمیں شائع ہوں گی۔ مگر یہ تو اُس کے اختیار میں ہے۔ کہ وہ اپنے طلباء کو اُن نظموں سے روشناس کرائے جو درسی کتاب میں تو نہیں ملتیں مگر اُس کے خیال میں طالب علموں کے لئے پسندیدہ اور دلچسپ ہوں گی۔ بعض اوقات اُستاد طلباء پر انتخاب چھوڑ دیتا ہے۔ آیا وہ کونسی نظمیں پڑھنا چاہتے ہیں۔ وہ جماعت کے روبرو چند نظمیں پڑھ کر سنا دے۔ اور طلباء اِن میں سے انتخاب کر لیں۔ چھوٹے بچوں کے لئے نظموں کے ایسے مرقعے تیار کئے جا سکتے ہیں۔ جو صرف بچوں کے لئے ہی لکھی گئی ہیں۔ اِس سلسلہ میں وہ نظمیں بہت مفید ثابت ہوں گی۔ جو اُن نظموں میں سے چُنی جائیں جو بچے عموماً گھروں میں سُنتے ہیں۔ بعد میں دیہاتی گیت اور رزمیہ نظمیں استعمال ہو سکتی ہیں۔

ایسا انتخاب کرنے کے لئے اُستاد کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ شعر کا مذاق رکھتا ہو۔ شعر کا مذاق پیدا کرنے کے لئے لازم ہے۔ کہ اچھی نظمیں اور اعلیٰ درجے کا شاعرانہ کلام مطالعہ کیا جائے۔ حتےٰ کہ چھوٹے بچوں کے لئے اچھی نظمیں چننے کے واسطے بھی اُستاد کو اچھا کلام جاننے کی ضرورت ہے۔ گو وہ کلام جو وہ مطالعہ کرتا ہے۔ اُس نظم یا کلام سے دقیق اور مشکل ہی کیوں نہ ہو۔ جو اُسے اپنے طلباء کو پڑھانا ہے۔ لیکن سادہ سے سادہ نظموں کا انتخاب کرنے کے لئے

بھی اُسے لازم ہے۔ کہ اعلیٰ کلام کا مطالعہ کرنے کی اُسے عادت ہو۔ سادہ نظموں کے انتخاب کا مذاق پیدا کرنے کے لئے بھی اچھی صحبت یعنی اعلیٰ درجہ کا کلام پڑھنے کی ضرورت ہے۔

بچوں کے لئے نظمیں خواہ سادہ اور سلیس کیوں نہ ہوں۔ اُن میں حسنِ خیال اور حسنِ اظہار کی خوبی موجود ہو۔ اُن میں اعلےٰ درجہ کی موسیقی دتال ہو۔ وُہ جذباتی اور عشقیہ نہ ہوں۔ چھوٹے بچوں کے لئے قافیہ اور موسیقی دتال کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ قافیہ اور موسیقی عام طور پر سب ہی بچوں کو پسند ہے۔ اور نظم سے روشناس کرانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ بچوں کو حرکت۔ راگ اور الفاظ میں موسیقی کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے گھریلو نظمیں اِس لحاظ سے قدر کی شئے ہیں ؎

نظم خواہ کسی ہی جماعت میں کیوں نہ پڑھائی جارہی ہو۔ اِس میں پہلا قدم یہ ہو۔ کہ اُستاد نظم کو بلند آواز اور خوش الحانی سے جماعت کے سامنے پڑھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُستاد کا خوشخواں ہونا نظم کی تدریس کے لئے لازم ہے تمام استفادہ جو جماعت ایک نظم سے حاصل کرسکتی ہے۔ وُہ اُستاد کے پڑھنے پر موقوف ہے۔ اُس کے پڑھنے ہی سے نظم کے معنی واضح ہوجائیں گے۔ اور اسی سے نظم کی تشریح وتوضیح ہوجائے گی۔ بے شک نظم کی نوع میں بچوں کی عمر کے ساتھ تبدیلی ہوتی رہے گی۔ اور اسی طرح بچوں کی قوتِ استفادہ معنوں کو سمجھنے کی اہلیت۔ نظم کی قدر کرنے کی لیاقت اور نظم کے معنوں کو اخذ کرنے کا مادہ بڑھتا اور بدلتا رہیگا۔ مگر جماعت اول سے لے کر جماعت دہم تک وہی ایک اصول کارفرما ہے۔ بلند آواز سے پڑھ کر اور نظم کو سُنا کر ہی اُستاد نظم کے معنی اپنے طلبا کے اذہان پر منقوش کرسکتا ہے۔ البتہ ایک دفعہ پڑھنا کافی نہیں۔ دو یا تین دفعہ پڑھا جانا ضروری ہے۔ اُستاد پڑھتے وقت اِس بات کا خیال رکھے کہ کن باتوں پر زور دیا جانا ضروری ہے۔ بحر کا خیال بھی مدنظر رہے۔ لیکن یہ احتیاط کی جائے۔ کہ نظم محض ایک گیت یا نغمہ نہ بن جائے ؎

اِس طرح اُستاد تمام نظم کو لے گا۔ اور طلبا تمام نظم کے معنی سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اِس سے پہلے کہ اُسے شعر بشعر یا بیت کے بعد بیت کے طور پر پڑھایا جائے۔ تمام نظم ہی ایک خیال کو کلی طور پر پیش کرتی ہے۔ اور اسے بیت بیت کرکے پڑھنا تمام معنی اور نظم کو ضائع کردیتا ہے۔ (یہ بات چھوٹی چھوٹی نظموں پر صادق آتی ہے۔ مگر لمبی نظموں کو اِس طرح نہیں پڑھایا جاسکتا۔ اُنہیں حصوں میں تقسیم کرکے پڑھنا پڑے گا۔) جب نظم کو اِس طرح ختم کرلیا جائے۔ تو پھر اِن لفظوں اور فقروں کی تشریح وتوضیح کی جاسکتی ہے۔ جن کے معنی واضح نہیں۔ اُن تلمیحات کی وضاحت کی جاسکتی ہے جو نظم میں آئی ہیں۔ اور صنائع اور بدائع کو واضح کیا جاسکتا ہے۔ اِن صنائع و بدائع کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاسکتا ہے۔ کہ اُن سے شاعر کے کلام میں کیا خوبی پیدا ہوگئی ہے۔ اِس

بات کا اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ خاص خاص اسماء صفت نے بیان میں کیا زور پیدا کردیا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اُس بڑے مقصد کے سامنے ادنیٰ درجہ رکھتا ہے۔ جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ یعنی نظم کو محسوس کرنا۔ اِس کے اکیلے اکیلے لفظ کو ذہنی طور پر سمجھنا نہیں۔ نظم پڑھانے کا بڑا مقصد مشکل الفاظ اور فقرات کی توضیح نہیں۔ گو بہت سے لوگ جو نظم پڑھاتے ہیں۔ وُہ یہی خیال کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے بچوں میں نظم کا صحیح مذاق پیدا کرنے اور اُن میں شاعرانہ جذبات اور شاعری کے ملکہ کی نشوونما کرنے کے خواہاں ہیں۔ تو اُن سے ایک نظم کی لفظی تشریح کرانا فاش غلطی ہے ؛

نظم پڑھانے کا مقصد براہِ راست یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ اِس سے طلباء کے ذخیرہ الفاظ اور عام واقفیت یا قوتِ بیان میں ترقی ہو۔ یہ باتیں تو قدرتی طور پر ہر حالت میں اِس سے حاصل ہو جائیں گی۔ مشکل الفاظ اور فقرات کی تشریح کر دی جائے۔ مگر ان ادنیٰ مقاصد کو نظم پڑھانے کا نصب العین بنا لینا طلباء میں یہ رجحان پیدا کرے گا۔ کہ نظم خوانی کا مقصد اضافی ہے۔ نظم بذاتِ خود کوئی شے نہیں۔ نظم پڑھانے کا مقصد جماعت کے ہر فرد میں ایک نئے تجربہ میں مسرت حاصل کرنا ہے۔ اِس میں ہمدردی کے ساتھ تخیل آرائی کا ملکہ پیدا کرنا ہے۔ نظم سے جذبات اور تخیل میں ہیجان پیدا کرتا ہے۔ جس کا بہترین اظہار نظم ہی ہے ؛

نظم پڑھانے کے سلسلہ میں ہمارے سامنے یہ سوال آتا ہے۔ کہ کیا نظم کو زبانی یاد کرنا چاہیئے ؟ ہم میں سے بعض کا یہ تجربہ ہے کہ مدرسہ میں دہرانا ، رٹانا اور بچوں کو بہت سے شعر زبانی یاد کرانا اُن کے دل میں نظم سے نفرت پیدا کر دیتا ہے۔ بچوں سے بہت سے شعر صرف اِس غرض سے یاد کرائے جاتے ہیں۔ کہ وُہ اگلے سال یا کسی خاص تقریب یا انسپکٹر صاحب کی آمد پر تھوڑی بہت صحت کے ساتھ زبانی سُنا سکیں۔ بچوں سے نظمیں زبانی یاد کرانے کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔ اِن میں سے بہت سی دلیلیں بڑی معقول دکھائی دیتی ہیں۔ ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ بچے ادب کی بہت سی باتیں اخذ کر لیتے ہیں۔ اپنے قومی تمدن کی قدر و منزلت کے اجزا کو اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ بعد کو وُہ ان شعروں کو جنہیں وُہ اب اِس کوفت کے ساتھ سیکھتے ہیں۔ بڑی شکر گذاری کے ساتھ یاد کریں گے۔ اور اُس وقت وُہ اُس کی پوری قدر کر سکیں گے۔ اور اس کی اہمیت کو پہچانیں گے۔ لیکن یہ سب مرغوب باتیں اِس اہم مسئلہ پر منحصر ہیں کہ آیا وُہ نظمیں جو مقرر کی جاتی ہیں۔ بچے واقعی اُنہیں یاد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وُہ نہیں چاہتے۔ تو فی الحقیقت یہ بات پُر احتمال ہے کہ وُہ تمام فوائد جو نظم کے زبانی یاد کرنے سے متوقع ہیں حاصل ہوں گے یا نہیں ؛

قطع نظر اس بات سے کہ الفاظ زبانی یاد کرنے کی استعداد میں افراد میں بڑا تفاوت ہے۔ نیز ایک بچہ ایک بات کو چند

لمحوں میں یاد کر لیتا ہے۔ حالانکہ دوسرے بچہ کو وہی بات یاد کرنے میں بڑی کوفت اور جگر کاوی کا آدھ گھنٹہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نظمیں یاد کرنے کے فوائد اسی صورت میں حاصل ہوتے ہیں۔ جبکہ بچوں کو آزادی ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ اُنہیں پسند آئے یاد کریں۔ اور اُن کو ایسی نظمیں یاد کرنے کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔ جو اُنہیں پسند نہیں۔ اور جو وُہ زبانی یاد کرنا نہیں چاہتے۔ اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ بعض بچے نظمیں زبانی یاد کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر احتیاط کے ساتھ اُن کی رہنمائی کی جائے۔ تو اچھی اچھی نظموں کو حفظ کرنا اُن کے لئے باعثِ مسرت ہوگا۔ لیکن اس بات اور طرزِ عمل میں اور اِن سے جو نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ اور اُس طریقہ میں جس کے مطابق ہر بچے کو وہی مقررہ سطور یاد کرنی پڑتی ہیں۔ زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہم سب ایک ہی بات کو پسند نہیں کرتے۔ نہ بچے ہی ایک بات کو پسند کرتے ہیں۔ بچوں کو وُہ نظمیں منتخب کرنے کی آزادی دی جائے۔ جو وُہ زبانی یاد کرنا چاہتے ہیں۔ اور نظمیں یاد کرنا اُن کے لئے ایک دلچسپی ہو۔ نہ کہ ایک مشقت جو بلا لحاظ رغبت و مذاق اُن کے سر منڈھ دی گئی ہے۔ اگر وُہ اِسے مشغلہ یا دلچسپی تصور نہ کریں۔ تو اُنہیں نظمیں یاد کرنے کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔ لیکن اگر نظمیں احتیاط کے ساتھ پیش کی جائیں۔ تو بہت سے بچے اگر اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تو اُن نظموں کو یاد کرنے کی کوشش کریں گے جو اُنہیں پسند ہیں۔ یہ بات بھی جماعت اول سے لے کر جماعت دہم تک مسلمہ ہے۔ اور سب پر صادق آتی ہے۔

جبکہ نظم کو کسی زبان کی رسمی تدریس کا بہانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ اِسی طرح اسے سوانح عمری۔ تاریخ اور اخلاقیات کی تعلیم کا بھی بہانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ بے شک یہ درست ہے کہ بعض نظموں کے ساتھ ہمیں ایک تمہید باندھنی پڑتی ہے۔ تاکہ ہمارے طلباء نظم کے اُس صحیح منظر کو سمجھ سکیں جس کا نقشہ شاعر نظم میں باندھتا ہے۔ وُہ نظمیں جن میں کسی تاریخی واقعہ کا بیان ہوتا ہے۔ اسی قسم کی ہوتی ہیں لیکن یہ تمہیدی کام قدرتی طور پر نظم کو پڑھانے سے پہلے کیا جائے گا۔ اور بہر کیف ایک امدادی شے ہوگا۔ اور نظم کی جگہ نہیں لے سکتا۔ بعض نظمیں اِس قسم کی بھی ہوتی ہیں۔ جنہیں خاص فضا ہی میں پڑھایا جاسکتا ہے۔ اُستاد کو اپنی لیاقت کی تمام قوتوں کو بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ اِس قسم کی نظموں کی تدریس میں بہتر ہے۔ کہ پہلے سادہ نظمیں پڑھائی جائیں۔ جن کا اِن بڑی نظموں سے تھوڑا بہت رشتہ ہو۔ اور جو اِس کے عام موضوع کی طرف رہنمائی کرسکیں۔ اور جماعت کو آئندہ کے لئے تیار کرسکیں۔ کہ آگے اُنہیں کونسی بات پڑھنی ہے۔ کسی نظم کے اخلاقی اثر کو بروئے کار لانے کے لئے اُس فضا کو جس میں نظم پڑھائی جاتی ہے۔ اور جو نظم خود پیدا کر لیتی ہے۔ سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

نظم اور چھوٹے بچوں کے متعلق ایک بات کہی جاسکتی ہے۔ اور وُہ یہ کہ جو سادہ نظمیں چھوٹے بچوں کو پڑھائی

جائیں۔ اور جو وُہ خود پڑھیں۔ وُہ شاعری کے فن کے لحاظ سے اتنی ہی عُمدہ ہوں جتنی کہ وُہ نظمیں جو بڑی جماعتوں کے طلباء کو پڑھائی جاتی ہیں۔ یہ بات بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وُہ ادبی نقطۂ نگاہ سے طبقہ اعلےٰ کی ہوں۔ یا سادگی کے علاوہ اُن میں وقتی اور بات ہو مطلب یہ ہے کہ اُن کا قافیہ درست ہو اور اُن میں شعریت کا پورا پورا رنگ ہو جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ اِن باتوں کا فیصلہ اُستاد کے ہاتھ میں ہے۔

اِس طرح احتیاط کر کے ہی ہم بچہ میں بڑے ہونے پر نظم کا صحیح مذاق پیدا کر سکیں گے۔ مذاق اور شناخت صحیح صحبت سے ہی بڑھتے ہیں۔ اِس کا اطلاق نظم پر نیز ہر قسم کے ادب پر ہوتا ہے۔ جماعت کے روبرو نظم خوانی کے ساتھ خاص رہنمائی کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ بچوں کو وُہ بات سمجھنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ جو شاعر نظم میں بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آپ کسی حد تک اُن میں یہ احساس پیدا کر سکتے ہیں۔ کہ شاعر کس طرح اُس بات کی تصویر پیش کرنا چاہتا ہے۔ جو اُس کے ذہن اور دل میں ہے۔ آپ اُن کو بتا سکتے ہیں۔ کہ بات کو بیان کرنے میں حُسنِ بیان اور فصاحت سے کام لیا جاتا ہے۔ کبھی کم اور کبھی زیادہ بعض نظموں سے دلیری اور بہادری ٹپک پڑتی ہے۔ اور بعض سے رقص اور سرود کا نقشہ کھنچ جاتا ہے نیز شاعر نے صحیح الفاظ کو استعمال کرنے میں بڑی کاوش سے کام لیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وُہ لفظ دقیق ہوں۔ بلکہ صحیح الفاظ کا استعمال۔ حتےٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچوں میں بھی نظم کی موسیقی اور جادو سے تھوڑا بہت حظ اُٹھانے کا ملکہ پیدا کیا جا سکتا ہے[۵۵]۔

آج کل بہت سے اُستاد نظم خوانی میں مل کر پڑھنے پر بہت زور دیتے ہیں۔ جماعت مل کر ایک نظم سُناتی ہے۔ ایک ماہر اِس کو بہت موثر بنا سکتا ہے۔ اور دقیانوسی جماعتی نظم خوانی سے یہ بہت مختلف ہو سکتی ہے۔ مگر ایک نظم خواں منڈلی کی رہنمائی کے لئے بہت تربیت کی ضرورت ہے۔ گو انفرادی طور پر تشریح و تبیین کی گنجائش کا خیال ہے۔ مگر اِس کا نتیجہ ایک متفقہ کوشش ہو۔ کیونکہ اسی کا نام "متفقہ تقریر" ہے یعنی جماعت کی ایک نظم کو بیان کرنے کی متفقہ کوشش۔ تاہم بہت سے اُستادوں کے لئے نظم خوانی کا انفرادی طریقہ ہی بہتر ہے۔ لیکن اگر اُنہیں متفقہ تقریروں کی رہنمائی کرنے کی تربیت حاصل کرنے کے موقعے ملیں۔ تو اُنہیں اِن سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

لیکن یہ بات ناممکن ہے۔ کہ بڑی جماعت میں محض چند بچوں کے علاوہ اور بچے بلند آواز سے سُنا سکیں۔ بچوں کو نظم بلند آواز سے پڑھنے کا موقعہ دیا جا سکتا ہے۔ بعد میں چند ایسے کھڑے ہو کر ایک ایک کر کے پڑھ یا سُنا سکتے ہیں لیکن اِس سے پیشتر کہ کوئی بچہ ایک نظم کو پڑھے اُستاد کو لازم ہے کہ نظم کو خود ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی بار جماعت کو پڑھ کر سُنائے۔

---

[۵۵] *The Practical Infant Teacher*, Vol. IV, edited by P. B. Ballard, New Era Publishing Co., pp. 1124-25.

اشاروں اور حرکتوں سے اُسی وقت کام لیا جائے جبکہ وُہ قدرتی دکھائی دیں۔ اور جس طرح ہم عام گفتگو میں اُنہیں استعمال کرتے ہیں۔ بچہ کے ذہن میں کبھی یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اشاروں اور حرکتوں سے کام لینا ضروری ہے۔ یہ سب کچھ نظم پر مبنی ہے۔ حرکات و کنایات بالکل قدرتی ہوں۔ یہ بات پہلی جماعت سے لے کر دسویں تک حاوی ہے ؎

ایک مشق ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ اور جو نظم کی تدریس میں بہت مستعمل ہے۔ اور وُہ ہے نظموں کے معنی بیان کرنا۔ یہ شاید زبان کی تعلیم اور یہ بات معلوم کرنے میں مفید ہو کہ نظم کے لفظی معنی طلباء کے ذہن نشین ہو گئے ہیں یا نہیں۔ لیکن جہاں تک نظم کی تدریس کا سوال ہے۔ اِس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ بہت مُضر ثابت ہوتا ہے۔ اگر کوئی طالب علم اپنے وہ جذبات جو کسی نظم کو پڑھنے سے اُس کے دل میں موجزن ہوئے ہیں۔ نثر میں بیان کرنا چاہے۔ تو بہت بہتر۔ لیکن شاعر کے جذبات کو تباہ کرنے سے نہ اُسے کچھ فائدہ ہوگا۔ اور نہ کسی اور کو۔ بلکہ کل حقیقت یہ ہے کہ نظم امتحان کا موضوع نہیں۔ اور ہم اِس کی لیاقت کو رسمی طور پر جانچ نہیں سکتے۔ اور اگر ہم فن کی اِس صورت کو سمجھنے اور قدر کرنے کا اصلی مذاق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اُن سب کاموں سے بچنا پڑے گا۔ جو اِسے رسمی مطالعہ بنا سکتے ہیں ؎

نظم کی تدریس میں ہمیں تخلیقی کام کے لئے ہمیشہ موقعہ دینا چاہئے۔ شاید اِسے یوں شروع کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب نظم کو پڑھا جائے۔ تصویروں کے ذریعہ اُس کی تشریح کی جائے۔ نثر میں ایک پیرا لکھا جا سکتا ہے جس کی تحریک یا ایما نظم سے ہوتا ہے۔ غالباً اِس سے شعر گوئی کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اور جب کبھی یہ صورت پیدا ہو۔ تو اِس کی ترغیب و تشویق دلائی جائے[1]۔ اُستاد کسی قسم کی مداخلت کے بغیر اسلوب کی اصلاح کا مشورہ پیش کر سکتا ہے۔ بحر اور قافیہ کے اصول سکھا سکتا ہے۔ اور طالب علم کے دل پر یہ بات نقش کر سکتا ہے۔ کہ جس کام میں وُہ لگا ہوا ہے۔ وُہ واقعی قابل قدر ہے۔ جو نظمیں اچھی ہوں اُن کو جماعت میں یا مدرسہ کی میگزین میں منظر عام پر لانے کی کوشش کی جائے۔ یا لکھوا کر جماعت کے کمرہ کی دیوار پر لٹکا دیا جائے۔ چھوٹے بچوں کو یوں ترغیب دلائی جا سکتی ہے۔ کہ اُنہیں ایک مصرع دیا جائے۔ اور اُنہیں کہا جائے۔ کہ اُس کے ساتھ ایک اور مصرع لگا دو۔ مڈل اور ہائی کی جماعتوں میں مشاعرہ اِس قسم کے تخلیقی کام کا بہترین ذریعہ ہے۔ نظم کی تعلیم میں تخلیقی کام کی ایک اور صورت یہ ہے کہ جن نظموں میں کوئی قصّہ بیان کیا گیا ہو۔ ان کو ڈراموں میں بدل دیا جائے۔ جس میں کہیں کہیں

---

[1] ملاحظہ ہو باب ۹ جہاں تخلیقی کام پر مفصّل بحث کی گئی ہے +

شعروں اور بیتوں کا بھی استعمال کیا جائے۔ عام ڈراموں اور ناٹکوں میں بڑے طلبا کو شعر استعمال کرنے کی ترغیب دلائی جائے۔ نظم[1] کی تعلیم میں مندرجہ ذیل باتوں سے اجتناب لازم ہے:

نظم یا شعر کے کام کو رسمی اور بلائے جان مت بناؤ۔

بچوں پر بالغوں کے معیارِ قدر و منزلت اور فہم کا اطلاق مت کرو۔

بچے مذاق اور پسندیدگیوں کو خواہ وہ غیر معمولی کیوں نہ ہوں مت دباؤ۔

اظہار کے رسمی پہلوؤں پر حد سے زیادہ زور مت دو۔

تشریح میں اس حد سے تجاوز مت کرو جو شناخت کا ملکہ پیدا کرنے کے لئے کافی ہے

حفظ کرنے پر زور مت دو۔

نظم کی تعلیم میں مندرجہ ذیل باتوں کو یاد رکھنا لازم ہے۔

جو مضمون پیش آئے اس کے متعلق کسی مناسب وقت پر نظمیں پڑھو۔ بچوں کو تک بندی اور شعر گوئی کا شوق دلاؤ۔

بچوں کو نظمیں جمع کرنے اور کتابچے تیار کرنے کی ترغیب دلاؤ۔ یہ لڑکوں کے اپنے مرقعے ہوں گے۔ ان میں تصاویر چسپاں کرائیں یا کھنچوائیں۔ طلبا کو تصویریں جمع کرنے یا کھینچنے کا شوق دلاؤ۔ جن نظموں میں کہانی بیان کی گئی ہو۔ اسے ڈراما کی صورت میں تیار کراؤ۔ جماعت میں شعروں کی ایک کتاب تیار کراؤ۔

---

[1] A.I. Gates and J.Y. Ayer, *Work Play Books*, 4th, Grade Manual, The Macmillan Co., pp. 55-56.

CREATIVE WRITING

جیسا کہ ہم پہلے مطالعہ کر چکے ہیں۔ مادری زبان کی تدریس کا ایک مقصد طلباء میں تخلیقی کام کرنے کی لیاقت پیدا کرنا ہونا چاہیئے۔ یہ معاملہ جتنا سلبی ہے۔ اتنا ثبوتی نہیں۔ اس سے ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ ہمارے طالب علم تخلیقی کام کے بڑے خواہشمند اور شائق ہیں۔ اگر ہم انہیں نہ روکیں وہ اتنا تخلیقی کام کر کے دکھا دیں کہ ہم حیران ہو جائیں۔ بلاشبہ انہیں ترغیب اور تشویق کی ضرورت ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ کہ قوت ان میں موجود ہے لیکن حالات کی ناموافقت اور دیگر اسباب کی وجہ سے ہمیں ان کی کوششوں کا نتیجہ دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں۔ کہ ہر ایک بچہ ٹیگور ثانی اور اقبال کا جانشین بننے والا ہے۔ البتہ یہ سچ ہے کہ بہت سے بچے اگر ان کے ساتھ مناسب سلوک کیا جائے۔ تو ضرور کچھ نہ کچھ لکھ ہی ڈالیں گے۔ جو ان کی اپنی کوشش اور ان کے ہی دماغ کی اختراع ہوگا۔ اور اگر ہم اپنے طلباء کی تخلیقی اہلیتوں کی آبیاری کریں۔ اور انہیں دبانے کی کوشش نہ کریں۔ تو ہمارے ملک میں بہت سے اقبال اور ٹیگور پیدا ہو جائیں گے۔ یہ بھی سچ نہیں کہ ہر ایک بچہ مادری زبان کے ذریعے ہی اپنی تخلیقی قوتوں کا اظہار بول کر یا لکھ کر کرنے کا شائق ہوتا ہے۔ لیکن ایک اکثریت اگر موقعہ ملے تو ایسا ہی کرے گی۔

اگر ہم اس قدرتی ملکہ کو پرورش کرنا اور ترقی دینا چاہتے ہیں۔ اور اسے دبانا نہیں چاہتے۔ تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہم مصمم ارادہ کر لیں۔ کہ ہم اپنے طلبا کی اس قوت کی نشوونما اور تربیت کریں گے اور اپنے طلباء

کو اپنی تخلیقی قوتوں کو بروئے کار لانے کے موقعہ ہم پہنچائیں گے ۔ اور اپنی قوتوں سے کام لینے کی تربیت دیں گے ۔
یہ ایسا کام نہیں ۔ جس میں محض طلبا کو تخلیقی کام کرنے کے لئے کہہ دینے سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے ۔ بلکہ اس کا تقاضا یہ ہے
کہ اُستاد خود جاں فشانی اور دماغ سوزی کرے ۔ جہاں تک مدرسہ کا تعلق ہے ۔ یہ کام پہلی جماعت سے شروع ہوگا ۔ اور
دسویں تک جاری رہے گا ۔ اور جن لوگوں کو یونیورسٹی تک تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے ۔ اُن کے نصاب میں بھی اس کو
جگہ دی جانی چاہئے ۔ ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ اولیں دو یا تین جماعتوں میں طلبا کو اپنی تخلیقی قوتوں سے کام لینے کا موقعہ دیا جاتا
ہے لیکن جوں جوں طلباء اعلےٰ جماعتوں کی طرف بڑھتے جاتے ہیں ۔ اِن کی کوششیں مردہ ہوتی جاتی ہیں ۔ حتیٰ کہ
جب طلباء حصہ ثانوی میں پہنچتے ہیں ۔ تو تخلیقی کام اُن کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ جاتا ہے ۔ میٹریکولیشن میں تخلیقی کام کا
امتحان نہیں ہوتا ۔ مگر اُمید ہے کہ وہ دن دُور نہیں جبکہ اس کی طرف توجہ منعطف ہو گی ۔ لیکن میٹرک میں خواہ ایسا ہو
یا نہ ہو ہمیں کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے ۔ کہ خواہ ہمارے طلباء کو اپنے مکتبی نصاب کے اختتام پر امتحان ہی دینا پڑے ۔ مگر
اس کے باوجود ہمارا سب سے بڑا ایک مقصد اس قوت کی نشوونما اور ترغیب ہے ۔

معلم کو اپنے طلبا کو آزادی دینی چاہئے ۔ جب تک ہم طلبا کو آزادی نہ دیں ۔ ہم اُن سے کبھی توقع نہیں رکھ سکتے
کہ وہ کوئی تخلیقی تحریری یا تقریری کام کریں گے ۔ اُنہیں آزادی ہو کہ جس مضمون پر وہ لکھنا چاہیں لکھیں ۔ کوئی
شخص کسی دیئے ہوئے موضوع کے متعلق کوئی تخلیقی کام نہیں کر سکتا ۔ کم سے کم بچہ کوئی تخلیقی کام نہیں کر سکتا ۔ بچہ
کو پوری پوری آزادی ہو ۔ کہ جو کچھ وہ لکھنا چاہے لکھے ۔ اور جس طرح چاہے لکھے ۔ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں ۔ کہ بچہ جب
چاہے لکھے اور جب تک چاہے لکھے ۔ البتہ اُستاد وقت اس پر صرف نہ کرے ۔ کہ باقی مضمون بالکل ہی محو خاطر ہو جائے
اُسے آزادی ہو کہ جیسا وہ محسوس کرتا اور سوچتا ہے ۔ ویسا ہی لکھے ۔ اُستاد اور طلبا میں یا طلبا کے گروہوں میں بے
تکلف گفتگو ہو ۔ اُستاد کچھ ایسی فضا پیدا کر دے کہ طالب علم کو کبھی یہ اندیشہ لاحق نہ ہو ۔ کہ وہ کوئی بات ایسی لکھے یا کہے ۔ جو
وہ سمجھتا ہے ۔ کہ اُس سے لکھنے یا کہنے کی توقع کی جاتی ہے ۔ اُن کے کام میں پوری پوری آمد ہو ۔ یعنی جو کچھ وہ لکھیں ۔ وہ
قدرتی ہو ۔ یہ سب کچھ استاد کے رویہ پر منحصر ہے ۔ اور نہایت ہی اہم ہے ۔ ہم کبھی اُن طلباء سے تخلیقی کام کی توقع نہیں
رکھ سکتے جن پر دباؤ ڈالا جائے ۔ یا جن سے ایک نمونے کی پیروی کرائی جائے ۔ زبان میں ذرا سی احتیاط کی ضرورت ہے
بڑی بات یہ ہے ۔ کہ طالب علم اپنے خیالات کا ایسی زبان میں اظہار کرے ۔ جو اُس کے خیالات کو بہترین طور پر ادا کرتی
ہو ۔ اور اُس کے مافی الذہن کو ظاہر کرتی ہو ۔ اِس کے ساتھ ساتھ اُستاد زبان کی صحت اور موزونیت کے متعلق مشورہ
دیتا رہے گا لیکن وہ کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھا جائے ۔ براہِ راست تخلیقی کام کے ساتھ اِسے وابستہ نہ کیا جائے

بچہ کی زندگی کے اِس پہلو میں اسے حتے الامکان کامل آزادی ہونی چاہیئے۔ اگر ہم زبان کی صحت اور اسلوب کی موزونیت اور بیان کی معقولیت پر نکتہ چینی کریں گے۔ تو طالب علموں کا تخلیقی میلان تباہ ہو جائے گا۔ اُستاد اُن باتوں کو نوٹ کرتا جائے۔ جو اصلاح طلب ہیں۔ اور کسی دوسرے وقت کسی بالکل مختلف سبق میں اِن کی اصلاح کر دے۔

پھر اُستاد کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ طالب علم کبھی اپنے خیالات یا احساسات کو زبان پر یا تحریر میں لانے سے خائف نہ ہو۔ بچوں کی ایک اکثریت مروجہ طریقہ کے علاوہ کسی اور انداز سے اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ اُنہیں خوف لاحق ہے کہ اُن کا تمسخر اُڑایا جائے گا۔ چھوٹا بچہ اور بسا اوقات ایک بڑا لڑکا بھی ہمارے اندازہ سے کہیں زیادہ شرمیلا اور حساس ہوتا ہے۔ جب اُسے ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا ہے۔ کہ اُس کی کوششوں اور جگر کاویوں کو محض تفریح اور قہقہوں کی آماجگاہ بنایا جائیگا۔ تو وُہ شرما کر رہ جاتا ہے۔ کوئی تخلیقی کام تو وُہ کر ہی نہیں سکتا۔ اُس میں احساسِ تحفظ کی کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو تخلیقی کام کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اُنہیں جذباتی استحکام حاصل ہونا چاہیئے۔ اور اُن کے ذہنوں میں بالکل خوف نہ ہونا چاہیئے۔ کم سے کم اُن کے ذہنوں میں یہ خوف نہ ہو کہ جو کچھ وُہ لکھیں یا کہیں گے۔ اُسے تمسخر اور تعلّی کا نشانہ بنایا جائے گا۔ اِس کام کے ضمن میں اُستاد کو جن باتوں کی احتیاط لازم ہے۔ اُن میں مذکورہ بات سب سے اہم ہے۔ ہونہار مصنف لڑکے یا لڑکی کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اِس سے بڑھ کر اور کوئی بات مضر نہیں کہ اُنہیں یہ خوف ہو جائے۔ کہ اُن کی بہترین کوششوں کو بے دردی حقارت اور تمسخر کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔

معلم کے رویہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ متعلم کے دل میں یہ احساس ہو کہ جو کچھ وُہ تیار کرے گا۔ اُستاد اُس کو ہمدردی سے دیکھے گا۔ اور اُسے اپنی اعلےٰ علمیت کے پیمانے سے نہ ماپے گا۔ اور جن آرا کا وُہ اظہار کرے گا۔ وہ ازراہِ شفقت اور مدد ہوں گی۔ قصہ کوتاہ جو کچھ وُہ لکھے گا۔ وُہ ایسی فضا میں لکھے گا جس سے ترغیب و حوصلہ افزائی ٹپکتی ہو گی۔ جب تک اُستاد کا رویہ ایسا نہ ہوگا۔ اپنے طلبا سے تخلیقی اور طبع زاد کام کرانے کی تمام کوشش بے سود ہو گی۔

اُستاد کو جماعت میں بھی یہی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اُس کے طلباء کے لئے اپنی تقریروں اور تحریروں کا اظہار ایک معمولی بات ہو۔ جب یہ بات ہو گی تو مصنفوں کو اپنی جماعت کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار میں کوئی باک نہ ہوگا۔ ممکن ہے۔ کہ ہمیشہ ہی اُن کی کوششوں کو خوش آمدید نہ کہا جا سکے۔ مگر جماعت میں تمسخر اور نفرت کا عنصر تو موجود نہ ہوگا۔ جو حوصلہ شکن ہوتا ہے۔ اور یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ جو نکتہ چینی کی جائیگی۔

وُہ ایسی ہوگی جسے جماعت ضروری خیال کرتی ہے۔ بے شک اونچے جماعتوں میں نکتہ چینی کی ابتدا جماعت کی طرف سے نہ ہوگی۔ سوائے اِس کے کہ جماعت لاعلمی میں کوئی بات ایسی ویسی کہہ دے ؛

تخلیقی کام کے لئے ہماری دوسری بہت سی دلچسپیوں کی طرح سامعین کی ضرورت ہے لیکن اُستاد اِس قانون کی سخت پابندی نہ کرے کہ ہر بات جماعت کو پڑھ کر سُنائی جائے۔ اور تقریر جماعت کے روبرو کرائی جائے۔ یہ بات مصنف پر چھوڑ دی جائے۔ آیا وہ اپنی تحریر یا تقریر کو جماعت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔ اِس بات میں افراد میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے بعض لوگوں کو یہ ترغیب دلانی پڑتی ہے۔ کہ اپنے کئے ہوئے کام کو لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ اور بعض کو روکنا پڑتا ہے۔ کہ وُہ اپنے کام کی حد سے زیادہ نمائش نہ کریں۔ بہت سے بچے ایسے شرمیلے ہوتے ہیں۔ کہ اگر اُنہیں پتہ لگ جائے۔ کہ ہر بات جماعت کے روبرو پیش کرنی ہے۔ تو وہ تخلیقی کام کرنے سے منکر ہو جائیں گے۔ اُستاد کو اپنے طلباء کا مشاہدہ کرنا چاہئیے۔ اور ہر طالب علم کے لئے اٹل قانون نہ مقرر کرنے چاہئیں۔ یہاں بھی فرد کو عمل کرنے کی آزادی ہو۔ بے شک اُستاد اپنی سمجھ کے مطابق نمائش میں تشویق و تصدیق کرتا رہے گا ؛

تخلیقی کام کا سرچشمہ فرد کی اپنی اُمنگ اور اُپج کے اظہار کی خواہش ہے لیکن یہ بات غور طلب ہے کہ فرد کے پاس اظہار کے لئے خیالات اور احساسات ہوں۔ تخلیقی کام طالب علم کی تمام زندگی پر منحصر ہے ہم بچہ سے تخلیقی کام کی توقع نہیں رکھ سکتے تاوقتیکہ وُہ ایک کامل زندگی نہ گزار رہا ہو۔ ایک ایسی زندگی جس میں اُس کی زندگی کے تمام قوا اور تمام شعبے نشوونما پا رہے ہوں۔ جہاں اُس کے روزمرہ کے تجربے پُرمعنی اور پُراطمینان ہوں۔ کسی مضمون میں تخلیقی کام تعلیم کی اُس نوع پر مبنی ہے۔ جو کُلی طور پر بچہ کو دی جا رہی ہے۔ اگر وُہ عام تعلیم جو بچہ کو دی جا رہی ہے۔ اور اگر وُہ زندگی جو بچہ گزار رہا ہے۔ ایسی ہو جس میں اُس کی مشاہدہ کی قوتیں نشوونما پا رہی ہیں۔ جس میں اُس کو خود سوچنا۔ خود محسوس کرنا اور خود عمل کرنا سکھایا جا رہا ہے۔ تو بلاشبہ اُس کے ذہن میں ایسے خیالات اور جذبات ہوں گے۔ جنہیں وُہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ اور اُسے تخلیقی کام کے لئے آمادہ کرنے میں بہت ہی کم ترغیب دلانے کی ضرورت پڑے گی۔ لیکن اگر وُہ تعلیم جو اُسے مل رہی ہے۔ اِس قسم کی نہیں۔ اگر وُہ رٹنے اور نقل کرنے سے تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اور اگر مدرسہ اور زندگی میں کوئی زندہ رشتہ نہیں۔ تو ہمیں تخلیقی کام کی زیادہ توقع نہ رکھنی چاہئیے ؛

لیکن کامل اور پُرمعنی تعلیم کے ساتھ بھی ہمیں یہ امر ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ کہ مسالہ کے بغیر عمارت کھڑی نہیں

ہو سکتی ۔ اگر ہم تخلیقی کام کی توقع رکھتے ہیں ۔ تو ہمیں اپنے بچوں کو ایسی باتیں مہیا کرنی چاہئیں ۔ جن پر اُن کا ذہن کام کرتا رہے ۔ پس بڑی ضرورت ہے ۔ کہ طالب علموں کے لئے پڑھنے کو بہت سی کتابیں ۔ نظمیں اور کہانیاں ہوں ۔ تاکہ اُن کے ذہن میں کام کرنے کے لئے مصالح اکٹھا ہو جائے ۔ بے شک تخلیقی کام جو کچھ پڑھا گیا ہے ۔ اُس کا استحضار یا اعادہ نہیں لیکن ذہن کو اُن خیالات کے پس منظر اور بنیاد کی ضرورت ہے ۔ جن کو ذہن نے اخذ کر لیا ہے ۔ پھر اُن پر کام کر کے ذہن اِس قابل ہو جاتا ہے ۔ کہ کسی ایسی بات کا اظہار کرے جو بالکل نئی ہو ۔ لیکن تمام منازل میں تخلیقی کام کے لئے باخبر دماغ کی ضرورت ہے پس اُستاد کو یہ خیال رکھنا ضروری ہے ۔ کہ ہر منزل پر اُس کے طالب علموں کے ذہن حتے الامکان باخبر ہوں ۔

جو تخلیقی کام کیا جائے گا ۔ اُس کی خوبی پھر اِس بات کی خوبی پر منحصر ہے ۔ کہ بچے کیا پڑھتے اور کیا سنتے ہیں ۔ آپ بچے سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وُہ اُس زبان سے بہتر زبان کا اظہار کرے جو وُہ سُنتا اور پڑھتا ہے ۔ آپ اُس سے یہ توقع بھی نہیں رکھ سکتے کہ وُہ ایسے خیالات کا اظہار کرے ۔ جو اُن خیالات سے بہتر ہوں جن کا وُہ اُستاد سے سُننے یا کتابوں میں پڑھنے کا عادی ہے پس خوبی اور مقدار دونوں پر توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے ۔

مادری زبان میں تخلیقی کام کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں معلم کو اِس کام میں بچے کو قطعی آزادی دینی چاہئے ۔ رفتہ رفتہ مختلف بچے خود دریافت کر لیں گے ۔ کہ اُنہیں بیان کی کونسی قسم سب سے زیادہ مرغوب ہے ۔ اور کونسی نوع پر اُنہیں کامل دسترس حاصل نہیں ۔ بعض کو کہانیاں لکھنے میں مہارت ہوگی بعض کو شاعری میں کامیابی حاصل ہوگی بعض مضمون نویسی کی سنجیدہ نثر میں دسترس حاصل کر سکیں گے ۔ بعض ایسی نثر میں اختصاص پیدا کر لیں گے ۔ جو واقعہ نگاری اور معاملہ بندی میں کارآمد ہوتی ہے بعض کو پتہ لگے گا کہ اُن کا حصہ قصہ گوئی ہے ۔ اور یہ وُہ ہُنر ہے ۔ جو دیہاتی زندگی کے لئے باعث تفریح اور مفید ہے کچھ مناظرہ و مباحثہ اور تقریر میں لیاقت پیدا کر سکتے ہیں ۔ اور پھر بعض میں ناٹک لکھنے اور کھیل تیار کرنے کی قابلیت ہوگی ۔ وُہ ڈرامے لکھ سکتے ہیں ۔ بعض میں صحافت کا مادہ ہوگا ۔ وُہ اپنی توجہ جماعت اور سکول کی میگزینوں پر مرکوز کر سکتے ہیں ۔ غالباً پرائمری کی ادنےٰ جماعتوں میں ابتدائی تخلیقی کام کہانیاں سُنانا اور کہانیاں بتانا ہوگا ۔ پہلے دو سالوں میں عملی طور پر تمام کام تقریری ہوگا ۔ اِس ابتدا سے آہستہ آہستہ مختلف بچے مختلف پہلوؤں میں ترقی کریں گے ۔

تخلیقی کام کے لئے مخصوص وقت ہونا چاہئے ۔ کہ اِسے ایسا نام دینے کی ضرورت نہیں ۔ اِسے آزادانہ کام کا گھنٹہ کہا جا سکتا ہے ۔ لیکن یہ ایسا وقت ہوگا ۔ جس کے متعلق طالب علم جانتے ہیں ۔ کہ وُہ جس بات کے متعلق کام کرنا

چاہیں کر سکتے ہیں ۔ وہ قانون جو معمول کے کام پر عائد ہوتے ہیں ۔ یہاں اُن سے آزادی ہے ۔ اور اُنہیں اپنے کئے ہوئے کام کو اِصلاح کے لئے اُستاد کے سامنے پیش نہ کرنا پڑے گا تاوقتیکہ وہ خود اِس کے خواہاں نہ ہوں ۔ قدرتی طور پر بعض بچے اِس گھنٹے سے دوسروں کی نسبت زیادہ فائدہ اٹھائیں گے ۔ اُستاد کو بعض لڑکوں کے لئے بہت تھوڑا کام کرنا پڑے گا ۔ اُن کو یہ موقع ملنا ہی کافی ہے ۔ دوسروں کو مدد اور رہنمائی کی ضرورت ہوگی ۔ بالخصوص ابتدا میں اُستاد کو اُنہیں موضوع بتلانے پڑیں گے ۔ وہ بچے کے ساتھ مختصر سی گفتگو کرے ۔ اِس طرح اُس کو پتہ لگ جائے گا ۔ کہ اُس وقت بچے کو کس بات سے دلچسپی ہے ۔ اور اُسے کوئی بات بتا سکے گا جس کے متعلق بچہ اظہارِ خیالات کر سکتا ہے ۔ بعض کو زیادہ مشورہ اور ہدایت کی ضرورت ہوگی ۔ اور اُن کو مخصوص اشارات بتانے پڑیں گے ۔ یہ کام انفرادی ہوگا ۔ لیکن یہ بات بھی قابلِ اعتراض نہیں کہ چند بچے مل کر باتیں کریں ۔ یا مشترکہ طور پر ایک کہانی لکھیں یا ڈرامہ تیار کریں ۔ ممکن ہے ۔ کہ اُستاد کے پاس کچھ طلبا ہوں ۔ جو اِس قسم کے کام سے بہت کم استفادہ کر سکتے ہیں ۔ وہ اُنہیں گروہ کے طور پر لے کر ایسی باتیں بتا سکتا ہے ۔ جو بالکل معمولی ہیں ۔ لیکن اُسے جلد ہی حوصلہ نہ ہارنا چاہیئے ۔ بالخصوص اُس وقت جبکہ بچے اُس کی جماعت میں آنے سے پہلے اپنی جماعتوں میں اِس قسم کے کام کے عادی نہ ہوں ۔ نیز اُسے بعض طالب علم ایسے ملیں گے ۔ جو تخلیقی کام کا بالکل مذاق ہی نہیں رکھتے ۔ اور جن کو اظہارِ رفات کا موقعہ مصوری ۔ دستکاری وغیرہ میں ملتا ہے ۔ لیکن بعض بچے ضرور اِس ضمن میں کچھ نہ کچھ کر سکیں گے ۔ اگر اُنہیں ایک ادھوری کہانی کو پورا کرنے کا کام دیا جائے ۔ اِس بات پر پھر زور دینے کی ضرورت ہے ۔ کہ یہ کام مدرسہ کی تمام جماعتوں میں کیا جانا چاہیئے ۔ تاکہ یہ بچوں کے لئے عام بات بن جائے ۔ اِس وقت یہ حالت ہے ۔ کہ اگر کوئی اُستاد کسی جماعت میں اچانک جا کر تخلیقی کام کرنے کو کہے تو اُسے بہت کم کامیابی ہوگی ۔ لیکن اگر یہ بات مدرسہ میں عام ہو جائے ۔ اور وہ تعلیم جو بچوں کو مل رہی ہے ۔ کامل اور پُر از معنی ہو جائے ۔ جس میں بچہ کی شخصیت کے تمام پہلو نشو و نما پائیں ۔ تو حالات یکسر بدل جائیں گے ؛

اُستاد کو کبھی یہ خیال پیدا نہ ہونے دینا چاہیئے ۔ کہ مقدار ہی منتہاءِ مقصد اور وہ شے ہے ۔ جس کے حصول کے لئے کوشش لازم ہے ۔ بالخصوص ابتدائی جماعتوں میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ کہ یہ کام محض ایک شعر یا نثر کی چند سطروں تک ہی محدود ہو ۔ اہم بات تو یہ ہے کہ یہ بچوں کی اپنی ہو ۔ اور اُن کے اپنے خیالات اور جذبات کا آئینہ ہو ۔ جب اِس بات پر عبور حاصل ہو جائے ۔ تو مقدار کے متعلق تشویش کرنے کی ضرورت نہیں ۔ بچوں کے ذہن پر کبھی یہ بات نقش نہ ہونے دو ۔ کہ اُنہیں ایک صفحہ یا دو صفحے بھرنے ہیں ۔ یا کام کی ایک خاص مقدار مطلوب

ہے ؛

جب اِس قسم کا کام اعلےٰ جماعتوں میں کیا جائے۔ اور مصنف اپنا مضمون جماعت کے روبرو پیش کرنے پر رضامند ہو تو جماعت کے افراد اِس پر نکتہ چینی کر سکتے ہیں۔ مگر اُستاد کو تعمیری نکتہ چینی کرنے کی مثال قائم کرنی چاہئیے۔ عام طرزِ عمل جو ایک طرح کی روایت بن جانا چاہئیے۔ وُہ یہ ہے۔ کہ پہلے خوبیوں کو دیکھا جائے۔ پھر ایسی نکتہ چینی کی جا سکتی ہے جو نہایت ضروری سمجھی جائے۔ لیکن کوئی طالب علم یا اُستاد نکتہ چینی پر آمادہ نہ ہو تاوقتیکہ وُہ کوئی بہتر بات اصلاح یا اشارہ پیش کرنا نہ چاہتا ہو ؛

ادنےٰ جماعتوں میں نکتہ چینی اُستاد تک ہی محدود ہونی چاہئیے۔ یہاں بھی اعلیٰ جماعتوں کی طرح بلکہ اُس سے بھی زیادہ خوبیوں پر زور دیا جائے۔ لیکن اگر کوئی فاش غلطی ہو تو وُہ بتا دینی چاہئیے۔ مگر شفقت کے ساتھ بہت کچھ ایک بچہ پر منحصر ہے۔ بعض کے متعلق اُستاد کو پتہ لگے گا کہ اُنہیں جماعت ہی میں مشورہ دینے میں کوئی خطرہ نہیں۔ بعض کے ساتھ یہ باتیں فرداً فرداً لینی پڑیں گی۔ بسا اوقات ابتدائی منازل میں جبکہ بچوں کو اپنی کوششوں کے اظہار میں خوف ہوتا ہے۔ یہ احسن ہے کہ گروہوں میں تقسیم کر کے کام کی ابتدا کی جائے۔ اور بچوں کو اِس قسم کے کام کا عادی بنایا جائے۔ اِس طرح اُن میں خود اعتمادی پیدا ہو جائے گی۔ ایک گروہ کسی مختصر کہانی سے ڈرامہ تیار کر سکتا ہے۔ یا کوئی کہانی بنا سکتا ہے۔ جماعت میں سے کوئی لڑکا ایک ایسا مضمون تجویز کر سکتا ہے جو بالعموم دلچسپ ہے۔ اور اس کے متعلق جملہ جملہ کر کے پیرے تیار کرائے جا سکتے ہیں۔ جماعت کے افراد یا گروہ اشارے پیش کر سکتے ہیں۔ اِسی طرح ایک نظم تیار کی جا سکتی ہے۔ اِس سے یہ مراد نہیں۔ کہ اِس طرح کیا ہوا کام اعلےٰ درجہ کا ہو گا لیکن اِس طرح ابتدا کی جا سکتی ہے۔ اور طلبا کو تخلیقی کام سے متعارف کرایا جا سکتا ہے بہت عرصہ نہ گزرے گا کہ لڑکے انفرادی طور پر گروہ یا اُستاد کی مدد کے بغیر کچھ پیش کرنے کے قابل ہو جائیں گے ؛

طلبا کے ساتھ بے تکلف گفتگو اِس کام کی ابتدا کرنے کا ایک اور طریقہ ہے بے شک اُستاد اِس طرح بہت خیالات مہیا کر دے گا۔ لیکن گفتگو کے دوران میں وُہ ایک یا دوسرے طالب علم سے خیالات کا استخراج کرائے گا۔ پھر طالب علم کچھ لکھ سکیں گے۔ جو اُن کی اپنی کوشش تو نہ ہو گی۔ مگر اس کا کچھ حصہ اُن کا اپنا ضرور ہو گا۔ اور اُنہیں موقعہ ملے گا کہ اِس میں اپنے خیالات جیسے وُہ محسوس کریں یا چاہیں۔ لائیں۔ اُستاد کو کوئی مخصوص خاکہ پیش نہ کرنا چاہئیے۔ یہ گفتگو کسی موضوع کے متعلق عام گفتگو ہو گی۔ پھر طلبا جس طرح چاہیں اِسے پھیلا سکتے ہیں ؛

یہ تجویز عمدہ ہے۔ کہ اُن لڑکوں کی ایک بزم یا کلب بنا دیا جائے۔ جو اِس کام سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ جن

لڑکوں میں کہانی لکھنے کا ملکہ ہو۔ اُن کے لیے کہانیوں کی بزم بڑی مفید و ممد ثابت ہوگی۔ ایسی بزم صرف اُن لوگوں کے لیے ہوگی۔ جو تخلیقی کام کا شوق رکھتے ہیں اور اپنی اصلاح کے لئے اُن لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں جن کو اِس کام میں دلچسپی ہے۔ تاکہ دوسرے لوگ اُن کے کام پر نکتہ چینی کرکے اُسے بہتر بنا دیں۔ اور وہ جمع ہوکر اپنی تمام کوششیں کسی خاص بات پر مرکوز کرسکیں۔ اگر ایسی کوئی بزم وجود میں آجائے۔ تو اُستاد اُن کو سکھا سکتا ہے کہ کام پر نکتہ چینی یا قدر شناسی کیونکر کی جا سکتی ہے۔ اور اُن کی اپنی تحریریں بھی اُس میں پیش ہو سکتی ہیں۔ بے شک یہ بات بہت ہی مفید ہے طلبا کو اس بات تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے جو مصنف ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ اپنی مقصد برآری کے لئے کیا کرتا ہے۔ اور اس میں اُسے کہاں کامیابی ہوئی ہے۔ اگر اُسے کامیابی ہوئی تو کیوں۔ اگر نہیں ہوئی تو کیوں نہیں۔ وہ اِس بات پر بھی توجہ دیں گے کہ اُس نے اپنے اوزاروں یعنی الفاظ۔ فقرات اور تشبیہات سے کیونکر کام لیا ہے۔ اُس نے اپنی بات کیونکر نقش کی۔ اُس کے اظہار کا کیا عام اثر ہوا۔ یہ سب باتیں جب سیکھ لی جائیں گی۔ تو طلبا کو اپنے کام پر نکتہ چینی کرنے کا ملکہ حاصل ہو جائے گا۔ اور انہیں پتہ لگ جائے گا۔ کہ وہ اپنے کام کو کیونکر بہتر بنا سکتے ہیں۔ اُستاد اپنے طلبا میں تخلیقی کام مثلاً نثر، نظم۔ ڈرامہ وغیرہ وغیرہ کا شوق پیدا کرنے کے لیے جتنی کوشش کرے کم ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں بعض تو درمیانہ درجے سے کبھی آگے قدم نہ مار سکیں گے۔ مگر اُن کے لیے بھی زندگی میں نئے معنی پیدا ہو جائیں گے۔ اور زندگی گذارنے کے لئے اُن میں نئی اُمنگ پیدا ہوگی۔ جن لڑکوں کو نعمتیں اور قابلیتیں ودیعت ہوئی ہیں۔ اُن کے لئے اِس سے بڑھ کر کوئی بات نہ ہوگی۔ کہ اِن قدرتوں کو نشوونما کیا جائے۔

ضروری ہے۔ بالکل ایک مختلف شے بن جاتا ہے۔ مشقیہ کام کی یکرنگی کو بھی کھیل کھیل میں تعلیم کے طریقوں اور تجویزوں کے عمدہ استعمال سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ہم بچوں کے ضمن میں پڑھ چکے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ سچ ہوتی ہے کہ جب بچہ کھیل کی ذہنیت میں کام کرتا ہے۔ تو وہ بہتر سیکھتا ہے۔ اور جو کچھ سیکھتا ہے اُسے بہتر طور پر یاد رکھتا ہے لیکن یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ہم اصلی تعلیم کو محض کھیل کھیل میں تعلیم کے طریقوں اور کھیلوں کو استعمال کرنے کے شوق پر قربان نہ کریں۔ وہ ہمارے خادم رہیں۔ آقا بننے نہ پائیں۔

اب ہم اُن عملی طریقوں پر غور کریں گے۔ جن کے ذریعے مادری زبان کی تعلیم میں کھیل کی ذہنیت سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

۱۔ تمثیلات (Dramatics):۔

تقریری اور تحریری کام میں ہم پہلے ہی ڈراموں کے استعمال اور تعلیم میں اُن کے درجے پر غور کر چکے ہیں۔ تمثیلی کام کا ایک پہلو ہے جسے معلم کو ہر وقت ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بچوں کے لئے مکمل تمثیلوں کا منظرِ عام پر لانا نہیں۔ بلکہ تمثیلوں کا تیار کرنا اہمیت رکھتا ہے۔ تقریروں اور گانوں کا تیار کرنا۔ منظر کا بندوبست۔ پوشاکوں اور لباسوں کی تیاری اور تختہ کا دوسرا سامان۔ مشق اور تعاون وغیرہ وغیرہ۔ مکمل تمثیل کا پیش کرنا غالباً سب سے کم اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن اکثر ہماری تمام توجہ اسی پر صرف ہوتی ہے۔ اِس کا خیال اِس قدر ہمارے دماغوں پر غالب آجاتا ہے۔ کہ ہم اُن سنہری موقعوں کو ہاتھ سے دے بیٹھتے ہیں۔ جو تیاری سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تو سچ ہے۔ کہ تمثیل کا پیش کرنا ہمارا انتہائی مقصد ہے۔ اور ہمیں اِس مقصد سے یہ فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ کہ بچے جو کچھ کریں۔ وہ اُس میں اپنی بہترین کوششوں سے کام لیں۔ لیکن اِسے معلم یا بچوں کے دل و دماغ پر اپنا قبضہ نہ جما لینا چاہیئے۔ اِس قسم کا دباؤ یا قبضہ ہمیں تیاری اور سعی کی مسرت سے محروم کر دے گا۔ جو بچوں اور بڑوں کے لئے سچی مسرت ہے۔

فی الحقیقت چھوٹے بچوں کو سامعین کے سامنے تمثیل پیش کرنے کے زیادہ موقعے نہ دینے چاہئیں اُن کی قدرتی دلچسپی تیاری میں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سامعین کا ہونا ضروری ہے مگر یہ بہتر ہے کہ سامعین کم و بیش اُسی عمر کے ہوں۔ جس عمر کے اداکار ہیں۔ یہ بات بچوں کے لئے بُری ہے۔ کہ اُن کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو جائے۔ کہ انہیں بڑوں کے سامنے تمثیل پیش کرنی ہے۔ اور تمثیل کے تیار کئے جانے کا باعث یہی ہے۔

قدرتی طور پر چھوٹوں کے لئے تمثیلیں سادہ ہوں گی۔ اُن کے لئے بڑے پیمانے پر آراستگی اور پیراستگی کی ضرورت نہ ہوگی چھوٹے بچے میں تخیل کی زبردست قوت موجود ہوتی ہے اُس کے لئے کرسی۔ انجن۔ رتھ۔ کشتی۔ اونٹ گھوڑے اور جھونپڑی کا کام بخوبی انجام دے سکتی ہے۔ اس میں ابتدا کہانیوں سے کی جائے فی الواقع بچہ خود ہی ابتدا کر سکے گا۔ بشرطیکہ اُسے ایسی کہانی دی جائے۔ جو بآسانی تمثیل کا رنگ اختیار کر سکے چھوٹے بچوں کے لئے ایسپ کی حکایات تمثیلچوں کا خزانہ ہیں۔ تمثیل کے لئے کہانی چُنتے وقت یہ احتیاط رکھنی چاہئے کہ اُس میں عمل بالکل واضح ہو۔ اُس میں کوئی تھوڑی قدر و منزلت ہو۔ اور یہ اُن بچوں کی عمر کے حسب حال ہو جو اسے تمثیل کے طور پر پیش کریں گے۔ اور سنیں گے۔ کہانی اور اس لئے تمثیل ایسی ہو جو اُن بچوں کے تجربوں سے رشتہ رکھتی ہے جن کے لئے یہ چنی گئی ہے۔ تاکہ اس تمثیل کو پیش کرنے سے انہیں ترقی حاصل ہو۔ اور وہ نشوونما پائیں۔ لیکن اُس سے یہ بات ہرگز حاصل نہ ہوگی۔ اگر کہانی اُن بچوں کے فہم سے بالا ہو جو اس کا اظہار کریں گے۔

اُستاد کو لازم ہے۔ کہ وہ تمثیل پر بچوں کے خیالات کا رنگ غالب آنے دے۔ یعنی تمثیل اُن کے خیالات کے سانچے کے مطابق ڈھلے۔ اور وہ کبھی اپنے خیالات کو موقعہ نہ دے کہ کہانی کو اپنے مطابق ڈھالیں۔ اگر وہ دیکھے کہ بچے بالکل ہی بے راہ چل پڑے ہیں۔ تو وہ انہیں مشورہ دے۔ اور اُن کی رہنمائی کرے لیکن وہ رہنمائی میں از حد ملائمت سے کام لے۔ ننھے اداکار بسا اوقات خود ہی اپنی کمی کا پتہ لگا لیں گے۔ اُستاد وہاں ایک تماشائی اداکار کی حیثیت سے حاضر رہے۔ اور جتنا کم وہ اس کام میں حصہ لے اُتنا ہی بہتر ہے۔

بے شک وہ اس اثنا میں سب باتوں کو ملاحظہ کرتا رہے گا۔ اور زباندانی کی غلطیاں۔ بیان کے طریقے کی لغزشیں۔ تلفظ کی فروگذاشتیں یا تو تیاری کے دوران ہی میں درست کر دی جائیں۔ یا کسی اور سبق کے ضمن میں صحیح کرا دی جائیں۔ اِن غلطیوں کی اصلاح کے وقت کا فیصلہ خود اُستاد حالات کے موافق کرے لیکن جب تمثیل کا کام جاری ہو۔ تو اصلاح کے کام پر حد سے زیادہ زور نہ دیا جائے۔

بالعموم بچوں کو اپنی تمثیلیں خود ہی تیار کرنے کی ترغیب دلائی جائے لیکن وقتاً فوقتاً انہیں ایسی تمثیل بھی دے دینی چاہئے۔ جو پہلے ہی احتیاط سے تیار کی گئی ہے۔ جو اُن کی عمر کے لئے مناسب ہے۔ اور اُن کی ضرورتوں کے موافق ہے۔ اس قسم کی تمثیلیں جو گاہے بگاہے کرائی جاتی ہیں۔ اُن کے لئے معیار بن جاتی ہیں۔ اور اُن کی اصلاح کرتی ہیں۔ ایسی تمثیلوں کو یا تو اُستاد تیار کرے۔ یا اُن کتابوں سے لیا جائے۔ جو مل سکتی ہیں۔ اور اگر اُستاد ایسی تمثیلیں تیار کر سکے تو کیا کہنے کیونکہ اُسے اپنے شاگردوں سے واقفیت ہے۔ اور وہ اُن کی قابلیتوں

سے آگاہ ہے ۔

تمثیلوں کے علاوہ اسی نوع کے اور کئی دلچسپ مشغلے اور منصوبے ہیں۔ جو مادری زبان میں تقریری کام کے لئے از حد کار آمد ہیں۔ مثلاً جھوٹ موٹ کی پیشیاں جبکہ ایک شخص پر کسی قصور کا الزام لگایا جاتا ہے جماعت کچہری لگاتی ہے۔ ایک طالب علم کو منصف یا جج مقرر کیا جاتا ہے۔ طرفین کے وکلا پیش ہوتے ہیں۔ انکے گواہ ہوتے ہیں۔ اور کچہری کے دوسرے اہلکار۔ اس سے بڑی دلچسپی پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جھوٹ موٹ کی حاضری یا ملاقات بھی ہو سکتی ہے۔ ایک خالی اسامی ہے۔ اس کے لئے بہت سے امیدوار ہیں تین یا چار ممبروں کا بورڈ جمتا ہے۔ جو امیدواروں سے ملاقات کرتا ہے۔ امیدوار ایک ایک کرکے بورڈ کے روبرو آتے ہیں۔ وہ عرضیاں لکھ سکتے ہیں۔ اور اپنی سندات کی نقول پیش کر سکتے ہیں۔ اس طرح تحریری کام کی مشق بھی ہو جاتی ہے۔ اگر بورڈ کے ممبر من چلے ہوں۔ تو اسے از حد دلچسپ بنایا جا سکتا ہے۔ اس میں پارٹ بدلے جا سکتے ہیں۔ اور سب کو مختلف حیثیتوں سے کام کرنے کا موقعہ دیا جا سکتا ہے۔ اسی قسم کا ایک اور منصوبہ جھوٹ موٹ کا انتخاب ہے ۔

۲ - رسائل :-

ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ شخصی میگزین سے کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس سے جماعت کی میگزین وجود میں آ سکتی ہے۔ یہ جماعت کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث بن سکتی ہے۔ اور بلاشبہ مادری زبان میں تحریری کام کے لئے سونے پر سہاگے کا کام دے گی۔ جماعت ایک عملہ ادارہ منتخب کرے اور ایک طالب علم کو مدیر اعلےٰ چن لے مختلف قسم کے مضامین مدیروں کو دیئے جاتے ہیں۔ جماعت کے ہر ایک لڑکے سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ ضرور لکھ کر دے۔ بعض طالب علم میگزین کے لئے تصویریں کھینچ سکیں گے۔ تمام مضامین کا شائع کیا جانا ضروری نہیں۔ انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ اُستاد سے چنا ؤ میں مدد لی جا سکتی ہے۔ زیادہ درستی کے کام میں مدد دے سکتا ہے۔ میگزین کو چھپوانے کے لئے شاید مالی مصارف مانع ہوں گے۔ مگر میگزین کو وہ طالب علم ہاتھ سے لکھ سکتے ہیں۔ جن کا خط سب سے اچھا ہے۔ تمام جماعت کے لئے ایک ہی جلد ہوگی یہ اتنی اچھی نہ ہوگی۔ جتنی چھپی ہوئی۔ مگر یہ کوئی برا بدل نہیں۔ ایسی میگزین مہینے میں ایک۔ یا سماہی میں ایک ہو سکتی ہے۔ جماعت کے شوق اور عملہ ادارہ کے جوش کے مطابق فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ میگزین کتنی دفعہ نکلے گی ۔

ہے۔ اگر جواب صحیح ہو تو وہ لڑکا جس نے پوچھا تھا۔ گروہ میں رہ جاتا ہے۔ اگر جواب صحیح نہ ہو۔ تو چونکہ لڑکا جس نے غلط جواب دیا۔ پتا دکھانے والے لڑکے کے ساتھ اب گروہ میں چلا جاتا ہے۔ پھر مخالف گروہ کا بچہ اُٹھ کر پتا دکھاتا ہے۔ اور کھیل اسی طرح جاری رہتا ہے۔ کھیل کے اختتام پر جس گروہ میں سب سے زیادہ بچے ہوں۔ وہ جیتا ہوا متصور ہوگا۔ پتوں پر لفظوں کی جگہ جملے بھی لکھے جا سکتے ہیں۔ اور پتا دکھانے کا وقت جملوں یا لفظوں کے مشکل ہونے کے مطابق کم و بیش ہو سکتا ہے۔ یا جماعت کی قابلیت یا اکتساب کے درجے کے مطابق بھی اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

۴۔ یہ کیا ہے:۔ بچے ایک دائرہ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر جماعت بڑی ہو۔ تو انہیں دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک بچہ دائرہ کے درمیان بیٹھ جاتا ہے۔ پھر ہر ایک بچہ اپنی سلیٹ پر ایک لفظ لکھتا ہے۔ پھر سب طالب علم اپنی سلیٹیں اوپر اُٹھا لیتے ہیں۔ تاکہ وہ طالب علم جو درمیان میں بیٹھا ہے۔ ان کو دیکھ سکے وہ اُٹھ کر سب کی سلیٹوں کو پڑھتا چلا جاتا ہے۔ اگر وہ کسی لڑکے کا لفظ نہ پڑھ سکے۔ یا دو تین سیکنڈ سے زیادہ لگائے اور لفظ کے ہجے صحیح ہوں۔ تو وہ لڑکا اس کی جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ اور جس لڑکے کا لفظ نہ پڑھا گیا تھا۔ وہ دائرہ کے درمیان پہنچ جاتا ہے۔

یہ کھیل کئی طرح کھیلا جا سکتا ہے بچے ایک لفظ لکھنے کی بجائے اپنی سلیٹوں پر ایک جملہ لکھ سکتے ہیں۔ وہ اپنی سلیٹ پر ایسے لفظ لکھ سکتے ہیں۔ جن کے متضاد درمیان والا لڑکا بتائیگا۔ اگر درمیان والا لڑکا کسی لفظ کا متضاد نہ بتا سکے۔ تو جس لڑکے نے وہ لفظ لکھا ہے۔ وہ درمیان میں جائے۔ مگر جانے سے پہلے اپنے لفظ کا متضاد بتائے۔ بچے اپنی سلیٹوں پر اسمائے واحد لکھیں۔ اور مرکز والا ان کی جمع بتائے۔ بچے جواب لکھیں اور درمیان والا بچہ ان جوابوں کے سوال بتائے۔ اگر درمیان والا بچہ کسی جگہ ناکام رہے۔ تو درمیان میں جانے والا بچہ پہلے جواب دے۔ اور پھر مرکز میں جا کر اس کی جگہ لے۔ اگر مرکز والا بچہ کسی جگہ بھی لغزش نہ کرے اور تمام دائرہ میں گھوم جائے۔ تو کوئی اور بچہ اس کی جگہ لے سکتا ہے۔

۵۔ آنکھ مچولی:۔ تختوں پر مختلف لفظ یا جملے لکھے جاتے ہیں۔ ایک بچہ کو کمرے سے باہر بھیجا جاتا ہے۔ دوسرے بچے اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ استاد تختوں کو کمرے میں اِدھر اُدھر رکھ دیتا ہے۔ پھر جماعت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ باہر والے لڑکے سے کیا پوچھا جائیگا۔ ایک لڑکا باہر جا کر پہلے لڑکے کو بتا دیتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔ اور اُسے اپنے ساتھ لے آتا ہے۔ پھر بچہ اس لفظ یا جملہ کی تلاش شروع کرتا ہے جو اسے بتلایا گیا ہے۔ اگر تختے بہت سے ہوں تو

ایک دفعہ دو، تین یا زیادہ بچے جا سکتے ہیں۔ اس صورت میں جماعت کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جائے۔ اور ہر ایک گروہ میں سے ایک ایک بچہ بھیجا جائے۔

اس کھیل کو اور زیادہ مشکل بنایا جا سکتا ہے۔ پتوں پر نصف جملے لکھے جائیں۔ تلاش کرنے والوں کو ایسے پتے دیئے جائیں۔ جن پر نصف آخر لکھا ہوا ہے۔ پھر وہ ایسے پتے ڈھونڈھتے ہیں۔ جن پر اُن کے جملوں کا نصف اول لکھا ہوا ہے۔ جو پتے کمرے میں رکھے ہوئے ہوں۔ اُن پر نمبر لکھے جا سکتے ہیں۔ اب جب ڈھونڈھنے والا لڑکا اپنا پتا ڈھونڈھ لے۔ تو اپنے ہاتھ والے پتے پر دوسرے نصف والے پتے کا نمبر لکھے۔ اُستاد کو جملے بناتے وقت یہ احتیاط رکھنی پڑے گی۔ کہ ایک نصف جملہ دوسرے ایک ہی نصف جملے کے ساتھ مطابقت کرے۔ اسی طرح سوالوں کے جواب اور جوابوں کے سوال تلاش کرائے جا سکتے ہیں۔ پتوں پر لفظ لکھے جائیں اور بچے اِن کے متضاد لفظوں والے پتے تلاش کریں۔ دیوار پر تصویریں لٹکائی جائیں۔ اور بچوں کو ایک جملہ بتایا جائے۔ جس میں کسی تصویر کا ذکر ہو۔ بچے وہ تصویر تلاش کریں جس کے متعلق وہ جملہ ہے۔ اسی طرح اور کئی تبدیلیاں اس کھیل میں کی جا سکتی ہیں۔

۶۔ حکم دینا۔ تمام جماعت کو ایک دائرہ میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ اُستاد ایک لڑکے کو ایک جملہ کان میں بتاتا ہے۔ وہ اگلے لڑکے کو بتا دیتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ آخری لڑکا وہ کام کرتا ہے۔ جو اُسے بتایا گیا ہے۔ اگر وہ اُس حکم کی تعمیل سے قاصر ہو۔ تو وہ کھڑا ہو کر اُس حکم کا اعلان کرتا ہے۔ بڑے بچوں کے لئے اس کھیل کی صورت یہ ہو سکتی ہے۔ ایک بچے کو کمرے سے باہر بھیجا جاتا ہے۔ پھر دوسرے بچے کو ایسی آواز میں حکم دیا جاتا ہے۔ جسے جماعت سُن سکے۔ تاکہ وہ باہر والے لڑکے کو بتا آئے۔ یہ حکم ایسا ہوگا۔ جس میں باہر والے بچے کو مختلف باتیں کرنی پڑیں گی۔ مثلاً دوسری قطار کے پانچویں بچے سے پنسل مانگے۔ جو اُستاد کے ڈیسک پر رکھی جائے گی۔ (یہ حکم جماعت کی قابلیت کے مطابق مشکل بنایا جا سکتا ہے۔) پھر جماعت دیکھتی ہے۔ کہ بچے کو جو حکم ملا تھا اُس نے اُس کی کس طرح تعمیل کی۔ اگر کوئی لغزش ہو جائے۔ تو جماعت دونوں بچوں کو سوال پوچھ کر غلطی کا پتہ لگاتی ہے۔

۷۔ "میرے پاس ایک ٹوکری ہے" (چھوٹے بچوں کے لئے) پہلا بچہ اپنے پاس کے لڑکے کو کہتا ہے۔ کہ "میرے پاس ایک ٹوکری ہے" دوسرا پوچھتا ہے "اُس میں کیا ہے؟" پہلا کہتا ہے "د" تو دوسرا لڑکا کسی ایسی چیز کا نام لیتا ہے۔ جس میں پہلا حرف د ہے۔ پھر وہ تیسرے لڑکے سے متوجہ ہو کر کہتا ہے "میرے پاس ایک

ٹوکری ہے" تیسرا لڑکا کہتا ہے۔ اُس میں کیا ہے۔ جواب ملتا ہے "ب" پھر وہ کسی ایسی شئے کا نام بتاتا ہے جس کا پہلا حرف ب ہے۔ اِسی طرح تمام حروفِ تہجی کو ختم کیا جاتا ہے۔ دوسری دفعہ ایسی اشیاء کے نام لئے جائیں جو پہلی اشیاء سے مختلف ہوں۔

۸۔ بچوں کے کھیل (دیکھو باب ۷ صفحہ ۹۵)

۹۔ جملے بنانا۔ گتے کے ٹکڑوں پر الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ ہر بچے کو ایک لفظ دیا جاتا ہے۔ اُستاد ایک جملہ بولتا ہے بچے اپنے اپنے ٹکڑوں کو دیکھتے ہیں۔ جن جن کے پاس بولے ہوئے جملے کے لفظ ہوتے ہیں۔ وہ جماعت کے سامنے آکر صحیح ترتیب سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح جملہ بنا دیتے ہیں۔ اس کھیل میں جماعت کی ٹیمیں بنا کر اُنہیں دو لفظوں کے دو سیٹ دیئے جا سکتے ہیں۔ جو ٹیم پہلے صحیح جملہ بنائے وہ جیت جائے گی۔ اگر ممکن ہو تو اس کھیل کو باہر کھیلنا موزوں ہوگا۔

جملے بنانے کا ایک اور کھیل یہ ہے۔ کہ اُستاد تختہ سیاہ پر بہت سے لفظ لکھ دے۔ پھر طلبا کو کہا جائے۔ کہ اِن لفظوں سے جملے بنائیں۔ جتنے جملے بن سکیں۔ مگر وہی لفظ استعمال کئے جائیں۔ لیکن ایک لفظ جتنی مرتبہ چاہیں۔ استعمال کریں۔

۱۰۔ جماعت کے آنے سے پہلے اُستاد کمرے میں مختلف جگہوں میں کئی ایک کارڈ چھپا دیتا ہے۔ ہر ایک کارڈ پر ایک سوال ہوتا ہے۔ (اُستاد جیسے سوال پوچھنا چاہے پوچھ سکتا ہے) جب بچے کمرے میں آتے ہیں۔ وہ فوراً کارڈوں کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ تین منٹ یا وقت کے کسی ایسے ہی وقفہ کے بعد وہ انہیں اُن کی جگہ بھیج دیتا ہے۔ اور اُن سے اُن سوالوں کے جواب پوچھتا ہے۔ جو اُن کے اُن کارڈوں پر لکھے ہیں۔ جو انہوں نے تلاش کئے ہیں جس کے جواب سب سے زیادہ صحیح ہوں وہ جیتا ہوا متصور ہوگا۔ یہ کھیل بھی باہر ہی اچھی طرح کھیلا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ چٹکی (Snap) :۔

کارڈوں پر جو تاش کے پتوں کے برابر ہوتے ہیں۔ لفظ یا جملے لکھے جاتے ہیں۔ اِن کی تعداد چھپن ہوتی ہے۔ ایک لفظ یا جملہ چار کارڈوں پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی ۱۴ مختلف لفظ یا جملے ہوں گے (اِن کارڈوں کو بڑے لڑکے جو خوشخط ہوں لکھ سکتے ہیں) ایک وقت میں آٹھ بچے کھیل سکتے ہیں۔ ہر بچے کو سات پتے دیئے جاتے ہیں۔ وہ اِن کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لے۔ اور اِن کا رُخ نیچے کو رکھے۔ ہر بچہ باری باری ایک پتا کھیلتا ہے۔

جب کوئی ایسا پتا کھیلا جاتا ہے جس پر کوئی ایسا لفظ ہے۔ جو باقی کے تین کھلے ہوئے پتوں سے کسی ایک پر ہے تو وہ بچہ جو سب سے پہلے اُس لفظ کو پکار اُٹھتا ہے ۔ وہ پتوں کے دو نو ڈھیر اکٹھے کر لیگا۔ جن پر وہ لفظ ہو ہر ایک کھلاڑی لفظ پکار سکتا ہے۔ خواہ پتا اُس کے اپنے ڈھیر پر ہو یا نہ ہو۔ جب ایک کھلاڑی اپنے تمام پتے کھیل چکے۔ وہ اپنے پتے پھر اُٹھا لے۔ اُن کا رُخ پھر نیچے کو ہو۔ اور پہلے کی طرح کھیلتا چلا جائے۔ جب ایک کھلاڑی کوئی دوسرا ڈھیر جیت لے تو وہ اس کو اپنے ڈھیر کے نیچے رکھ لے۔ اگر لفظوں کی بجائے پتوں پر جملے لکھے ہوئے ہوں۔ تو کوئی ایک لفظ مثلاً "چٹکی"، یا ایسا ہی کوئی اور لفظ چُن لینا چاہیئے۔ تاکہ پورا جُملہ نہ پکارنا پڑے۔

۱۲۔ تختہ سیاہ کی دوڑیں:۔

جماعت کو ٹیموں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ (اتنی ٹیمیں بنائی جائیں۔ جتنے تختہ ہائے سیاہ مل سکتے ہوں) تختہ سیاہ کے پیچھے اُستاد ایک جملہ لکھتا ہے۔ اس میں سے چند لفظ چھوڑ دیتا ہے۔ جب اشارہ کیا جاتا ہے۔ تو ہر ایک ٹیم سے ایک بچہ دوڑتا ہے۔ اور تختہ سیاہ کی دوسری طرف جا کر جملہ کو پڑھتا ہے۔ پھر سامنے آکر جو لفظ جملے میں سے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ اُن میں سے ایک لکھ دیتا ہے۔ اور اپنی جگہ واپس چلا جاتا ہے۔ پھر اُسی ٹیم کا دوسرا بچہ آکر دوسرا لفظ لکھ دیتا ہے۔ جو ٹیم سب سے پہلے تمام لفظ صحیح لکھ دیتی ہے۔ وہ جیتی ہوئی گنی جائے گی۔ اگر تختہ ہائے سیاہ دیوار میں لگے ہوئے ہوں تو جملوں کو کاغذ پر لکھ کر تختہ سیاہ کے نزدیک دیوار پر لٹکا دیا جائے۔ لفظوں کو پُر کرنے کی بجائے اور کچھ بھی کرایا جا سکتا ہے۔ الفاظ کے متضاد پوچھے جا سکتے ہیں اسی طرح واحد اور جمع۔ ایسے لفظوں کی فہرستیں دی جا سکتی ہیں۔ جن کے حروف کو باہم ملا دیا گیا ہو۔ بچوں سے صحیح لفظ لکھوائے جائیں۔

۱۳۔ اجنبی یا غریب کو معلوم کرنا:۔ ایسے لفظوں کی فہرستیں دی جاتی ہیں۔ جن میں ایک لفظ کے سوا سب ایک ہی مضمون سے متعلق ہوتے ہیں۔ یا ایک ہی سے ہوتے ہیں۔ بچوں کو کہا جائے کہ اُس غریب یا اجنبی لفظ کو کاٹ ڈالیں یا علیحدہ کر کے لکھ دیں:۔

مثلاً منہ۔ ناک۔ دم۔ پاؤں۔ ہاتھ۔

سیاہ۔ نیلا۔ بھاری۔ سرخ۔ زرد۔ سفید۔

گائے۔ گدھا۔ بیل۔ بھینس۔ کوا۔ کتا۔

۱۴۔ پوشیدہ پیغام:۔ ہر ایک حرف کی عددی قیمت مقرر کی جاتی ہے۔ (ا ۱ ب ۲) علیٰ ہذا۔ پھر ایک جملہ لکھا جاتا ہے۔ اس میں لفظوں کی بجائے عدد استعمال کئے جاتے ہیں۔ پھر بچے معلوم کرتے ہیں۔ کہ پیغام کیا ہے۔ اور اسے صحت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں۔ اسی کھیل کی ایک اور صورت یہ ہے کہ ہر ایک حرف کو اسکے بعد کے حرف سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً جہاں لفظ میں ا ہوگا۔ وہاں ب لکھی جائے۔ علیٰ ہذا۔ پھر بچے اس طرح لکھے ہوئے جملے کو دریافت کریں۔

۱۵۔ بیانیہ کھیلیں:۔

اُستاد کسی شے کو بیان کرتا ہے۔ مگر اس کا نام نہیں لیتا۔ جماعت قیاس سے بتاتی ہے۔ کہ وہ شے کیا ہے۔ جماعت کو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جو گروہ پہلے نام بتائے وہ جیت جائے گا۔ انہیں بتانے کا باری باری موقعہ دیا جا سکتا ہے۔ اُستاد ضرورت کے مطابق اسے مشکل یا آسان بنا سکتا ہے۔

۱۶۔ جماعت کو ایک دائرہ میں بٹھایا جاتا ہے۔ ایک بچے کو مرکز میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گیند یا ایسی ہی کوئی اور شے ہوتی ہے۔ جسے وہ پھینک سکے۔ وہ گیند کسی ایک لڑکے کے پاس پھینک دیتا ہے۔ اور کوئی لفظ مثلاً۔ زمین۔ ہوا یا پانی پکارتا ہے۔ وہ لڑکا جس کے پاس گیند پہنچی ہے۔ اُسے دس سیکنڈ میں کسی ایسے جانور کا نام لینا پڑتا ہے جو اُس اقلیم میں رہتا ہے۔ جس کا نام پکارا گیا ہے۔ اگر وہ مرکز والے لڑکے کے دس گنتے گنتے جواب نہ دے سکے۔ یا غلط جواب دے تو اُسے مرکز میں جانا پڑے گا۔ اور اسی طرح یہ کھیل جاری رہتا ہے۔ یہ کھیل گرامر کے ضمن میں بھی کھیلا جا سکتا ہے۔ مرکز والا لڑکا اجزائے کلمہ میں سے کسی ایک کا نام لیتا ہے۔ مثلاً اسم۔ فعل یا حرف۔ جس لڑکے کے پاس گیند جائے۔ وہ کوئی ایسا لفظ بولے جو وہ جزو کلمہ ہو۔ جو مرکز والے لڑکے نے پکارا ہے۔

۱۷۔ جماعت کے ہر لڑکے کی پیٹھ پر کسی جانور یا چیز کا نام لکھ کر لگا دیا جاتا ہے۔ مگر کسی لڑکے کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اُس کی پیٹھ پر کس جانور یا شے کا نام ہے۔ ہر لڑکا سوال پوچھ کر پتہ لگاتا ہے۔ کہ وہ کیا ہے جو لڑکے جواب دیں وہ صرف "ہاں" "یا" "نہیں" کہہ سکتے ہیں۔ جماعت کو ٹیموں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ اور جس ٹیم کے تمام لڑکے پتہ لگالیں وہ جیت جائے گی۔

۱۸۔ سفر پہ جانا:۔ تمام جماعت کو دائرہ میں بٹھا لیا جاتا ہے۔ اُستاد اس طرح ابتدا کرتا ہے۔ میں سفر پہ جا رہا ہوں میں اپنے ساتھ ______ لے جاؤں گا۔ اِس خالی جگہ میں جو لفظ وہ چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے میں سفر پہ جا رہا ہوں میں اپنے ساتھ کھانا لے جاؤں گا" پھر ایک لڑکا اِسی طرح ہی جملہ بولتا ہے۔ اور خالی جگہیں

ایک اور لفظ استعمال کرتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے "میں سفر پر جا رہا ہوں میں اپنے ساتھ سلیٹ لے جاؤں گا"۔ اِسی طرح باری باری سب یہی جملہ بولتے ہیں۔ مگر خالی جگہ میں ایک نیا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب سب کی باری آچکے تو اُستاد یہ جملہ بولتا ہے۔ میں کھانا کھاؤں گا۔ پھر سب لڑکے باری باری یہی جملہ کہیں گے۔ مگر کھانا کی جگہ اپنا وہی لفظ استعمال کریں، جو انہوں نے خالی جگہ میں پہلے استعمال کیا تھا۔ مثلاً لڑکا کہے گا۔ میں اپنی سلیٹ کھاؤں گا۔ علیٰ ہذا۔ جب سب اپنا اپنا لفظ استعمال کر چکیں تو اُستاد دوبارہ وہی جملہ شروع کرے "میں سفر پر جا رہا ہوں میں اپنے ساتھ ———— لے جاؤں گا۔ پھر سب لڑکے اُسی طرح مختلف لفظ استعمال کریں۔ پھر وہ اپنا دوسرا جملہ استعمال کرے گا۔ اِس دفعہ جملہ نیا ہوگا۔ مثلاً وہ کہے گا۔ میں اپنی ———— پر بیٹھوں گا۔ یا ایسا ہی کوئی اور جملہ جس سے بچوں کے جملے مزاحیہ بنیں ۔

ب۔ مڈل کی جماعتوں کے لئے :۔ ۱۔ کہانی کا کھیل (دیکھو باب ۱۱)

۲۔ شراد (Charades) :۔

جماعت کے چند لڑکے باہر جاتے ہیں۔ اور کوئی لفظ چن لیتے ہیں۔ جو مرکب ہو۔ مثلاً خوشبو۔ پھر وہ اندر آکر جماعت کے سامنے ایک تمثیل سی پیش کرتے ہیں۔ اِس میں مکالمہ ہوتا ہے۔ جس میں لفظ کا ایک جزو استعمال کیا جاتا ہے۔ جماعت اُن کے طرزِ عمل اور گفتگو سے پتہ لگانے کی کوشش کرتی ہے۔ کہ وہ کونسا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ پھر یہ پارٹی اندر آتی ہے۔ اور لفظ کا دوسرا حصہ پیش کرتی ہے۔ اور اُس حصہ کو گفتگو میں واضح طور پر استعمال کرتی ہے۔ اور پھر تیسرے منظر میں پورا لفظ تمثیل اور گفتگو کے ذریعے پیش کرتی ہے۔ اور اُسے استعمال کیا جاتا ہے۔ دیکھنے والے تینوں منظروں سے نتیجہ نکال کر پورے لفظ کا پتہ لگاتے ہیں۔ جب پارٹی اپنا عمل ختم کر چکے تو دیکھنے والے ایک دوسرے کے ساتھ تبادلۂ خیالات کر کے لفظ کو معلوم کرتے ہیں

اِس کھیل میں تقریری کام کی بڑی عمدہ مشق ہوتی ہے۔ اِس سے زبان کو سرعت کے ساتھ استعمال کرنے کی قابلیت اور اعتماد پیدا ہوتا ہے ۔

۳۔ تاریں۔

کوئی لمبا سا لفظ مثلاً "راولپنڈی" لیا جاتا ہے۔ پھر لڑکوں کو کہا جاتا ہے تم تار کا مضمون لکھو۔ مگر تار میں جو لفظ استعمال ہوں وہ اُس لفظ کے حروف سے بالترتیب شروع ہوں۔ مثلاً لفظ امرت سر ہے۔ تو تار کا مضمون یہ ہوگا :۔

اصغر

میرٹھ روپیہ تمہارے سر راجکمار

۴۔ ایک بیانیہ کھیل:۔ جماعت کو ا و ب دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر ایک گروپ سے ایک ایک لڑکا باہر بھیجا جاتا ہے۔ پھر ہر گروہ ایک بات یا چیز مقرر کر لیتا ہے۔ جب یہ ہو جاتا ہے۔ تو باہر والے لڑکوں کو بلا لیا جاتا ہے۔ ا گروہ کا لڑکا ب اور ب کا الف میں چلا جاتا ہے۔ جب یہ لڑکے اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ تو ہر گروہ اپنا کام شروع کرتا ہے۔ ایک لڑکا فیصلہ شدہ شے کے متعلق ایک جملہ بولتا ہے۔ اور اس لڑکے کو اُس شے کو معلوم کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ اگر وہ معلوم نہ کر سکے تو ایک اور لڑکا ایک جملہ بولتا ہے۔ پھر اسے موقعہ دیا جاتا ہے۔ جو لڑکا پہلے پتہ لگا لیتا ہے۔ وہ جیت جاتا ہے۔ وہ دوسرے لڑکے کو جو بتانے سے قاصر رہا ساتھ لے کر اپنے گروہ میں چلا جاتا ہے کھیل کے اختتام پر جس گروہ میں زیادہ لڑکے ہوں وہ جیت جائے گا۔

۵۔ سوالوں کا کھیل:۔

جماعت کو ا اور ب دو گروہوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ ہر گروہ سے ایک لڑکا باہر جاتا ہے۔ اور باہر جا کر دوسرے گروہ کے لڑکے کے ساتھ ایک بات کا فیصلہ کرتا ہے۔ پھر دونو لڑکے اندر آجاتے ہیں۔ ا گروہ کا لڑکا ب میں اور ب کا ا میں جاتا ہے۔ پھر ہر ایک گروہ اُس سے سوال پوچھ کر پتہ لگانا چاہتا ہے۔ کہ انہوں نے باہر کس بات کا فیصلہ کیا ہے۔ باہر جانے والے لڑکے سوال کے جواب میں صرف "ہاں" یا "نہیں" کہہ سکتے ہیں۔ ہر ایک لڑکا باری باری سوال پوچھے تاکہ ہر ایک کو سوال پوچھنے کا موقعہ مل سکے۔ جو گروہ پہلے پتہ لگالے وہ دونو لڑکے لے لیگا کھیل کے اختتام پر جس گروہ میں زیادہ لڑکے ہوں۔ وہ جیتا ہوا منصور ہو گا۔

۶۔ کھوئے ہوئے لفظ۔

بچوں کو اس قسم کی فہرستیں دی جاتی ہیں:۔

پرندے : ہوا :: مچھلی :۔

دن :۔ :: رات : چاند

ٹانگیں : چلنا :: زبان :۔

جو لڑکا سب سے پہلے کھوئے ہوئے لفظ بھریگا۔ یا وہ گروہ جس کے تمام ممبر صحیح خانہ پری کریں گے۔ جیتا ہوا منصور ہو گا۔

اِن تمام کھیلوں کے دوران میں اگر اُستاد فوراً اصلاح نہ کرنا چاہے۔ تو اُن باتوں کو نوٹ کرتا جائے جن کی وہ اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ بعد میں وہ اِن کو جماعت کے سامنے پیش کر سکتا ہے +

۴ - کھیل کھیل میں تعلیم کی مشقیں :-

(ا) - ابتدائی جماعتوں کے لئے :-

۱ - مختلف لوگوں یا چیزوں کی دو یا تین تصویریں دی جاتی ہیں۔ اور اسماء صفت کی ایک فہرست دی جاتی ہے اُستاد بچوں سے اِن صفتوں کی ایک ایسی مختلف فہرستیں تیار کرائے۔ جو مختلف تصویروں کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں مثلاً اگر تین تصویریں ہوں۔ تو فہرستیں بھی تین بنیگی اور ہر فہرست ایک تصویر سے متعلق ہوگی اُستاد صفتوں کی فہرست بناتے وقت اِس بات کا خیال رکھے کہ ایک صفت ایک ہی تصویر کے ساتھ تعلق رکھتی ہو۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو بچوں کو بتادے۔ کہ بعض صفتیں ایسی بھی ہیں۔ جو ایک سے زیادہ تصویروں کے ساتھ کھپ سکتی ہیں۔ اسی قسم کی ایک اور مشق یہ ہے۔ کہ گھریلو یا خانگی اشیاء کے ناموں کی فہرست دی جاتی ہے۔ پھر بچوں سے اِن کو علیحدہ علیحدہ کرایا جاتا ہے۔ کہ کونسی چیز کونسی جگہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مثلاً کچھ چیزیں باورچی خانہ کی فہرست میں آجائینگی۔ کچھ خوابگاہ وغیرہ میں علیٰ ہذالقیاس۔ اِس کی اور صورت یہ ہے۔ کہ تین سُرخیاں دی جائیں۔ مثلاً ہوا۔ پانی۔ زمین پھر ایسی اشیاء کی فہرست دی جائے۔ جو اِن تینوں میں سے کسی نہ کسی سے تعلق رکھتی ہوں۔ جو اشیاء ہوا میں ملتی ہیں۔ وہ ہوا کی سرخی کے نیچے جائیں گی ؛

اِسی قسم کی مشق افعال کے ساتھ بھی کرائی جا سکتی ہے۔ سرخیاں دی جاتی ہیں۔ جس فعل کا جس سُرخی سے تعلق ہو۔ اُسے اُس کے تحت میں لکھا جائے۔

۲ - ایک اسما کی فہرست دی جاتی ہے۔ اور ایک افعال کی بچے اِسما کے ساتھ صحیح فعل چن کر لگاتے ہیں۔ مثلاً

آگ .... کھیلتے ہیں۔

ہوائیں .. .. جلتی ہے

درخت .. .. چلتی ہیں۔

بچے .. .. سایہ دیتے ہیں۔

یہ سادہ قسم کی مشق مشکل یا آسان ہو سکتی ہے۔ جیسا جماعت کا درجہ ہو۔ یا جیسی طلبا کی قابلیت ہو ؛

۳ - ایک سوال لکھا جاتا ہے۔ اور اس کے نیچے ایک جواب لکھ دیا جاتا ہے۔ اگر جواب صحیح ہو۔ تو لڑکے "ہاں" لکھتے

ہیں۔ اور اگر غلط ہو تو "نہیں" لکھ دیتے ہیں۔

مثلاً تم مدرسے کیوں جاتے ہو؟

ہم مدرسہ نہانے جاتے ہیں۔ ____________

اتوار کے بعد کونسا دن آتا ہے؟

اتوار کے بعد سوموار آتا ہے۔ ____________

یہ مشق بھی جس جماعت سے کرائی جائے۔ اُس کے مطابق مشکل یا آسان بنائی جا سکتی ہے۔

۴۔ خالی جگہوں کو پُر کرنے کے طریقہ پر کئی ایک مشقیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ جو لفظ اِن خالی جگہوں میں پُر کرنے ہیں اُن کی فہرست دی جائے۔ اجزا جملہ کے سلسلہ میں اور سوالوں کے ساتھ بھی یہ مشق کرائی جا سکتی ہے۔ یہ بھی جماعت کے مطابق مشکل یا آسان بنائی جا سکتی ہے۔

ایک کہانی دی جائے۔ جس میں جگہیں خالی چھوڑی جائیں۔ خالی جگہوں میں پُر کرنے کے لئے لفظوں کی فہرست دی جائے۔ اِسے تحریری یا تقریری طور پر کرایا جا سکتا ہے۔

ایک جُملہ دیا جاتا ہے۔ اُس جُملہ میں ایک لفظ کے نیچے خط کھینچا جاتا ہے۔ اور پھر ایک لفظ کی جگہ خالی چھوڑ دی جاتی ہے۔ طلبا اِس خالی جگہ میں خط کشیدہ لفظ کا متضاد لکھتے ہیں۔

مثلاً روپیہ خرچ نہ کرو بلکہ ____________ رکھو۔

فرش گندہ ہو گیا ہے اِسے پھر ____________ کرو۔

زیادہ کھیلو اور کھانا ____________ کھاؤ۔

۵۔ ایک جُملہ لکھا جاتا ہے۔ اور اِس کے بعد ایسے نتائج تحریر کئے جاتے ہیں۔ جن میں صرف ایک ہی اُس کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ بچے اُس نتیجہ کو چُن کر تحریر کرتے ہیں۔

مثلاً ایک لڑکا گیند کو ٹھوکر مارتا ہے = گیند سے اُسے چوٹ لگے گی۔

گیند درخت پر چڑھ جائے گی۔

گیند اُس طرف جائے گی جس طرف اُس نے ٹھوکر ماری ہے۔

ایک آدمی کُتّے کو مارتا ہے۔ کُتا چیخے گا۔ اور بھاگ جائیگا۔

کُتا کہے گا اور مارو۔

وُہ ڈنڈا کو کھائے گا۔

۶۔ کئی ایک جملے لکھوائے جاتے ہیں۔ جو ایک لفظ کی وجہ سے بالکل بے معنی سے بن گئے ہیں۔ بچے اُس لفظ کو معلوم کر کے اُس کی جگہ صحیح لفظ تحریر کرتے ہیں۔ مثلاً

بڑھئی نے گھوڑے کو چیر دیا۔

وُہ اتنا پیاسا تھا کہ بہت سا کھانا پی گیا۔

اُس نے دیوار میں سے گیند کو ٹھوکر ماری۔

۷۔ نظم کو نثر کی صورت میں لکھ دیا جاتا ہے۔ بچے اِس کو نظم کی صورت میں لکھتے ہیں۔

۸۔ الفاظ کے دو مجموعے دئے جاتے ہیں۔ ایک مجموعے کے الفاظ دوسرے کے الفاظ کے متضاد ہوتے ہیں۔ بچے اِن کو جوڑے بنا کر تحریر کرتے ہیں۔ یعنی متضاد لفظوں کو ایک دوسرے کے مقابل لکھتے ہیں۔

اِسی قسم کی مشق سوالوں اور جوابوں کے ساتھ بھی کرائی جا سکتی ہے۔ ایک فہرست میں سوالات اور دوسری میں جوابات ہوتے ہیں بچے سوال کے بالمقابل اُس کا صحیح جواب تحریر کرتے ہیں۔

۹۔ بچوں کو کہا جاتا ہے۔ کہ "اور" اور "لیکن" میں مقابلہ ہے۔ کہ کون زیادہ جملوں کو جوڑ سکتا ہے۔ پھر اُنہیں جملوں کے جوڑے لکھوائے جاتے ہیں۔ جن میں سے بعض "اور" سے اور بعض "لیکن" سے جُڑ سکتے ہیں بچے یہ پتہ لگائیں کہ مقابلہ میں کون جیتتا ہے۔

۱۰۔ "میں کیا ہوں" کی قسم کے معمے اور پہیلیاں بنانا۔

مثلاً :- میں گول ہوں۔

چمڑے کی بنی ہوں۔

لڑکے مجھے ٹھوکریں مارتے ہیں۔

وُہ مجھ سے کھیلتے ہیں۔

میں کیا ہوں ؟

ب۔ حصہ مڈل کے لئے :-

بہت سی مشقیں جن کا ذکر ابتدائی جماعتوں کے ضمن میں گذرا ہے۔ مڈل کی جماعتوں سے بھی کرائی جا سکتی ہیں۔ اُنہیں ضرورت کے مطابق مشکل بنا لیا جائے۔

۱۔ جملے کے الفاظ آگے پیچھے کر کے لکھے جاتے ہیں۔ طلبا سے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ لفظوں کو بالترتیب تحریر کریں ہوشیار لڑکوں کو اسی قسم کی مشق یوں دی جا سکتی ہے۔ کہ جملہ کے فقروں اور لفظوں کے آگے پیچھے کر کے لکھ دیا جائے۔ وہ اس کی ترتیب کو ٹھیک کر کے لکھیں۔ اسی طرح ایک پیرے کے فقرے اور جملے آگے پیچھے کر کے لکھیں۔ اور طلبا اُن کو ترتیب دے کر لکھیں ؂

۲۔ جملوں کے جوڑے لکھوائے جائیں۔ جو مختلف حروف عاطفہ سے جڑ سکتے ہیں۔ بچے اِن حروف کو استعمال کر کے جملوں کو جوڑیں۔ اِسے بھی حروف عطف کے درمیان مقابلہ کا کھیل بنایا جا سکتا ہے ؂

۳۔ اِس قسم کی مشق دی جا سکتی ہے۔ ایک لڑکے نے ایک کہانی لکھی۔ اُس میں اُس لڑکے نے کچھ لفظ غلط استعمال کئے۔ تم دیکھو گے۔ کہ جو لفظ غلط ہیں۔ اُن کے نیچے خط کھینچے گئے ہیں۔ اور الفاظ کی ایک فہرست دی گئی۔ جس میں وہ لفظ دئے گئے ہیں۔ جو اس لڑکے کو استعمال کرنے چاہئیں تھے۔ تم کہانی کو پڑھو۔ اور وہ لفظ چنو۔ جو خط کشیدہ الفاظ کی جگہ لکھے جانے چاہئیں۔ اور کہانی دوبارہ صحیح طور پر تقریر کرو ؂

یہ مشق اُس جماعت کے مطابق مشکل یا آسان بنائی جا سکتی ہے۔ جس جماعت سے یہ کرائی جائے۔ اِسے زیادہ مشکل بنانے کے لئے۔ غلط لفظوں کے نیچے خط نہ کھینچے جائیں۔ جو غلطیاں ہوں وہ لفظوں کی نہ ہوں بلکہ گرامر یا محاورہ کی غلطیاں ہوں۔ اِس طرح یہ اور بھی مشکل ہو جائے گی ؂

۴۔ طلبا کو دو فہرستیں دی جاتی ہیں۔ ایک میں الفاظ ہوتے ہیں۔ دوسرے میں اِن الفاظ کی تعریف ہوتی ہے طلبا اِن فہرستوں میں سے ایک لفظ کے سامنے اُس کی صحیح تعریف لکھتے ہیں۔

مثلاً		
	خلاصہ	مل جُل کر کام کرنے کو کہتے ہیں۔
	انتخاب	ایسی بات جس کا چرچا یونہی ہو جائے۔
	تعاون	کسی آدمی کو ایک اسامی کے لئے چننے کا نام ہے۔
	افواہ	کسی بات کا لُب لباب تھوڑے سے تھوڑے لفظوں میں بیان کرنا۔

اِس قسم کی مشق مختلف قسم کی فہرستوں کے ساتھ کرائی جا سکتی ہے۔ ایک طرف آدمیوں کے ناموں کی فہرست ہو دوسری طرف اُن کے کام لکھے جائیں۔ یا ایک طرف افعال ہوں۔ دوسری طرف اُن کے نتائج مثلاً:۔

اُس نے چور کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ بھیگ گیا تھا۔

وہ نمونیا میں بیمار ہو گیا۔ کیونکہ وہ کام پر لگنا چاہتا تھا۔

اُسے کچھ حصہ شروع میں آمادہ کر لیا گیا۔ کیونکہ وہ اتنا مضبوط نہ تھا۔ کہ اُسے پکڑے رکھتا۔ سوالوں اور جوابوں کی فہرستیں دی جاتی ہیں۔ یا ضرب الامثال کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا جائے ایک طرف اُن کا نصف اوّل لکھا جائے۔ اور دوسری طرف نصف آخر لکھا جائے۔ ایک طرف اسماء ہوں دوسری طرف صفات ہوں۔ جو اُن کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں۔

مثلاً ایسا میٹھا جیسا کہ ایک شیر۔

ایسا بہادر جیسا کہ ایک گدھا۔

ایسا احمق جیسی کہ کھانڈ۔

۵۔ کئی ایک جملے لکھوائے جاتے ہیں۔ اِن میں بعض بعض الفاظ اور فقرات کے نیچے خط لکھوائے جاتے ہیں۔ ہر جملے کے نیچے تین یا چار لفظ لکھے جاتے ہیں۔ طالب علم اِن میں سے وہ لفظ چُنتا ہے۔ جو خط کشیدہ لفظ یا فقرے کا ہم معنی ہے۔ مثلاً

<u>ہوتے ہوتے</u> مٹی کا ڈھیر چھوٹے سے چھوٹا ہوتا گیا۔

(رفتہ رفتہ۔ آہستہ آہستہ۔)

یہی مشق متضاد الفاظ کے ساتھ بھی کرائی جا سکتی ہے ؛

۶۔ بچوں کو اِس قسم کا خط دیا جاتا ہے جس میں کہیں کہیں تصویریں ہوتی ہیں۔ پھر طالب علم تصویروں کی جگہ لفظ لکھ کر خط کو عام زبان میں تحریر کرتے ہیں ؛

۷۔ ایک طرف خطوط کے ابتدائی حصے اور دوسری طرف اُن کے آخری حصے لکھے جاتے ہیں۔ لیکن ابتدائی اور آخری حصے ایک ہی خط کے نہیں ہوتے۔ مثلاً اگر ابتدائی حصہ کسی کاروباری خط کا ہو تو آخری حصہ باپ کے نام کے خط کا ہو۔ طالب علم چُن کر ابتدائی حصہ کو آخری حصہ سے ترتیب دیتے ہیں۔ تاکہ سالم خط بن جائے۔

۸۔ کچھ جملے دیئے جاتے ہیں۔ جن میں بعض صحیح اور بعض غلط ہوتے ہیں۔ یہ مشق اُس کام کے مطابق ہو سکتی ہے۔ جو جماعت اُس وقت کر رہی ہو۔ صحیح جملوں کے سامنے ہاں غلط جملوں کے سامنے نہیں لکھیں۔ اور آخر میں غلط جملوں کو صحیح کر کے لکھیں ؛

<u>کھیل کھیل میں تعلیم کی مشقوں کے چند نمونے ہیں جن کو استعمال کیا جا سکتا ہے اُستاد خود ہی بہت سی ایسی مشقیں تیار کر سکیں گے۔</u>[1]

---

[1] کھیل کھیل میں تعلیم کی مشقوں کے لئے تعلیمی کھیل نمبر ۱، ۲، ۳ ملاحظہ کریں جنہیں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا ہے۔ یہ کتابیں دوسری تیسری اور چوتھی جماعت میں استعمال ہو سکتی ہیں ؛

گیارھواں باب

انفرادی کام

تعلیم کے ہر شعبہ میں یہ بات زیادہ سے زیادہ معتبر ثابت ہوتی جا رہی ہے۔ کہ ہر ایک فرد ہر دوسرے فرد سے مختلف ہے۔ ہر ایک میں اپنی اپنی خوبیاں ہیں۔ ہر ایک کی اپنی اپنی مخصوص مشکلات ہیں۔ ہر ایک کو مختلف سلوک اور مختلف تعلیم کی ضرورت ہے۔ لہذا اگر ہم اپنے طلبا کی تربیت میں کامیابی کے ساتھ مدد دینا چاہتے ہیں۔ اور اگر ہم اپنے تعلیمی مقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں لازم ہے۔ کہ ہم ایسے طریقے کام میں لائیں۔ جن کے ذریعے ہم اپنے طلبا پر انفرادی طور پر توجہ مبذول کر سکیں ممکن ہے۔ کہ ہم مدرسہ کا تمام کام انفرادی اصول کے مطابق انجام نہ دے سکیں۔ مگر ہم اُس کا بیشتر حصہ اس طرح کر سکتے ہیں۔ کچھ ایسا انتظام کر سکتے ہیں جس سے انفرادی طور پر توجہ صرف کرنے کا امکان پیدا ہو جائے۔ مادری زبان پر بھی یہ بات اسی طرح صادق آتی ہے جس طرح اور مضامین پر۔ انفرادی کام کا بہترین طریقہ وہ ہے جس میں اجارے (Assignments) دیے جاتے ہیں۔

ہر طالب علم کے پاس ایک اجارہ ہوتا ہے۔ اور اُستاد کے پاس ان اجاروں کی تفصیل کے لئے ایک چارٹ یا نقشہ ہوتا ہے۔ ابتدائے سال میں طالب علم کو پہلا اجارہ یا اسائنمنٹ (Assignments) دیا جاتا ہے طالبعلم اپنا کام شروع کرتا ہے۔ وہ ان گھنٹوں میں اس کو حل کرتا ہے۔ جو مدرسہ میں مادری زبان کے لئے مقرر ہیں۔ بے شک تیاری کے دوران میں یا گھر پر وہ جتنا وقت صرف کرنا چاہے۔ صرف کر سکتا ہے۔ اُستاد کو چاہئے۔ کہ وہ ظاہر کر دے کہ مدرسہ کے وقت کے علاوہ اسائنمنٹ پر اور کتنا وقت صرف کیا جائے۔ حصہ مڈل کی جماعتوں میں اوقات

مدرسہ کے علاوہ اور بہت کم وقت اسائنمنٹ پر صرف کرنے کی ضرورت ہے حصہ ثانی میں اسائنمنٹ پر اتنا ہی وقت صرف ہوگا ۔ جتنا بالعموم گھر پر اُس مضمون کی تیاری میں صرف کیا جاتا ہے ۔ اسائنمنٹ اِس طرح تیار کیا جائے ۔ کہ اوسط درجے کا طالب علم اُسے اتنے عرصہ میں بخوبی ختم کر سکے جو مدرسہ میں مادری زبان کے لئے مقرر ہے ۔ فرض کیجئے کہ مادری زبان کے لئے مدرسہ میں ہفتہ میں چھ گھنٹیاں صرف کی جاتی ہیں ۔ تو ایک گھنٹی ایسی ہوگی ۔ جس میں اُستاد کو تمام جماعت اکٹھی یا گروہوں میں لینی پڑے گی ۔ پس وہ اسائنمنٹ ایسا ہو جسے غبی اور نہایت ہی سست رفتار طلبا کے علاوہ تمام طالبعلم پانچ گھنٹیوں اور اُس وقت میں جو طلبا گھر پر مادری زبان پر صرف کرتے ہیں ختم کر سکیں ۔ چنانچہ اگر ایک گھنٹی چالیس منٹ کی ہو ۔ اور طلبا گھر پر مادری زبان پر پندرہ منٹ صرف کرتے ہوں ۔ تو اسائنمنٹ میں اتنا کام ہو ۔ جسے طلبا ۴ گھنٹے ۵ ۳ منٹ میں ختم کر سکیں ۔ یہ بہتر ہے ۔ کہ اسائنمنٹ میں یہ کمی رہ جائے کہ وہ ذرا چھوٹا ہے ۔ بجائے اُس کے کہ وہ زیادہ لمبا ہو ۔

اوقات مدرسہ میں جب طالب علم اجارہ کا کام کر رہے ہوں ۔ تو اُن کو آزادی ہوتی ہے کہ وہ جب اُنہیں مدد کی ضرورت پڑے تو اُستاد کے پاس آئیں ۔ اُنہیں یہ بھی آزادی ہوتی ہے ۔ کہ وہ ایک دوسرے سے مشورہ اور تبادلہ خیالات کریں ۔ مگر ایک دوسرے کی نقل نہ کرنے پائیں ۔ اِس کی احتیاط سے نگرانی کرنی پڑے گی ۔ اُنہیں آزادی ہوتی ہے ۔ کہ لائبریری سے جس کتاب کو استعمال کرنا چاہیں کریں ۔ وہ اسائنمنٹ کا جو حصہ کرنا چاہیں کر سکتے ہیں ۔ اگر اُستاد دیکھے کہ کئی ایک طالب علموں کو ایک مشکل نے حیران کر رکھا ہے ۔ تو وہ تھوڑے عرصہ کے لئے تمام جماعت کو لے ۔ اور اِس مشکل کو حل کر دے ۔ جب جماعت منقسم ہو جائے ۔ کیونکہ جو طالب علم ہوشیار ہوتے ہیں ۔ وہ باقیوں سے آگے نکل جاتے ہیں ۔ اُس صورت میں وہ اُس گروہ کو لے سکتا ہے ۔ جو کم و بیش ایک ہی منزل پر ہے ۔ اور جسے وہی ایک مشکل پیش آ رہی ہے ۔

جب ایک طالبعلم اپنا اسائنمنٹ ختم کر لے یعنی جو لکھنے کا کام تھا ۔ وہ کر لے ۔ جو پڑھنے کے لئے تھا ۔ اُسے پڑھ لے ۔ اور جو حفظ کرنا تھا ۔ وہ بھی کر لے ۔ تو وہ اسائنمنٹ اصلاح کے لئے اُستاد کے پاس لاتا ہے ۔ اُستاد تحریری کام دیکھتا ہے ۔ اور سوال پوچھ کر پتہ لگاتا ہے ۔ کہ لڑکے نے آموختہ اور زبانی کام کیا ہے یا نہیں ۔ جب اُستاد کو کچھ تجربہ ہو جاتا ہے ۔ تو اُسے پتہ لگ جاتا ہے ۔ کہ یہ معلوم کرنے میں زیادہ دقت نہیں ۔ کہ ایک اسائنمنٹ صحیح طور پر کیا گیا ہے ۔ یا نہیں ۔

جب اُستاد کو اطمینان ہو جاتا ہے ۔ کہ اسائنمنٹ ٹھیک ختم کر لیا ہے ۔ تو وہ اپنے نقشہ پر طالب علم کے

نام کے مقابل نشان کر دیتا ہے۔ اور اسائنمنٹ کے نمبر کے نیچے وہ تاریخ لکھ دیتا ہے۔ جس دن اسائنمنٹ کیا گیا ہے۔ اور طالب علم کے کارڈ پر اسائنمنٹ کے نمبر کے نیچے تاریخ پُر کر دیتا ہے۔ اصول یہ ہونا چاہیئے۔ کہ اجارہ شروع کرنے سے پیشتر پہلے اسائنمنٹ کی تصحیح کی مشق کی جائے۔ جب طالبعلم اگلا اسائنمنٹ سنانے کے لئے لائے تو اُستاد اصلاح کرنے سے پیشتر پچھلی تصحیح پر سرسری نگاہ ڈال لیا کرے۔ یہ بہتر ہے کہ اسائنمنٹ کا تحریری کام پہلے صفحہ پر کیا جائے۔ اور اگلا صفحہ تصحیح کی مشق کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

اگر اُستاد کو اطمینان نہ ہو۔ تو وہ طالب علم کو اُس کی کمی سے آگاہ کر دیتا ہے۔ حسب ضرورت اُسے مدد دیتا ہے۔ اور طالب علم کو کمی پورا کرنے کے لئے واپس کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ دوبارہ اسائنمنٹ اُس وقت لائے۔ جبکہ اُسے ٹھیک طور پر ختم کر لیا گیا ہو۔ کوئی مضائقہ نہیں کہ اُستاد جماعت کے مختلف معیار قائم کرے۔ وہ حق بجانب ہے۔ کہ جماعت میں ہوشیار طالبعلم کے ایک کام کو رد کر دے۔ حالانکہ ایک کمزور لڑکے کا ویسا ہی کام منظور ہو جائے۔ اِس طریقہ کا یہی ایک بڑا فائدہ ہے۔ کہ اُستاد افراد کی ضروریات اور استعداد کے لحاظ سے اپنے طریقے اور معیار میں تغیر و تبدل پیدا کر سکتا ہے۔

قدرتی طور پر بعض طلبا دوسروں کی نسبت سرعت سے کام کریں گے۔ اور جلد ہی جماعت میں تقسیم پیدا ہو جائے گی۔ اُستاد کو کمزور لڑکوں پر آنکھ رکھنی پڑے گی۔ اور اُن پر ہوشیار لڑکوں کی بہ نسبت زیادہ وقت صرف کرنا پڑیگا۔ ہوشیار لڑکے تھوڑی تھوڑی مدد حاصل کر کے اور خود کام کر کے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مگر کمزور طلبا کو زیادہ مدد درکار ہے۔ اور وہ اُستاد سے استفادہ کریں گے۔ استاد اپنے نقشہ کو دیکھ کر ایک نظر میں بھانپ لیتا ہے۔ کہ کون سے طالبعلم پیچھے رہ جائیں گے۔ اور کونسے طالب علم اتنا کام نہیں کر سکے جتنا اُنہیں کرنا چاہیئے۔ پھر وہ اُن پر خاص توجہ صرف کر سکتا ہے۔

بعض اوقات اُستاد دیکھے گا۔ کہ ایسے طالب علموں کا جمگھٹا لگ جاتا ہے۔ جو اپنے اسائنمنٹ کی اصلاح کرانا چاہتے ہیں۔ بالخصوص اُس وقت جبکہ جماعت بڑی ہو۔ اِس کا واحد علاج یہ ہے۔ کہ طلبا کے ساتھ اوقات مدرسہ کے علاوہ وقت معین کر کے اُنہیں اصلاح کے لئے بُلایا جائے۔ یہ کام ہر روز نہ کرنا پڑے گا۔ اُستاد فیصلہ کرے کہ اِس کی ضرورت کب پڑتی ہے۔

مادری زبان کی تدریس میں اسائنمنٹ دو مختلف طریقوں سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ گرامر کے لئے انشاء کے اسائنمنٹ اِسی طرح اِستعمال کئے جا سکتے ہیں جس طرح اوپر مذکور ہے۔ نصاب اور درسی کتب کیلئے

بھی وُہ اِسی طرح استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اِس طرح یہ بات تجربہ میں آئی ہے کہ تحریری کام پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اور زبانی کام نظرانداز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اِسے مختلف طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اسائنمنٹ اُسی طرح تیار کئے جاتے ہیں۔ یعنی جیسا کہ طلبا خود اُن پر کام کریں گے۔ پڑھنے کے لئے حصّے مقرر ہوتے ہیں۔ اور اُن کو پڑھنے کے لئے اشارات و ہدایات تحریر کر دی جاتی ہیں۔ مختلف پیروں اور لفظوں میں منندی جاتی ہے۔ سوال پوچھے جاتے ہیں۔ جن سے طالب علموں کو جو کام وُہ کر رہے ہیں۔ اُس کے متعلق سوچنے کا موقعہ ملتا ہے۔ کرنے کے لئے کام دیا جائے گا۔ وقتاً فوقتاً تحریری کام بھی دیا جائے گا لیکن جب مدرسہ میں جماعت گھنٹی میں آتی ہے۔ تو لڑکے اکیلے اکیلے نہیں بلکہ اُستاد تمام جماعت کو پڑھاتا ہے۔ طلبا اپنا کام اسائنمنٹ کی مدد سے تیار کر کے آتے ہیں۔ اب اُستاد کے سامنے ایک ایسی جماعت ہو گی جس نے سبق کو تیار کیا ہے۔ اور اُس کے متعلق غور کر کے آئی ہے۔ لہٰذا اُسے سبق میں پوری پوری دلچسپی ہو گی۔ یا الفاظ دیگر تیاری میں اسائنمنٹ اُن کے لئے ممد اور رہنما ثابت ہوا۔ اور اسی بنا پر اُستاد کے ملفنی اسباق کی بنیاد ہو گا۔ مگر یہ اسباق جماعت کو مجموعی طور پر پڑھائے جائیں گے۔ بالعموم درسی کتب پڑھانے کا یہ طریقہ زیادہ تسلی بخش ثابت ہو گا۔ بالخصوص حصّہ مڈل کی جماعتوں میں۔ حصّہ ہائی میں نصاب کے اجاروں میں وُہ طریقہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جو عام ہے۔ اور جو اُن انگریزی مدارس میں مستعمل ہے۔ جہاں انفرادی تعلیم کے طریقے رائج ہیں۔ اگر اِس پر عمل درآمد ہو۔ تو یہ احتیاط کی جائے۔ کہ زبانی کام کے لئے کافی وقت دیا جائے۔ بے شک یہ بات یاد رکھنی چاہئے۔ کہ اسائنمنٹ سسٹم کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جماعت کو مجموعی طور پر لینا ہی نہ پڑے گا۔ یا جماعت کے گروہوں کو لے کر اُن کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت نہ ہو گی۔ جب تک انضباطِ اوقات کی پابندی کی جائے گی۔ اِس سلسلہ میں کسی مشکل کا سامنا کرنا نہ پڑے گا۔

بعض اوقات اسائنمنٹ کے سلسلہ میں ایک مغالطہ ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات اُنہیں امتحانی پرچہ جات یا سوالات کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے۔ بے شک ایسی اشیاء پر اسائنمنٹ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اسائنمنٹ میں کم سے کم چار باتیں مدِنظر ہوتی ہیں۔ اوّل اِس میں اُس کام کی تفصیل ہوتی ہے۔ جو مقررہ وقت میں ختم کیا جائے گا۔ یہ ایک قسم کا اجارہ ہے جس میں زبانی۔ تحریری اور آموختہ کا کام درج ہے۔ جو ایک ہفتہ یا وقت مقررہ میں پورا کیا جائیگا۔ دوم اِس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ طالب علم خود سوچنا اور خود کام کرنا سیکھے۔ یہ اِس کا نہایت ہی اہم مقصد ہے۔ اُسے اِس قسم کے اشارے اور ہدایتیں دی جاتی ہیں۔ جن کے طفیل وُہ خود نتائج تک پہنچ جاتا ہے۔ اُسے اِس قسم کے کام دئے جاتے ہیں جن کے لئے اُسے اپنے دماغ اور ملکہ اقدام کو بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ ایسے سوال پوچھے جاتے ہیں۔ جس سے وُہ خود

حقائق کو معلوم کرنا اور خود سوچنا سیکھتا ہے۔ سوم اسائنمنٹ مطالعہ کرنے کے لئے ایک مددگار اور رہنما ہوتے ہیں۔ اُسے مطالعہ کرنے کے لئے ہدایات دی جاتی ہیں۔ اور اسائنمنٹ میں وہ اشارے ملنے چاہئیں۔ جن سے وہ اُس کام پر عبور حاصل کر سکے۔ جو اُسے درپیش ہیں۔ چہارم اسائنمنٹ اُس واقفیت میں اضافہ کرتا ہے۔ جو طالب علم اپنی درسی کتب اور کتب لائبریری سے حاصل کر سکتا ہے۔ ما اسائنمنٹ سے اُسے یہ بھی مدد ملتی ہے کہ مطلوبہ واقفیت کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اُس میں لائبریری کی کتب کے حوالے بھی درج ہوتے ہیں ۔

جو کچھ اسائنمنٹ کے متعلق بیان ہوا ہے۔ اُس سے بالکل روشن ہو جاتا ہے۔ کہ اسائنمنٹ بنانا کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ اور بالخصوص اُس وقت جبکہ کام کی ابتدا کی جائے۔ اُستاد کا کام آرام سے بیٹھ کر یہی لکھ دینا نہیں کہ اتنے صفحات پڑھنے ہیں۔ اور ان صفحات کے متعلق چند سوالات بنا کر تحریر کر دے۔ اسائنمنٹ تیار کرنے کے لئے مصالح بڑی احتیاط سے تیار کرنا پڑتا ہے۔ اِس واقفیت کی ضرورت ہے۔ کہ لائبریری سے کیا کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور اُن طالب علموں کو جاننے کی ضرورت ہے۔ جن کے لئے اسائنمنٹ تیار کیا جا رہا ہے۔ رفتہ رفتہ اسائنمنٹ کی تیاری میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اِس بات کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ کہ اسائنمنٹ میں خوبیاں کیا ہونی چاہئیں ۔

جیسا کہ مجملاً ذکر ہو چکا ہے۔ انفرادی کام کے ایسے طریقے استعمال کرنے کے فوائد بہت سے ہیں۔ اِس سے ہمارے طلبا اپنے لئے آپ کام کرنے کے اہل ہو جاتے ہیں ۔

۱۔ ہر طالب علم اپنی ہی رفتار پر کام کر سکتا ہے۔ اگر وہ سست رفتار ہو۔ تو اُس کو جماعت کے دوش بدوش چلنے کی فضول کوشش نہ کرنی پڑے گی۔ اُسے اُن باتوں کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنی پڑے گی۔ جو جماعت کی اکثریت پر تو واضح ہیں۔ مگر اُس کی سمجھ سے بالا ہیں۔ اور جن کو سمجھنے کی کوشش میں آہستہ آہستہ اُس کے دماغ پر ایسا بوجھ پڑے گا۔ جس سے وہ کبھی آزاد نہ ہو سکے گا۔ اور اُس کے برعکس ایک ذہین اور تیز گام بچے کو جماعت کے سست لڑکوں کی خاطر اپنی رفتار کو سست کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ وہ جتنا آگے بڑھنا چاہے۔ بڑھ سکتا ہے۔ اِس طرح وہ جماعتی طریقہ کی بہ نسبت کہیں زیادہ ترقی کرے گا اور جماعت کی سست رفتار کی وجہ سے وہ مضمون سے بیزار نہ ہو گا۔ ذہین لڑکے بہت زیادہ کام کر لیتے ہیں۔ اور انہیں مضمون سے زیادہ دلچسپی ہو جاتی ہے۔ اور سست رفتار لڑکوں کو زائد مدد مل جاتی ہے۔ جس کی انہیں ضرورت ہے۔ لہٰذا جو کام وہ کرتے ہیں۔ اُسے پورے طور پر سمجھ لیتے ہیں۔ گو وہ اتنا کام نہ کر سکیں۔

جتنا اُن سے جماعت میں کرنے کی توقع کی جاتی ہے۔ یا خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کام اُنہوں نے کرلیا ہے۔ فی الحقیقت وُہ جماعت کی بہ نسبت زیادہ کام کرلیتے ہیں۔ اور چونکہ انہیں جو کچھ وُہ کرتے ہیں اُسے سمجھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ پس اُنہیں مضمون سے زیادہ دلچسپی ہو جاتی ہے۔ جس بات کو ہم سمجھ نہ سکیں اُس میں ہماری دلچسپی باقی نہیں رہتی ؛

۲۔ انفرادی کام کی ایسی تجویز کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص کام میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔ ذہین اور غبی طالب علموں کا شوق بڑھ جاتا ہے۔ اور جو درمیانہ درجے میں ہوتے ہیں اُن کا شوق اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وُہ اُس کام میں نسبتاً زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ جس میں ہم کو کام کرنا پڑتا ہے۔ اور ہمارا دماغ مصروف عمل رہتا ہے۔ بمقابلہ اُس کام کے جس میں ہمیں وہی کرنا پڑتا ہے۔ جو ہمیں بتایا جاتا ہے۔ اور ہمیں زیادہ دماغ سوزی اور جگر کاوی سے کام نہیں لینا پڑتا۔ پس ہر ایک کے لئے اُس کام میں جو کیا جارہا ہے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے۔ یقیناً اُستاد کے لئے تو یہ واقعی زیادہ موجب دلچسپی اور باعثِ اطمینان ہے ؛

۳۔ انفرادی کام کی تجویز کے ذریعے کام حقیقی معنوں میں سرانجام ہوتا ہے۔ ہر ایک طالب علم شغف کے ساتھ مصروف عمل ہوتا ہے۔ اُس کا دل و دماغ مصروف کار رہتا ہے۔ جو کچھ کیا جارہا ہے۔ یا سیکھا جارہا ہے جس چیز کی مشق کی جارہی ہے۔ اُس میں ہر کوئی منہمک ہوتا ہے۔ اِس میں یہ نہیں ہوتا کہ اُستاد پڑھا رہا ہے۔ اور جماعت ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار بیٹھی ہے۔ انفرادی کام میں ذہن کو ضرور کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اِس کے کامیاب طریقہ ہونے کا یہی ایک بڑا دعوٰے ہے ؛

۴۔ اگر انفرادی کام کی کوئی تجویز استعمال کی جائے۔ تو ہم شخصی امتیازات پر زیادہ توجہ مبذول کرسکتے ہیں۔ اِس بات پر زور دینے کی ضرورت نہیں کہ کوئی بھی دو شخص ایک دوسرے سے نہیں ملتے جُلتے۔ میلانات رجحانات۔ قابلیت۔ مذاق۔ پسندیدگیوں اور ناپسندیدگیوں کے لحاظ سے ہر ایک ہر دوسرے سے مختلف ہے۔ بالعموم ہم اپنے طریقہ تعلیم میں اِس بات کا امتیاز نہیں کرتے اور نہ اِس کا لحاظ رکھتے ہیں ہم بچوں سے اِس طرح سلوک کرتے ہیں۔ جیسا کہ وُہ سب یکساں ہیں۔ یا اُن کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔ کہ گویا مادہ ایک تودہ ہیں۔ مجموعی طور پر جماعت کو پڑھانے میں شخصی امتیازات کو مدنظر رکھنا بڑا مشکل ہے۔ جماعت میں اِس کے علاوہ اور طریقہ استعمال نہیں ہوسکتا۔ اگر ہم اپنے طلبا کی بہترین طور پر خدمت اور مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اور اُن مقاصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ جو مادری زبان کی تعلیم میں ہمیں مدنظر

ہیں۔ تو ہمیں شخصی امتیازات کا ضرور لحاظ رکھنا پڑے گا۔ ہمیں اُن مشکلات کو مدنظر رکھنا پڑے گا۔ جو
تقریر میں پیش آتی ہیں۔ زبانی کام کی لیاقت کو مدنظر رکھنا پڑے گا۔ جبکہ ایک لڑکا خوب اعتماد ہے۔ دوسرا
شرمیلا ہے۔ اور تیسرے کی زبان میں لکنت ہے۔ ہم کو خانگی ماحول کا خیال رکھنا پڑے گا۔ جس کا کام پر
بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا پڑے گا کہ ایک بچہ کون کونسے مضمون میں دلچسپی لیتا ہے۔
اسی طرح اور بہت سی باتوں کی بنا پر ایک ایسا نظام جس کے طفیل طلبا کے ساتھ انفرادی طور پر کام
کا امکان پیدا ہو سکے ہمارے لئے زیادہ مفید ہو گا۔ اور ہم اتنا زیادہ کام کر سکیں گے۔ جو کسی اور طریقہ
سے انجام نہیں دیا جا سکتا ؛

۶۔ پھر اُستاد بھی اگر وہ فرداً فرداً طلبا کے ساتھ کام کرے تو وہ طلبا کو احسن طور پر مدد دے سکے گا۔ انفرادی
تعلیم بذات خود اپنا انعام ہے۔ کیونکہ اُستاد محسوس کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے طلبا کی اصلی معنوں میں مدد کر رہا
ہے۔ وہ اپنے طلبا کی مشکلات کو بہتر سمجھ سکتا ہے۔ ہر طالب علم کی اپنی مخصوص مشکلات ہوتی ہیں۔ جو کسی اور
کی نہیں ہوتیں۔ بسا اوقات ایک جماعت کو پڑھاتے ہوئے ہم محسوس کرتے ہیں کہ گو نصف یا دو تہائی جماعت
نے جو کچھ ہم نے پڑھایا ہے۔ پا لیا ہے۔ اُسے سمجھ لیا ہے۔ مگر ایک تہائی باقی ہے۔ جن کے پلے کچھ بھی نہیں
پڑا۔ اُن کی مشکلات کو حل نہیں کیا گیا۔ مگر انفرادی تجویز سے اُستاد اصلی معنوں میں تعلیم دے سکتا ہے۔
اور اپنے طلبا کے ساتھ معاملہ کرنے اور مضمون کو پڑھانے کا یہ زیادہ تسلی بخش طریقہ ہے ؛

انفرادی طریق کار ایک طرح وقت کی کفایت بھی ہے۔ بسا اوقات حصہ ثانی کی جماعتوں کے لئے مدرسہ وہ
جگہ ہے۔ جہاں کام کا امتحان ہوتا ہے۔ مگر تعلیم کا اصلی مقام گھر یا وہ وقت ہے۔ جس میں تیاری کی جاتی ہے
مدرسہ کا تمام وقت نوٹ لکھنے میں صرف ہوتا ہے۔ وہاں کام بالکل نہیں ہوتا۔ مگر اسائنمنٹ طریقہ تعلیم
میں مدرسہ اصلی کام اور اکتساب علم کی جگہ بن جاتا ہے۔ اور گھر پر کرنے کے لئے کام دینے کی ضرورت بہت کم
رہ جاتی ہے ؛

۷۔ جہاں اسائنمنٹ دئے جاتے ہیں۔ وہاں طالب علم کو یہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ اُسے ایک مخصوص کام
ایک مقررہ وقت (ہفتہ میں) میں ختم کرنا ہے۔ اور اس کے بعد وہ کسی اور کام میں مصروف ہو سکتا ہے
اُس کے لئے کام کا مقصد ایک نہ ختم ہونے والی درسی کتاب کو پڑھنا نہیں۔ جس کے چند صفحے ہر روز پڑھنے
پڑتے ہیں۔ اور منزل کہیں نظر نہیں آتی۔ بلکہ اُس کے سامنے مخصوص کاموں کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔ جن میں

سے ہر ایک جلد ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا اُس کی دلچسپی قائم رہتی ہے ؛

۸۔ اِس طریقہ سے طلبا کو خود اعتمادی کا سبق حاصل ہوتا ہے۔ طالب علم اپنی ہی کوششوں پر بھروسہ کرنا سیکھتا ہے۔ وہ اپنی مدد آپ کرنا سیکھتا ہے۔ اور ہر بات کے لئے اُستاد ہی کا دستِ نگر نہیں ہوتا۔ پس خود اعتمادی اور خود سوچنے کی عادات پیدا کرنے کے لئے یہ طریقہ نہایت ہی گراں قدر ہے ؛

انفرادی طریقہ تعلیم کا ذکر کرتے وقت ہمیں چند مشکلات اور اعتراضات کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے :۔

۱۔ اُستاد کو اِس میں سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ ہمارا خیال ہے وہ سب لوگ جنہوں نے اسائنمنٹ سسٹم کو آزمایا ہے۔ اِس بات پر متفق ہیں۔ اِس طریقہ تعلیم میں نہ صرف طالب علم کو ہی زیادہ کام کرنا پڑتا ہے بلکہ اُستاد کو بھی اسائنمنٹ بڑی احتیاط سے تیار کرنے پڑتے ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً اُن کی نظرثانی کرنی پڑتی ہے بہت سے تحریری کام کی اصلاح کرنی پڑتی ہے۔ زبانی کام کا امتحان کرنا پڑتا ہے۔ فرداً فرداً طلباء کے ساتھ کام کرنے میں قدرتی طور پر جماعت کی بہ نسبت زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ تاہم اکثر مطلوبہ وقت اور زائد کام میں مبالغہ ہی کیا جاتا ہے۔ جماعتی طریقہ تعلیم میں بھی اُستاد کو بہت سے تحریری کام کی اصلاح اوقاتِ مدرسہ کے علاوہ وقت میں کرنی پڑتی ہے۔ اور اُس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے سبق کی احتیاط سے تیاری کرے لیکن اسائنمنٹ طریق کار میں یہ بات یقینی ہو جاتی ہے۔ کہ تیاری کی گئی ہے۔ بالعموم یہ ممکن نہیں ہوتا کہ تمام تحریری اور زبانی کام کی دیکھ بھال اُن ہی گھنٹیوں میں ختم کر دی جائے۔ جو مضمون کے لئے مقرر ہوتی ہیں۔ اِس میں سے کچھ اوقاتِ مدرسہ کے علاوہ کرنا پڑے گا۔ تاوقتیکہ جماعت بہت بڑی نہ ہو۔ اُستاد کو یہ کام بالعموم اُس کام سے زیادہ نہ کرنا پڑے گا۔ جتنا وہ جماعتی طریقہ تعلیم میں کرتا ہے۔ اور اُسے اصلاح کے لئے اُس وقت سے زیادہ صرف نہ کرنا پڑے گا۔ جو اُسے جماعتی نظام کے ماتحت صرف کرنا پڑتا ہے۔ اگر جماعت بڑی ہو۔ تو اصلاح کا کام ایک مشکل مسئلہ بن جاتا ہے۔ مگر جماعتی نظام میں بھی تو یہی مشکل پیش آیا کرتی ہے ؛

حتےٰ کہ اگر اِس طریقہ کے ماتحت اُستاد کو زیادہ وقت بھی صرف کرنا پڑے تو ہمارا اپنا تجربہ ہے۔ کہ اِس کا بدل بھی تو ملتا ہے۔ کام بہتر ہوتا ہے۔ اور یہ اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ کہ اُستاد اپنے طلباء کی ضروریات کو کما حقہٗ پوری کر رہا ہے۔ اور وہ اُن کو اصلی معنوں میں وہ مدد دے رہا ہے۔ جو دوسرے طریقہ سے مہیا نہیں ہو سکتی ؛

۲۔ جب جماعتیں بڑی ہوتی ہیں تو یہ بات مسلمہ طور پر مشکل ہے کہ اِس طریق کار پر عمل کیا جائے۔ اِس طریقہ کو ۳۵ یا اِس کے لگ بھگ لڑکوں کی جماعت کے ساتھ استعمال کرنا ممکن ہے۔ گو مشکل اُس وقت ہی پڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ جبکہ تعداد ۳۰ سے متجاوز ہونے لگتی ہے۔ اگر جماعتیں بڑی ہوں تو اُستاد کو اپنا وقت زیادہ سے زیادہ صرف کرنا پڑے گا۔ حتّٰی کہ کام حد سے تجاوز کر جائیگا۔ یہ بے شک انفرادی تجویز کے خلاف کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ تو بڑی جماعتوں کے خلاف ایک دلیل ہے۔ مگر موجودہ صورت میں تاوقتیکہ اُستاد بہت ہی خود اِنکار نہ ہو۔ اُسے ۳۰ یا اُس سے زیادہ کی جماعت کے طالب علموں کے دماغ میں علم ٹھونسنے (یہاں تعلیم دینے کا لفظ استعمال کرنا بے انصافی ہے) میں بہت ہی کم کامیابی ہوگی۔

۳۔ ایک اور خطرہ ہے کہ طالب علم ایک دوسرے کی نقل کریں گے۔ یا اُن طلباء کی کاپیوں سے نقل کریں گے جو پہلے گزر چکے ہیں۔ بے شک جہاں جماعت کو مجموعی طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ وہاں بھی طالب علم نقل کرنے سے بھولے ہوئے نہیں البتہ جہاں اسائنمنٹ تیار کئے جاتے ہیں۔ اِس بات کی سخت نگرانی درکار ہے جہاں نقل کرنا روزمرہ کی عادت ہو اُسے معلوم کرنا مشکل نہیں۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد اپنے طلباء کے مختصر امتحان کرنے اور اِن امتحانوں کے نتائج کا اسائنمنٹ کے کام سے مقابلہ کرنے سے اُستاد کو پتہ لگ جائے گا کہ طالب علم کیسا کام کر رہے ہیں۔ بڑے لڑکوں میں اکثریت جلد ہی اِس طریقہ کی اہمیت کو پالیتی ہے۔ اور انہیں اُس خسارہ کا بھی پتہ لگ جاتا ہے۔ جو نقل کرنے سے ہوتا ہے۔ اور اِس موضوع کی معقولیت کو سمجھتے ہیں۔ تاہم اِس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اگر اسائنمنٹ استعمال کئے جائیں۔ تو اس بات کی احتیاط لازم ہے۔

۴۔ جماعت کا تمام کام انفرادی تجویز کے مطابق نہیں ہو سکتا اور نہ کرنا ہی چاہئے۔ ایسے موقعے ملنے چاہئیں۔ جہاں گروہوں کو مل کر کام کرنا پڑے۔ اور وقتاً فوقتاً جماعت کو مجموعی حیثیت سے بھی پڑھانا چاہئے۔ ہفتہ میں کم سے کم ایک دفعہ۔ ہمیں اس میں انتہا پسند نہ ہونا چاہئے۔ اور اپنے طلباء کو انفرادیت پسند نہ بنانا چاہئے۔ حسب ضرورت اُستاد تمام جماعت کو یا ایک وقت میں ایک گروہ کو لے سکتا ہے۔ اور اجتماعی کام کو اسائنمنٹ کا حصہ بنایا جا سکتا ہے۔ تاکہ یک رُخی نشوونما نہ ہونے پائے۔ اس طریقہ تعلیم میں طالب علموں کے مِل جُل کر کام کرنے پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ وہ واقعی معاونت سے کام کریں۔ مگر جیسا کہ پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے۔ اگر دو یا تین طالب علم مل کر کام کریں تو یہ احتیاط کی جائے۔ کہ مبادا ایک لڑکا تو کام کرے اور دوسرے اُس کی نقل کر لیں۔ جو لڑکے مل کر کام کرتے ہوں۔ وہ استعداد اور ذہانت کا کم

و بیش ایک ہی معیار رکھتے ہوں۔ جو لڑکے کمزور ہیں۔ وہ کافی حد تک ہوشیار طلباء سے امداد لے سکتے ہیں مگر بالعموم جب انہیں مدد کی ضرورت پڑے تو استاد کے پاس آئیں۔

۵ - بعض اوقات انفرادی تجویز اور اسائنمنٹ سسٹم کے خلاف اخراجات کا اعتراض کیا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسائنمنٹ کی چھپائی کے باعث اس کا خرچ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اچھی لائبریریوں کی بھی ضرورت ہے۔ لائبریری تو بہر صورت درکار ہے۔ لہٰذا اسے بتدریج مہیا کیا جا سکتا ہے۔ اور اگرچہ اسائنمنٹ کی چھپائی پر کچھ لاگت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ مگر یہ خرچ زیادہ نہیں ہوتا۔ ایک علاقہ کے مدارس اگر وہ اسائنمنٹ استعمال کرنا چاہیں۔ تو وہ اسائنمنٹوں کی تیاری اور چھپائی میں تعاون کر سکتے ہیں۔ اور گو اسائنمنٹ پر نظر ثانی کرنی پڑتی ہے۔ مگر یہ ممکن ہے کہ وہی اسائنمنٹ دو دو تین تین سال تک استعمال کئے جائیں۔ اور کبھی زیادہ عرصہ کے لئے بھی۔ یہ بات مضمون پر منحصر ہے۔ اگر ہیلیمنٹری اسائنمنٹ استعمال کئے جائیں۔ تو تمام کے تمام اسائنمنٹوں کو دوبارہ چھپانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

۶ - ایک حقیقی مشکل جو تجربہ میں آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ لائبریری پر اس طریقہ کا برا اثر پڑتا ہے۔ کتب مستعار لی جاتی ہیں مگر واپس نہیں کی جاتیں۔ بسا اوقات ان کو احتیاط سے نہیں رکھا جاتا۔ اور وہ جلد ہی پھٹ جاتی ہیں کتابوں کا غائب ہو جانا ایک بڑی مشکل ہے۔ سسٹم کی کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ کہ طلباء لائبریری کا آزادانہ استعمال کریں۔ لہٰذا کتب کی حفاظت مشکل ہے۔ استاد تو بالکل ان کی نگرانی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ اصلاح و امداد کے کام میں مصروف رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے مفید طریقہ یہ ہے کہ چند بڑے لڑکوں کی امداد حاصل کی جائے۔ جو کتب بہت زیادہ استعمال ہوتی ہیں ان کا ایک چارٹ بنا دیا جائے۔ ہر کتاب کے نام کے نیچے تھوڑی سی جگہ خالی چھوڑ دی جائے۔ اس میں لڑکے کا نام اور کتاب مستعار لینے کی تاریخ درج کی جائے۔ یہ چارٹ کتب الماری کے پاس لٹکا دیا جائے۔ ہر ہفتہ ایک لڑکے کی باری لگا دی جائے کہ وہ دیکھتا رہے کہ جو لڑکا کتاب لے۔ وہ اپنا نام درج کرے۔ اور جب کتاب واپس کرے تو اپنا نام کاٹ ڈالے۔ خیر یہ طریقہ خطا سے پاک نہیں۔ مگر اس سے کتابوں کی حفاظت میں مدد ضرور ملتی ہے۔ اور ہمیں تو یہ بھی دیکھنا ہے۔ کہ یہ مشکل ہندوستان کے مدارس تک ہی محدود نہیں بلکہ عالمگیر ہے۔

۷ - بعض اوقات یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ جماعت کے ہر ایک لڑکے کے لئے ایک اجارہ موزوں نہیں ہو سکتا ایک ہوشیار لڑکے کو ایک غبی لڑکے کی بہ نسبت مشکل اسائنمنٹ کی ضرورت ہے۔ مگر اس مشکل پر بڑی آسانی

سے عبور حاصل کیا جاتا ہے۔ اسائنمنٹ میں درجے رکھے جاتیں۔ ایک نصاب کے متعلق دو یا تین سیٹ تیار کیے جائیں۔ پس جیسا طالب علم ہو۔ ویسا اسائنمنٹ لے لے۔

بلاشبہ انفرادی طریقہ تعلیم میں مشکلات ہیں۔ مگر جو فوائد اس سے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ ہیں اور مشکلات جیسا کہ ہم نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی نہیں جن پر عبور حاصل نہ کیا جا سکے۔ جب اسائنمنٹ استعمال کیے جاتے ہیں۔ تو تعلیمی کام بلاشبہ زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ طلبا کی شخصیت اور زندگی کو بھی اس سے جو عام فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔

اجارہ یا اسائنمنٹ کا نمونہ

نصاب
جماعت ہفتم

ہوا میں تمازت کا ہے یہ اثر
کہ اڑتے ہیں ذرّے برنگِ شرر
نہ سایہ نہ سبزہ نہ پانی کہیں!
دہکتی ہوئی ریتلی وہ زمیں
وہ لُو اور گرمی خدا کی پناہ
کہ ریگِ بیاباں کی حالت تباہ
زمیں پر اگر لا کے رکھ دے کوئی
بھری مشک بھی سوکھ جائے ابھی
ذرا بھی اگر اس طرف کو اُٹھے
تو پائے نگاہ میں پڑیں آبلے
پرندوں کا ہو اس طرف جو گزر!
بلندی سے بھن کر گریں خاک پر

اِس نظم کو خوب غور سے پڑھو۔ مشکل لفظوں کے معنی کی کوئی پرواہ نہ کرو۔ صرف اُن خیالات کو سمجھنے کی کوشش

کرو۔ جو شاعر نے قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ نظم کو پڑھ کر اس قابل ہو جاؤ۔ کہ تمہارے ذہن میں وہ نقشہ بندھ جائے جو نظم کو لکھتے وقت شاعر کی نظروں میں تھا۔

مندرجِ ذیل الفاظ اور فقرات کے معنی یاد کرو:۔

تمازت۔ گرمی تپش۔ شرر۔ چھوٹی چھوٹی چنگاریاں جو آگ سے اٹھ کر ہوا میں اڑا کرتی ہیں۔ ریگ۔ ریت بیابان کے لفظ کی تشریح کرو۔ بتاؤ کہ دراصل یہ لفظ کیا تھا۔ اگر تم اس کی تشریح نہ کر سکو تو اُستاد سے دریافت کرو۔ پائے نگاہ۔ کیا نگاہ یا نظر کے پاؤں ہوتے ہیں؟ اپنے اُستاد سے پوچھو کہ تا کہ اس سے کیا مطلب ہے۔ آبلے۔ چھالے۔

مندرجہ بالا تشریحات کو سمجھ کر ایک دفعہ پھر نظم کو پڑھو۔ کیا اس نظم میں کوئی ایسے الفاظ یا فقرات ہیں۔ جن کو پڑھنے سے تمہارے ذہن میں ایک تصویر سی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ کونسے خاص لفظ ہیں۔

کیا تم نے موسم گرما یا کسی اور موسم کے بارے میں اور بھی ایسی نظم پڑھی ہے۔ اگر پڑھی ہے تو اُسے دوبارہ پڑھو۔ اور اس سے اُس کا مقابلہ کرو۔

پہلے اور چھٹے شعر کے معنی اپنے لفظوں میں بیان کرو۔

کیا تم اس نظم کی مدد سے آندھی کے متعلق کم از کم چار مصرعوں یا دو شعروں کی نظم لکھ سکتے ہو؟ کوشش کرو۔

اجارہ قواعدِ اُردو[1]

نمونہ

جملہ اسمیہ کی ترکیب نحوی:۔

اِن جملوں کو غور سے پڑھو:۔

تم پہلوان ہو۔ میرا ہاتھ صاف ہے۔ تم اچھے لڑکے ہو۔ یہ بندر بڑا شریر ہے۔ میری کتاب گم ہو گئی۔

تم یہ پڑھ چکے ہو کہ جملہ کے دو بڑے اجزا مسند الیہ اور مسند ہوتے ہیں۔ اِن کی تعریف دہراؤ۔

جس جملہ میں مسند الیہ اور مسند دونو اسم ہوں۔ یعنی جو جملے اس قسم کے ہوں کہ اُن میں مسند الیہ جو ہمیشہ اسم

[1] اِس اجارہ میں اُس کتاب یا کتابوں کے متعلقہ صفحات کا حوالہ بھی درج ہوگا جو جماعت میں مستعمل ہوں۔

ہوتا ہے؛ اور مسند بھی اسم ہی ہو وہ جملہ اسمیہ کہلاتا ہے۔

اوپر کے جملے اسی قسم کے ہیں۔

اب اِن جملوں کو مسندالیہ اور مسند میں تقسیم کرو۔

جملہ اسمیہ میں مسندالیہ کو اسم کہتے ہیں۔ اور مسند کو خبر اور تیسرا کلمہ جو خبر کے ساتھ مل کر اسم کی حالت کو بیان کرتا ہے۔ اُسے فعلِ ناقص کہتے ہیں۔

جملہ اسمیہ کی ترکیب یوں کرتے ہیں:۔

۱۔ محمود مدرس ہے۔

۲۔ لاہور شہر ہے۔

۱۔	ہے	.. .. فعلِ ناقص	جُملہ اسمیہ
	محمود	.. .. اسم	
	مدرس	.. .. خبر	
۲۔	ہے	.. .. فعلِ ناقص	جُملہ اسمیہ
	لاہور	.. .. اسم	
	شہر	.. .. خبر	

ذیل کے فقروں کو غور سے پڑھو:۔

میں کمزور ہوں۔ وہ طاقتور ہے۔

لڑکے شریر ہیں۔ وہ میرے مہمان تھے۔

تم نیک ہو۔ لڑکیاں ہوشیار تھیں۔

ذیل کے سوالوں کو حل کرو۔

۱۔ اسم کی رعایت سے فعلِ ناقص میں کیا کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

۲۔ اسم اور خبر میں کیا مطابقت ہوتی ہے۔

۳۔ اوپر کے جملوں کی ترکیب نحوی کرو۔

THE PROJECT METHOD

مادری زبان کی تعلیم میں بھی دوسرے مضامین کی طرح دلچسپی اور جذبہ پیدا کرنے کے لئے منصوبی طریقہ تعلیم استعمال ہو سکتا ہے۔ مختصراً یہ طریقہ ایسا ہے جس میں بچے کے مقاصد کا استعمال کیا جاتا ہے۔ تاکہ جو کچھ وہ مدرسہ میں کرے وہ اُس کی ضروریات اور خواہشات کے ساتھ وابستہ ہو۔ اور اس کی زندگی اور تعلیم میں بعد المشرقین نہ ہو۔ یہ طریقہ اصلی معنوں میں مضامین پڑھانے کا طریقہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک فلسفہ تعلیم ہے یہ نصاب کے تعین کا طریقہ ہے۔ گو وہ تھوڑے عرصے کا نصاب ہو۔ اس کا نتیجہ مدرسہ کے کام میں ایک باطنی دلچسپی پیدا کرنا ہے۔ تمام کام یا اس کے بیشتر حصے کو ایک مرکزی دلچسپی کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو بچہ کی کسی محسوس ضرورت سے پیدا ہو۔ پس تعلیم زیادہ دلچسپ۔ آسان اور حقیقی بن جاتی ہے۔

جماعت کے لئے پہلا مرحلہ ایک منصوبہ منتخب کرنا ہے۔ تمام جماعت کے لئے ایک ہی منصوبہ ہو سکتا ہے۔ یا جماعت کو دو گروہوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ بے شک یہ زیادہ آسان ہے۔ کہ تمام جماعت ایک منصوبہ کرنے پر تیار ہو جائے۔ اور جماعت کے تمام افراد اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کا انتخاب فوراً ہی نہ کیا جا سکے گا۔ جو بات کرنی ہے۔ اُس پر بحث کرنے میں کئی ایک دن صرف کئے جا سکتے ہیں۔ یقیناً مختلف ضرورتیں ہوں گی جن کو جماعت کے مختلف افراد نے محسوس کیا ہے۔ اور جن کو وہ پورا کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی ضرورت کی بنا پر انہیں ایک چھوٹا سا کمرہ درکار ہو۔ شاید وہ مرغیاں پالنا چاہیں یا

اپنی ضرورت کی اشیاء خریدنے کے لئے اُنہیں ایک کواپریٹو دُکان کی حاجت ہو۔ اُستاد بھی جماعت کا ایک رُکن ہوتا ہے وہ بحث میں رہنمائی کرتا ہے۔ اور مدد دیتا ہے۔ کہ طلبا بحث کرکے کسی نتیجے تک رسائی حاصل کریں۔ جو سب کو مرغوب ہو۔ اور کوئی ایسی بات منتخب کریں۔ جس کی اگر سب کو نہیں تو کم سے کم اکثریت کو ضرورت محسوس ہو۔ اور ساتھ ہی ایسی ہو جسے تمام دلچسپیوں کا مرکز بنایا جا سکے ؎

اب جماعت کے سامنے ایک نصب العین ہے۔ اُنہیں ایک مخصوص کام پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے وہ اپنی ہی ایک تجویز کی تکمیل میں سرگرم عمل ہوں گے۔ اور اِس طرح مختلف مشاغل میں حصہ لیں گے اُنہیں مختلف باتیں سیکھنی پڑیں گی۔ جن کی اُنہیں اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے اشد ضرورت ہے۔ اگر وہ دکان کھولنا چاہیں۔ تو اُنہیں یہ جاننا لازم ہے کہ حساب کس طرح رکھا کرتے ہیں۔ اور اشیاء کے نرخ کیونکر مقرر کئے جاتے ہیں۔ اِس کے لئے ریاضی کے چند عمل سیکھنے لازم ہیں۔ اب اِنہیں اِن باتوں کے سیکھنے کا انتہائی شوق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دیکھ لیتے ہیں کہ جو کچھ وہ سیکھتے ہیں۔ اُس سے کوئی عملی مدعا پورا ہوتا ہے۔ اور اِس کے بغیر وہ اُس کام کو انجام دے نہیں سکتے جو اُنہیں مرغوب خاطر ہے پس مضمون میں شوق کو تیز کرنے کے لئے کوئی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ شوق اور دلچسپی پہلے ہی موجود ہے۔ اِسی طرح اور دیگر بہت سے مضامین میں رشتہ پیدا کیا جا سکتا ہے ؎

جو منصوبے جماعت منتخب کرے اُن میں بلحاظ وقت اور دلچسپی کی وسعت کے فرقِ مراتب ہو سکتا ہے۔ بعض منصوبے ایک جماعت کو تمام سال مشغول رکھیں گے۔ دیگر شاید ایک سہ ماہی۔ یا چند ہفتوں ہی میں ختم ہو جائیں۔ بعض میں نصاب کے تمام مضامین آ جائیں گے۔ اور بعض میں چند مضامین کے لئے ہی گنجائش نکلے گی۔ جس وقت جماعت منصوبہ چُن رہی ہو تو اُستاد قدرتی طور پر کسی ایسے منصوبے کے انتخاب کا مشورہ دے گا۔ جو وسعت کے لحاظ سے ایسا ہو گا۔ جو کم سے کم ایک سہ ماہی چل سکے۔ لیکن اِس کے باوجود اُسے طلبا کی اصلی ضروریات کے پیشِ نظر اِس ایک بات کو ترجیح نہ دینی چاہئے۔ یہ بہتر ہے کہ ایک چھوٹا منصوبہ چُن لیا جائے۔ جس میں زیادہ وقت صرف نہ ہو گا۔ اور جسے زیادہ مضامین کے ساتھ تعلق نہ دیا جا سکے گا۔ بہ نسبت اِس کے کہ کچھ دباؤ ڈال کر بچوں سے کوئی ایسا منصوبہ چُنوایا جائے۔ جس کی اُنہیں زیادہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ گو اُستاد کے نقطہ نگاہ سے وہ منصوبہ بہتر ہی کیوں نہ ہو۔ اِس طریقہ تعلیم کی کامیابی کا راز بچوں کی ضروریات اور اُن کے مقاصد سے کام لینا ہے۔ اگر ایک منتخب منصوبہ تمام مضامین کو اپنے حیطۂ اثر میں نہ لا سکے تو باقی

مضامین کو عام طریقے سے پڑھایا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی پروجیکٹ جلد ختم ہو جائے تو دوسرا شروع کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک مادری زبان کا تعلق ہے۔ ہر ایک منصوبہ میں اس کو موقعہ ملے گا۔ جب جماعت ایک منصوبہ چنتی ہے تو موضوع پر کافی بحث مباحثہ ہوتا ہے کئی ایک مشوروں پر غور کیا جاتا ہے۔ اُستاد ہر ایک بچہ کو ترغیب دلائے گا کہ اس بحث میں حصہ لے۔ اس طرح زبانی کام کا موقعہ مل جاتا ہے۔

ہر ایک منصوبہ میں ہر اُس طالب علم کے لئے جو اس میں حصہ لیتا ہے ایک کاپی رکھنا لازم ہے۔ اُس کاپی میں وہ ہر ایک بات جو منصوبہ کے سلسلہ میں انجام دی جاتی ہے۔ درج کرتا ہے جو کچھ کاپی میں درج کرنا ہو اُسے پہلے اُستاد صحیح کر دے۔ پھر منصوبہ کی کاپی میں نقل کر لیا جائے۔ اگر ضرورت پڑے تو دوسری کام کے بعد تقریری مشق بھی کرائی جا سکتی ہے۔ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ طالب علموں کو اُس کام کے متعلق لکھنے میں قدرتی دلچسپی ہوتی ہے۔ جو وہ کر رہے ہیں۔ اور جس سے انہیں خاص طور کی دلچسپی ہے۔ ان تحریروں کا علمی درجہ کیا ہوگا۔ یہ اُس جماعت پر منحصر ہے۔ جو منصوبہ کر رہی ہے۔ مگر اس میں تحریری اور لفظی کام دو دو تین منصوبے کے ساتھ وابستہ کئے جا سکتے ہیں۔

عموماً مدرسہ میں جب ایک منصوبہ شروع کیا جاتا ہے۔ تو کچھ دستی کام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ بعض کام کرنے ہوتے ہیں۔ جن کے لئے ہیڈ ماسٹر کی اجازت لینی پڑتی ہے۔ یہاں پھر تحریری کام کا موقعہ ملتا ہے۔ بعض چیزوں کو استعمال کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے ہیڈ ماسٹر کے نام خطوط لکھنے پڑتے ہیں۔ ہر ایک لڑکا اس قسم کے خطوط یا عریضے لکھ سکتا ہے۔ جو چند ایک ان میں اچھے ہوں انہیں ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے پیش کیا جائے۔ یا اُسے جماعت میں بلا کر تمام خطوط دکھائے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا منصوبہ تحریری کام کی خاص خاص قسموں کی مشق کے لئے ایک تحریک ہوتی ہے۔ بعض منصوبوں میں اس قسم کا تحریری کام دوسرے منصوبوں سے زیادہ ہوگا۔ ڈاک خانہ کے منصوبہ میں بہت سا کام مثلاً منی آرڈر فارموں کا پُر کرنا علیٰحدہ منصوبے کے ساتھ وابستہ کیا جاتا ہے۔

تمام منصوبوں میں یہ ضرورت پڑتی ہے۔ کہ طلبا مختلف اشیاء کے متعلق دریافت کریں۔ واقفیت کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے۔ پس جو مطالعہ اس مقصد کے لئے کیا جائے گا۔ اُس میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے ایک منصوبہ کی تکمیل کے لئے مطالعہ کرنا ایک سبق نہیں۔ بلکہ ایک حقیقی مقصد کے لئے ایک حقیقی کام بن جاتا

ہے۔ اُنہیں کتابیں اور مضمون پڑھنے پڑیں گے۔ کیونکہ اُنہیں ایسی واقفیت کے حصول کا شوق ہے۔ جو اُنہیں اپنی مقصد برآری میں مدد دے گی۔ لہذا منصوبی طریقہ تعلیم بچوں میں پڑھنے کی عادت پیدا کرتا ہے۔ اور اُنہیں سکھاتا ہے۔ کہ جب ضرورت پڑے تو حصولِ واقفیت کے لئے کتابوں کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ بات بہت آسانی سے واضح ہوتی ہے کہ منصوبی طریقہ تعلیم کا مادری زبان کی تدریس پر کس قدر اہم اثر پڑتا ہے۔ بالعموم ایک منصوبہ کے دوران میں بچوں کو پڑھنے کی ترغیب دلانے کی نہیں بلکہ اُنہیں ایسی کتابیں۔ رسالے اور اخبار مہیا کرنے کی مشکل پیش آتی ہے۔ جنہیں وہ حصول واقفیت کے لئے پڑھنے کو مانگتے ہیں۔ ایک مقصد کے لئے پڑھنا ہر ایک منصوبے کا ایک جزوِ لاینفک ہوتا ہے:۔

لہذا منصوبی طریقہ تعلیم کسی خاص مضمون کو پڑھانے کا ہنر نہیں۔ بلکہ یہ وہ ہنر ہے جس کے ذریعے بچہ کا مشغول رہنے اور اپنے مقاصد کو پورے کرنے کا شوق تمام مضامین کے فائدہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر منصوبی طریقہ تعلیم استعمال کیا جائے تو مادری زبان دوسرے مضامین کے پہلو بہ پہلو اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اور اس کو خاص یہ فائدہ ہے۔ کہ ہر ایک پروجیکٹ یا منصوبہ میں اس کی ضرورت پڑے گی۔ بیشک اس سے زندگی میں مادری زبان کے درجہ کی وضاحت ہوتی ہے۔ اور اُس درجہ کی اہمیت ظاہر کرتی ہے جو مادری زبان کو مدرسہ میں حاصل ہونا چاہئے:۔

منصوبی نصاب کی مثال

منصوبہ:۔ مدرسہ کے ڈاکخانہ کا انتظام:۔

مطالعہ:۔

کتابوں اور رسالوں سے ہر وہ بات اخذ کرنا جو ڈاکخانہ اور اُس کے کام سے متعلق ہے۔ دوسرے ممالک کے ساتھ رسل و رسائل۔ منی آرڈر فارم اور ڈاکخانہ کے دیگر کاغذات کا مطالعہ۔ اُن خطوط اور کارڈوں کو پڑھنا جو مدرسہ کے ڈاک خانے کے ذریعے موصول ہوئے ہیں۔ ڈاکخانہ کے کام کی تاریخ پڑھنا۔

تحریری کام:۔

منصوبے کی کاپی کو پُر کرنا۔ منی آرڈر فارم پُر کرنا۔ سامان وغیرہ کے لئے ہیڈ ماسٹر کے نام عریضے لکھنا۔ مدرسہ میں دوستوں کے نام خطوط لکھنا جو مدرسہ کے ڈاکخانہ کے ذریعے تقسیم ہوں گے۔ کرسمس اور عید کارڈ تیار کرنا۔ جو

مدرسہ کے ڈاکخانہ کے ذریعے تقسیم ہوں گے۔

تقریری کام :-

چٹھی رساں اور اُس کے کام کا بیان۔ دیہاتی یا قصباتی ڈاکخانہ اور جو کچھ وہاں بالعموم دیکھنے میں آتا ہے اُس کے متعلق مختصر تقریریں۔ اصلاح کے لئے مشورہ۔ ڈاکخانہ کے متعلق گفتگو چٹھی رساں یا پوسٹ ماسٹر کی طرف سے ایک تقریر اور طلباء کی طرف سے اُس پر سوال۔

دستی کام :-

مدرسہ کے ڈاکخانہ کے لئے لیٹر بکس بنانا۔ ٹیلیفون بنانا۔ جو ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جائے ایسے لفافے بنانا جو مدرسہ کے ڈاکخانہ کے ذریعے ارسال ہوں گے۔ تہواروں کے لئے کارڈ بنانا ٹکٹ اکٹھے کرنا اور انہیں کاپیوں میں چسپاں کرنا۔

ڈرائنگ :-

تہواری کارڈوں پر تصاویر بنانا۔ چٹھی رساں اور ڈاکخانہ کی تصویر۔

حساب :-

ایسا حساب جس کی نقدی آمدنوں کی ترسیل میں ضرورت ہے۔ فیس کی مقدار نکالنا۔ ٹکٹ خریدنا۔ وہ رقوم جو ڈاکخانہ کے ذمے واجب الادا ہیں۔ لفافے تیار کرنے کی لاگت نکالنا۔ اُن پیمانوں کا حساب لگانا۔ جو لفافوں کی ساخت کے لئے درکار ہیں۔ چٹھی رسانوں کی تنخواہ کا حساب دوسرے ممالک کے لئے ڈاک کا محصول مختلف اشیاء پر محصول ڈاک۔

جغرافیہ :-

مختلف ممالک میں پہنچنے کے لئے خطوط کے سفر مختلف ممالک اور مقامات کو مختلف راستوں سے۔ خط کس طرح جاتے ہیں۔

تاریخ :-

ڈاکخانہ کی تاریخ (ابتدائی)۔

اخلاقیات :-

خطوط کے جواب سرعت سے دینے میں مدد ہوں کا خیال خطوط اور پارسلوں پر پورے ٹکٹ لگانا۔
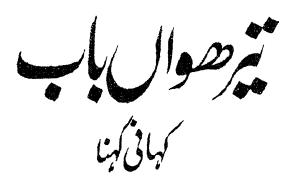
کہانی کہنے میں اولیں بات موزوں کہانی کا انتخاب ہے۔ کہانی کی موزونیت کا انحصار سامعین پر ہے۔ اُن کی عمر اور اُن کی نشوونما کا درجہ۔ اُن کا علم اور زندگی کے متعلق اُن کا رویہ وغیرہ وغیرہ۔ پس کہانی کے انتخاب میں اُستاد اُن بچوں کو مدنظر رکھے۔ جن کے روبرو اُسے کہانی کہنی ہے۔

جب اُستاد بچوں کے لئے کوئی کہانی منتخب کر رہا ہو۔ تو اُسے یاد رکھنا چاہیے۔ کہ بچوں کی تمام دلچسپی موجودہ زندگی میں مرکوز ہے۔ اُن باتوں میں جو اُن کے اردگرد وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ اُن اشیاء میں جن سے روزمرہ اُنہیں واسطہ پڑتا ہے پس کہانیاں جو اُنہیں پسند ہیں۔ ایسی کہانیاں ہیں۔ جو اُس کی روزمرہ زندگی سے وابستہ ہیں۔ یا اُن اشیا سے متعلق ہیں۔ جو وُہ ہر روز دیکھتا اور استعمال کرتا ہے۔ بہت ہی چھوٹے بچے جن کی دلچسپی کا مرکز اُن کی اپنی ہی ذات ہوتی ہے۔ اور جن کی کائنات اُن کی اپنی شخصیت ہوتی ہے۔ اُنہیں اپنے ہی متعلق یا اُن باتوں کے متعلق کہانیاں پسند ہوتی ہیں۔ جو اُنہوں نے کی ہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر کہانی خیالی ہو۔ اگر بچہ کہانی کا مرکز ہو۔ تو وُہ بہت خوش ہوگا۔ اِس کے تھوڑے عرصہ بعد جب وُہ مدرسہ آنے لگتا ہے۔ تو اُسے اُن بچوں کی کہانیاں پسند آتی ہیں۔ جو ایسے کام کرتے ہیں جیسے وُہ خود کرتا ہے۔ یا اُن جانوروں کے متعلق جو وُہ اپنی روزمرہ زندگی میں دیکھتا ہے۔ جن کے متعلق اُس نے سُنا ہے۔ یا جن کی اُس نے تصاویر دیکھی ہیں۔ پس ایسے بچوں کے لئے انتخاب کرتے وقت جو اُصول اُستاد کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ وُہ یہ ہے۔ کہ کہانی اُن بچوں کے روزمرہ تجربات کے ساتھ وابستہ ہو۔ جن کے لئے وُہ منتخب کی جا رہی ہے اگر

وُہ اِس بات کو مدِنظر رکھے گا۔ تو اُس سے شاذ و نادر ہی غلطی سرزد ہو گی۔

دوسری بات جو اُسے یاد رکھنی چاہیئے وُہ یہ ہے۔ کہ بچے صاف اور واضح کہانیوں کو پسند کرتے ہیں جن میں سادگی اور راستی ہو۔ اور جن میں کوئی مل ہو۔ گو یہ عام بات ہے۔ مگر اسے ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے۔

مدرسہ میں ایک یا دو سال گزارنے کے بعد بچہ پریوں اور عجیب کہانیوں کو پسند کرنے لگے گا۔ پریوں اور اسی قسم کی دوسری کہانیوں کے متعلق ایک تنبیہہ لازم ہے۔ اُستاد بچوں کو کبھی ایسی کہانیاں نہ سنائے۔ جو اُن کے دل میں خوف پیدا کریں۔ پریوں کی کئی ایک کہانیاں اس قسم کی ہیں۔ اُن سے بڑی احتیاط کے ساتھ کنارہ کشی لازم ہے۔ دنیا میں اور بہت سی باتیں ہیں۔ جو بچے کی زندگی میں خوف کو داخل کرتی ہیں۔ ان میں ہمارے اضافہ کی ضرورت نہیں۔ بہت سی حیرت زا کہانیاں ہیں۔ جو استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اور اُن کہانیوں کے بغیر گزارہ ممکن ہے۔ جو بچہ کی زندگی میں خوف کو داخل کرتی ہیں۔ یہ بات اُن کہانیوں پر بھی صادق آتی ہے جن کا اختتام دردناک ہوتا ہے۔ اور جن میں المیہ عنصر ہوتا ہے۔ ہم اس بات کو محسوس نہیں کرتے۔ کہ جو کہانیاں بچہ سُنتا ہے۔ وُہ اس پر کتنا اثر ڈالتی ہیں۔ اور بچہ کس طرح اُس طریقے کو اپنی زندگی میں لے لیتا ہے۔ جس طریقے سے وُہ کہانی بتائی جاتی ہے۔ جب کوئی مارا جاتا ہے۔ یا مصیبت کی وجہ سے رنج اُٹھاتا ہے۔ تو بچہ بھی رنج میں مُبتلا ہو جاتا ہے۔ مگر دنیا میں رنج و الم کافی ہے۔ بہت سے لوگوں کی زندگیوں پر اس کا غلبہ ہے۔ اور اسے بلاضرورت بڑھانا کہاں کی دانائی ہے۔ بعض بچے دوسروں کی نسبت زیادہ درد آشنا ہوتے ہیں۔ وُہ حساس ہوتے ہیں۔ پس اُستاد کو کہانی اپنے بچوں کے مطابق منتخب کرنی چاہیئے۔

ادنیٰ جماعتوں میں جو کہانی بچوں کو سُنائی جائے۔ اُس میں کافی گفتگو ہونی چاہیئے۔ اور اُس میں جملوں اور واقعات کا کافی تکرار ہونا چاہیئے۔ چھوٹے بچے کو اُس کہانی میں بڑا لطف آتا ہے۔ جس میں ایک ہی جملہ یا ایک فقرہ یا ایک ہی حالت بار بار مذکور ہو۔ بالخصوص جماعت اوّل میں اُستاد کو ایسی کہانی چُننی چاہیئے۔ جس میں یہ بات واقع ہوتی ہو۔ بالعموم وُہ اپنی ہی کہانی میں یہ بات پیدا کر سکتا ہے۔ کہ ایک جُملہ گفتگو میں بار بار آئے۔

پس چھوٹے بچوں کے لئے کہانی اُن باتوں سے تعلق رکھے جو وُہ جانتے ہیں۔ اُس میں کئی ایک کارنامے ہوں۔ بہت سا مکالمہ ہو۔ تکرار ہو اور ایسے لفظوں میں بیان کی جائے۔ جو بالکل سادہ ہوں۔ اور جن سے بچے کلی طور پر واقف ہوں۔

کہانی بناتے وقت اُستاد کے ذہن میں ایک مقصد ہو گا۔ شاید یہ مقصد بچوں کو محض خوش کرنا۔ یا

اُن کی تفریح طبع ہو۔ چھوٹے بچوں کے ساتھ بالخصوص یہ مقصد ہی عام ہوگا۔ یہ بھی ایک اہم مقصد ہے۔ بچوں کو خوش کرنا بھی ایک اہم مقصد ہے۔ اور غالباً ہم اُس پر کافی توجہ صرف نہیں کرتے۔ ہمارے مدارس کو خوشی کے مقام بننا چاہئے۔ مگر اکثر اُن میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ خوشی کو بڑھانے اور فضا کے تکرار کو دور کرنے کا طریقہ کہانیاں کہنا ہے۔ کہانی بچوں اور اُستاد کے درمیان ایک رشتہ قائم کرتی ہے۔ جس سے اُستاد کو اپنی جماعت میں صحیح فضا قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اور اُس کے طلبا کی زندگی میں مسرت اور تفنن پیدا ہوجاتا ہے۔ کہانیاں کہنے کا یہی ایک بڑا مقصد ہوگا ؛

تاہم اِس کے علاوہ اور مقاصد بھی ہوسکتے ہیں۔ بالخصوص جبکہ بچہ کچھ بڑا ہوجاتا ہے۔ مدت العمر کہانی سننے اور پڑھنے میں اُس کے لئے ایک دلبستگی ہوگی۔ جو لوگ کہانی کہیں اُن کے ذہن میں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر وہ بچوں کو خوش کرنا کبھی نہ بھولیں۔ کہانیاں کہنے کے اور بھی تعلیمی مقاصد ہیں۔ جو اُستاد مدِ نظر رکھے گا۔ اور جن سے اُس کے انتخاب پر بھی اثر پڑے گا۔ اور اُس کے کہانی بیان کرنے کے طریقے پر بھی ؛

۱۔ اُستاد کا مدعا یہ ہوگا۔ کہ وہ بچے کو صفائی کے ساتھ سوچنا اور معقول طور پر قیاس کرنا سکھائے۔ کہانی سے بڑھ کر اِس کے لئے اور کوئی حربہ نہیں۔ کہانی سننے اور کہانی کہنے سے بڑھ کر معقول طور پر سوچنا سیکھنے کا کوئی طریقہ نہیں ؛

۲۔ اُستاد بچہ کی قوتِ تخیل کو بڑھانا چاہتا ہے۔ اور اُس کے احساسات اور جذبات کی تربیت کرنا چاہتا ہے غالباً کہانی ہی اس کا بہترین ذریعہ ہے۔ بچے کا تخیل پہلے کہانیاں سُننے اور پھر رفتہ رفتہ خود کہانیاں لکھنے سے بہت ہی اچھی ترقی کرے گا۔ زندگی کے حُسن کی قدرشناسی اور اخلاق کی نشوونما کا کہانی سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ نہیں۔ وہ اعلےٰ تصورات جو ہم اپنے بچوں کی زندگی میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کہانی سے بڑھ کر اور کسی طریقہ سے نہیں سکھائے جاسکتے۔ جب تک ہم یاد رکھیں گے کہ کہانی سنانا اس عمل کی محض ابتدا ہے۔ اور اگر اس کے بعد جذبات اعمال کی صورت میں ظہور پذیر نہ ہوں۔ تو جہاں تک جذبات اور تربیتِ اخلاق کا تعلق ہے۔ ہم نے تضیع اوقات کی ہے ؛

۳۔ ایک اور مقصد جو کہانی سناتے وقت اُستاد کے مدنظر ہوسکتا ہے۔ وہ تربیت مذاق ہے۔ بچے کا ادبی ذوق۔ اور اچھی زبان کی قدرشناسی۔ کہانیوں کی مدد سے بہت اچھی طرح نشوونما پا سکتے ہیں۔ اور جتنا جلد اس تربیت کی ابتدا کی جائے۔ اتنا ہی بہتر ہے۔ پس اُستاد کہانی سُناتے وقت اُن الفاظ اور فقرات کی طرف بھی توجہ دیگا

جو وُہ استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ جماعت اوّل میں بھی وُہ ادبی مذاق کی نشوونما کی بنیاد ڈال رہا ہے ؂

کہانی کس طرح کہنی چاہیئے :۔

عام اصول یہ ہے۔ کہانی کو پڑھنے کی بجائے کہانی کہنا بہتر ہے۔ بالخصوص ایک جماعت کے روبرو اُس بچے کے لئے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ جو آپ کی گود میں بیٹھا ہے۔ اور جسے اُس تصویر میں دلچسپی ہے جو اُس کتاب میں ہے۔ جس میں سے آپ کہانی پڑھ رہے ہیں۔ لیکن اگر اُستاد کے روبرو ایک جماعت ہو تو لازم ہے کہ وُہ پڑھنے کی بجائے کہانی کہے۔ ورنہ اِس کا اثر کما حقہٗ نہ ہوگا۔ اگر اُستاد کہانی کہے۔ تو یہ کہانی اُستاد کی اپنی ہوگی۔ اُس کی شخصیت کہانی میں داخل ہو جائے گی۔ سامعین کے ساتھ گہرا اور قریبی تعلق ہو جاتا ہے جماعت کی توجہ کو قائم رکھنا آسان ہوتا ہے۔ تمام عمل زیادہ حقیقی اور پُرجوش ہوتا ہے۔ اگر اُستاد کہانی کہتے وقت اپنی آنکھیں جماعت پر رکھے۔ تو کیا اُستاد کو کہانی حفظ کر لینی چاہیئے۔ اصولاً یہ بھی دانائی کی بات نہیں۔ ایک شخص تاوقتیکہ وُہ واقعی غیر معمولی استعداد کا مالک نہ ہو۔ کبھی حفظ کی ہوئی کہانی کو اتنی اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ جتنا اچھا وُہ اُس کہانی کو بیان کر سکتا ہے۔ جس میں وُہ الفاظ کو جیسے وُہ آئیں بولتا چلا جائے۔ یہ بات نہایت لازم ہے۔ کہ اُستاد کو کہانی یاد ہو۔ ٹھہر کر کتاب پر دیکھنا از حد مضر ہے۔ لیکن یہ بات حفظ کرنے سے کہیں مختلف ہے قدرتی طور پر افراد میں بڑا فرق ہے۔ پس اگر اُستاد محسوس کرے کہ وُہ کہانی حفظ کر کے ہی بہتر بیان کر سکتا ہے تو اُسے ایسا ہی کرنا لازم ہے۔ بالعموم یہ بات دیکھنے میں آئے گی (تاوقتیکہ اُستاد تربیت یافتہ اداکار نہ ہو) کہ اُس کہانی میں زیادہ لطف اور آمد ہوگی۔ جس میں اُستاد نے اُن الفاظ کو حفظ نہیں کیا۔ جن میں وُہ کہانی بیان کریگا۔ تاہم بعض جملے ایسے ہوتے ہیں جنہیں زبانی یاد کرنا مستحسن ہے۔ اگر کوئی ایسا جملہ ہے۔ جس کا تکرار ہے جیسا اُن اچھی کہانیوں میں ہوتا ہے۔ جو ننھے بچوں کے لئے ہوتی ہیں۔ تو اُس جملے کو ضرور زبانی یاد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اِس طرح بچوں کو اِس میں کوئی تغیر و تبدل محسوس نہ ہوگا۔ اگر اُستاد کوئی تبدیلی کرے گا۔ تو بچے اُس کی تصحیح کر دیں گے۔ بعض اوقات یہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ کہ پہلا ایک یا دو جملے اور پچھلے جملے زبانی یاد کر لئے جائیں ؂

یہ بات تو محتاج بیان نہیں کہ کہانی سُنانے کے لئے دوسری ہر بات کی طرح تیاری لازم ہے۔ بالخصوص نوجوان اُستادوں کے لئے۔ بعض لوگ یہ رائے دیتے ہیں۔ کہ نئے اُستادوں کو کہانی تیار کرتے وقت کہانی کو لکھ لینا چاہیئے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے۔ جس میں افراد کے درمیان بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر بہت

سے لوگوں کے تجربہ میں یہ بات آئی ہے۔ کہ کہانی کو لکھ لینے سے کوئی حقیقی مدد نہیں ملتی۔ بالعموم تیاری کا یہ طریقہ بہتر ہے کہ کہانی کو زبانی طور پر دہرا لیا جائے۔ اونچی آواز میں کہہ لیا جائے۔ جیسا کہ وہ جماعت کو سنائی جا رہی ہے۔ اِس کی مشق دو تین دفعہ کی جا سکتی ہے۔ اور غالباً تیاری کا یہی طریقہ بہترین ہے۔ جوں جوں اُستاد کو زیادہ مشق حاصل ہوتی جاتی ہے۔ اور تجربہ حاصل ہوتا جاتا ہے۔ تو ایسا کرنے کی ضرورت کم سے کم ہوتی جاتی ہے۔ لیکن اُن اُستادوں کے لئے جنہوں نے اپنے کام کی ابھی ابتدا ہی کی ہے۔ اِس طریقہ کی زبردست سفارش کی جاتی ہے؀

جو کہانی اُستاد کہہ رہا ہو۔ اُس میں اُسے پوری دلچسپی ہونی چاہئے۔ اگر اُسے اِس میں دلچسپی نہیں۔ تو اُسے کیونکر توقع ہو سکتی ہے۔ کہ سامعین کو اِس میں دلچسپی ہو گی۔ اُس کا دل اور اُس کی روح کہانی میں جذب ہو کر رہ جانی چاہئے۔ اُسے کہانی کے افراد کے احساسات میں شریک ہو جانا چاہئے۔ یہ اُس کے لئے ایک حقیقی بات ہونی چاہئے۔ محض ایک بیگار نہ ہو۔ بے شک یہ مقولہ تمام تعلیمی کام پر صادق آتا ہے۔ لیکن کہانی کہنے میں یہ بات نہایت ضروری ہے۔ اور بہت سے اُستادوں کے لئے اِس میں کامیابی حاصل کرنا مشکل نہیں؀

یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں۔ کہ اُستاد کو اپنی کہانی خوب معلوم ہونی چاہئے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ اُستاد کو کہانی کے واقعات اور حادثات کی صرف ترتیب معلوم ہو۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُستاد کو کہانی کے ماحول اور پس منظر کا پتہ ہو۔ اُس ملک کا حال معلوم ہو۔ جہاں کہانی وقوع پذیر ہوئی۔ ممکن ہو تو اُس ملک کے رسم و رواج معلوم ہوں۔ کہانی کے کرداروں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ اُن کی قدر شناسی ممکن ہو۔ اُستاد کو کہانی کے کردار کا اِس قدر علم ہو۔ کہ وہ کہانی سناتے وقت اُن کو زندہ کر کے دکھا دے۔ اُسے اُن حالات کی سمجھ ہونی چاہئے جس میں اُسکی کہانی کے افراد رہتے اور کام کرتے ہیں۔ اُسے اُن کے سماجی اور قدرتی ماحول کو سمجھنا چاہئے۔ یہ سب کچھ کہانی کی واقفیت میں داخل ہے۔ بالفاظ دیگر اگر وہ کہانی کے ساتھ انصاف کیا چاہتا ہے تو اُسے اپنے موضوع میں جذب ہونا چاہئے؀

کہانی اُن لفظوں میں بیان کرنی چاہئے۔ جو کہانی کے لئے موزوں ہیں۔ اُسے دلچسپ الفاظ میں بیان کیا جائے۔ جن کی سامعین قدر کریں۔ اُستاد کہانی کو اپنی قدرتی آواز میں بیان کرے۔ اور اپنی تقریر کی رفتار میں کہانی کی رفتار کے مطابق تغیر و تبدل کرتا رہے۔ اُسے وقفہ سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ کیونکہ یہ دلچسپی کو پراگندگی سے بچانے کے لئے نہایت ہی موثر ہوتا ہے؀

کہانی کہنے میں ایک نہایت اہم عنصر وہ رویہ ہے۔ جو اُستاد کہانی بیان کرنے اور اپنے سامعین یعنی بچوں کے لئے اختیار کرتا ہے؀

"کہانی کہنے والے کے رویہ سے مراد وہ طریق عمل ہے جو معلم اس کام کے لئے اختیار کرتا ہے۔ جسے وہ انجام دینے کی کوشش میں ہے۔ کیا اس کے دل میں اس کا احترام ہے۔ کیا وہ یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ کہانی کہنے کے ذریعے وہ ایسے نتائج حاصل کر سکتی ہے۔ جو مشکل ہیں۔ اور کہانی کے بغیر ناقابل حصول ہیں۔ جب تک اس کے دل میں کہانی کہنے کا احترام نہ ہو۔ اور وہ اس کی عظمت کی قائل نہ ہو۔ تو اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بہترین نتائج پیدا کر سکے گی۔ جو صناع یا فن کار اپنی تصویر، بت یا موسیقی (نغمہ) سے مخلوقات کے دل ہلا دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا ایمان یہ ہوتا ہے کہ موسیقی، مصوری اور سنگتراشی فنون لطیفہ ہیں۔ اور جو وارفتگی کے ساتھ اس میں یا سوز پیدا کرتا ہے۔ اور بڑی سے بڑی قربانی سے نہیں جھجکتا۔ وہی اس کا استاد ہو سکتا ہے۔

کہانی کہنے والے کو فنکار کی طرح یہ یقین کرنا چاہئے کہ لفظوں میں بیان شدہ کہانی وہ ذریعہ ہے جس سے وہ بچہ کے دل کی بہترین حیات کو حرکت میں لا سکتی ہے۔ اس کے عمل کا طاقتور ترین جوش، اخلاص اور عقیدت ہونا چاہئے۔ نہیں تو اس کی کوئی قابلیت نہ ہوگی خواہ اسے زبان پر کتنی ہی مہارت ہو۔ اور ترکیب کے اصولوں میں ید طولیٰ حاصل ہو۔ اس کی زبان کتنی ہی عمدہ کیوں نہ ہو۔ مگر ان تینوں صفات یعنی اخلاص، جوش اور قابلیت کے بغیر وہ ٹھنڈا اور بے جان اور بے نتیجہ ثابت ہوگی"[۵۱]

جب استاد ایک کہانی کہہ رہا ہو تو اس کے ذہن میں متعدد تصاویر ہونی چاہئیں۔ جن کو وہ بیان کرے گا یعنی وہ اپنی یادداشت اور تخیل کو حرکت دے گا۔ اگر وہ ایسا کر سکے اور اپنے ذہن میں تصاویر کے سلسلے کو واضح طور پر دیکھ سکے تو اس کی کہانی زندہ رہے گی۔ اس کا طرز بیان اس صورت میں زیادہ آزادانہ ہوگا۔ کیونکہ وہ الفاظ اور الفاظ کو یاد رکھنے پر زیادہ توجہ نہ دے رہا ہوگا۔ اسے خاص خاص لفظوں کو یاد رکھنے کے لئے زیادہ کاوش نہ کرنی پڑے گی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ذہنی تصویر موجود ہے۔ اور وہ اسے بیان کرنے میں مصروف ہے۔ کہانی کہانی میں طرح عینی تصاویر میں قائم کرنا کہانی کہنے کی تربیت کے حصول میں نہایت اہم عنصر ہے۔

اکثر کہانیوں میں مطابقت پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات وہ بہت مختصر ہوتی ہیں۔ اور بعض اوقات بہت طویل۔ بعض اوقات استاد کو کوئی ایسی کہانی ہاتھ لگتی ہے جس کے نام اور دیگر تفصیلات اس کی جماعت کے لئے موزوں نہ ہوں گے۔ اس صورت میں اسے کہانی کے ماحول کو تبدیل کرنا پڑے گا۔ انگریزی کہانی

---

[۵۱] K. D. Cather, *Religious Education through Story-Telling*, The Abingdon Press, p. 206.

کیساتھ جسے اُستاد اُردو میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات کرنی پڑے گی۔ حتےٰ کہ ہندوستان کے کسی دوسرے حصے کی کہانی پہ بھی یہی عمل درآمد ہوگا۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک کہانی میں مقام اور سامعین کے لحاظ سے تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ اُستاد کو ایک خیال مل گیا ہے۔ خواہ کہانی انگلستان کی ہو یا کہیں اور کی اور وہ اس خیال کو اپنی کہانی میں استعمال کرتا ہے جو اُس نے موزوں ماحول میں تیار کی ہے۔ مگر اس قسم کی مطابقت پہلے ہی کر لی جائے۔ اور اسے اس بھروسہ پر نہ چھوڑا جائے۔ کہ وقت ہی پر سب کچھ سوجھ جائے گا۔ بسا اوقات کہانی کی زبان میں ردوبدل کرنی پڑتی ہے۔ بے شک یہ بات مشکل نہیں۔ اگر اُستاد کہانی کو حفظ کرنے کا عادی نہ ہو۔ تو وہ کہتے وقت زبان کو ٹھیک ٹھاک کر سکتا ہے۔ ایک تجربہ کار اُستاد کو اس امر میں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔ مگر ایک مبتدی اُستاد کو لازم ہے۔ کہ وہ پہلے ہی اُن الفاظ پر غور کر لیا کرے۔ جو وہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔ بالخصوص اُس کہانی کے الفاظ پر جو جماعت اوّل کے لئے تیار کی جا رہی ہو؛

کہانی کہتے وقت مقرر بننے کی کوئی کوشش نہ کی جائے۔ کہانی کو اس سادگی کے ساتھ بیان کیا جائے جس طرح کہ اُستاد اپنے گھر میں اپنے ہی بچوں کو کہانی سُناتا ہے۔ حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں یہاں تو سادہ الفاظ درکار ہیں۔ طرز ادا واضح ہو۔ رفتار میں سرعت نہ ہو۔ البتہ جہاں کہانی کا اقتضا ہو۔ تغیر پیدا کیا جائے۔ اُن لفظوں پہ زور دیا جائے۔ جو وقوعہ میں اہمیت رکھتے ہیں۔ مگر ان باتوں سے بڑھ کر یہ ہے۔ کہ طرز ادا سادہ اور قدرتی ہو۔ اشارے اور کنائے سے اُس وقت کام لیا جائے۔ جبکہ وہ نہایت ہی قدرتی ہو۔ جس طرح ہم ایک دوست کے ساتھ گفتگو میں اُس سے کام لیتے ہیں۔ اس معاملہ میں اختلاف ہے۔ ایک کنایہ ایک آدمی میں بالکل تصنع نظر آتا ہے۔ اور دوسرے میں بالکل قدرتی دکھائی دیتا ہے۔ واحد اصول نیچرل ہونا ہے ؛

ایک اور نکتہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ اور وہ یہ کہ اُستاد اس بات کی بھی تکلیف کرے کہ وقتاً فوقتاً کوئی مزاحیہ کہانی بھی سُنائے۔ گو یہ کہانی ایسی نہ ہو جو اُستاد کے لئے مزاحیہ ہو۔ بلکہ یہ کہانی ایسی ہوگی جس میں بچوں کے سامنے ایسے حالات آئیں جنہیں وہ مضحکہ خیز سمجھیں۔ اِن کو ایسی کہانیوں سے کماحقہ لطف اندوز ہونے کا موقعہ دیا جائے۔ مدرسہ ایک مقام مسرت ہونا چاہیئے۔ اس سے مدرسہ کی زندگی میں بڑی مدد ملے گی۔ اگر ہم اُن موقعوں سے فائدہ اٹھائیں۔ جو ہمیں کہانیوں سے ملتے ہیں۔ تاکہ ہم کچھ مزاح پیدا کر سکیں۔ شاید اسے اُستاد کا فرض نہیں سمجھا جاتا۔ مگر حس مزاح یا ظرافت کا پیدا کرنا ایک مکمل زندگی کے لئے ناگزیر ہے۔ اور جتنا جلد ہم اپنے بچوں کی زندگی میں اسے پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اتنا ہی اچھا ہے۔ ہمارے بچوں میں سے اکثر اپنی زندگی میں بہت ہی کم قہقہے مارتے

ہیں ۔

کہانی کا مطلب بچوں کے لئے ایک حرکت یا شغل ہونا چاہئے ۔ قدرتی اور یہ بہت سے بچے کہانی سے پڑکنے ہو جائیں گے ۔ بشرطیکہ کہانی کا انتخاب عمدہ ہو ۔ وہ کہانی کو کھیل کر دکھانا چاہیں گے ۔ اور ان اشیاء کی تیاری کے درپے ہوں گے جو کھیل کے لئے درکار ہوں گی ۔ وہ کہانی کے متعلق گفتگو کریں گے ۔ اور ان جملوں کو زبان پر لائیں گے ۔ جو کہانی میں دہرائے گئے تھے ۔ اگر یہ کہانی کسی ایسی کتاب میں ہو ۔ جو اُن کی دسترس میں ہے ۔ تو وہ اسے اونچی آواز سے پڑھنا چاہیں گے ۔ وہ خود کہانی کو بیان کرنا چاہیں گے ۔ استاد کو ہمیشہ ایسی حرکات اور دلچسپیوں کا موقع دینا چاہئے کہانی کے متعلق گفتگو ۔ اسے از سرِ نو بیان کرنا ۔ ممکن ہو تو اسے پڑھنا ۔ دستی کام جس کا کہانی میں ایما پایا جاتا ہے ۔ اسے تمثیل کے طور پر ادا کرنا ۔ وہ تصاویر کھینچنا جو کہانی سے سوجھتی ہیں ۔ تمام بچے ان تمام باتوں کو جن کا اشارہ ہوا ہے کرنا نہ چاہیں گے ۔ مگر تمام اُن میں سے کوئی نہ کوئی ضرور کرنا چاہیں گے ۔

کہانی کو از سرِ نو بیان کرنے میں بڑے بچوں کے لئے یہ بہتر ہے ۔ کہ وہ کہانی اس طرح کہیں جیسے اگر وہ کہانی کے افراد میں سے ایک تھے ۔ وہ کہانی کے واقعات کو اس کردار کی آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کریں گے ۔ اور کہانی کو صیغہ متکلم میں بیان کریں گے ۔ یہ طرزِ عمل بالخصوص اس کہانی میں مفید ہے جس سے طالب علم اور استاد بخوبی واقف ہوں ۔ یہ ایک نئی رسائی ہے ۔ اور اس سے کہانی میں تازگی آجاتی ہے ۔ بچوں کی قوت متخیلہ کی تربیت میں بھی یہ بات مفید ہے ۔ وہ کہانی کے افراد کے چال چلن میں جذب ہونے کی کوشش کرتے ہیں ۔

چودھواں باب

بالغوں کو پڑھنا سکھانا

بالغوں کو پڑھنا سکھانا بچوں کو پڑھنا سکھانے سے بالکل مختلف ہے۔ درسی کتب میں بالکل مختلف نفس مضمون درکار ہے۔ مختلف طریقہ کی ضرورت ہے۔ اور نفسیاتی رسائی بھی مختلف ہونی چاہئیے۔ بالغوں کو پڑھانے کے لئے جو کتب ہوں گو اُن کی زبان بالکل سادہ ہونی چاہئیے۔ مگر نفس مضمون اس قسم کا ہو جو بالغوں کے لئے جاذب توجہ ہو۔ ایک سب سے بڑی مشکل جو اس سلسلہ میں پیش آتی ہے۔ وُہ یہ ہے کہ ناخواندہ لوگوں میں دلچسپی کا فقدان ہے۔ اگر ممکن ہو تو ہمیں اس قسم کا مسالہ منتخب کرنا چاہئیے۔ جو بالغوں کے لئے دلچسپ ہو۔ وُہ لوگ جن کو شوق ہے۔ اُن کے ساتھ تو کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ مگر ایسے لوگوں کی اکثریت نہیں۔ اور ہم کو اُن طریقوں پر غور کرنا ہے۔ جو اکثریت کے لئے مفید ہوں ÷

وُہ لوگ جو اس کام کا بیڑا اُٹھاتے ہیں۔ اُن کا عام تجربہ ہے۔ کہ ناخواندہ بالغ اور بالخصوص دیہاتی لوگوں کو پڑھنے میں کوئی فائدہ دکھائی نہیں دیتا۔ اُستاد کو اُن میں پڑھنے کا شوق پیدا کرنے کیلئے اپنی ساری عقل خرچ کرنی پڑتی ہے۔ کسی نہ کسی طرح اس اولیں مشکل کو حل کرنا پڑتا ہے۔ اور بالغوں کو پڑھنے کے قابل ہونے کی عملی قدر و منزلت سے آشنا کرنا پڑتا ہے۔ اکثر رضاکار بڑے جوش کے ساتھ بالغوں کو خواندہ بنانے کا کام کرنے پر کمر ہمت باندھتے ہیں۔ لیکن اُن کا تمام جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے اس بات کو محسوس نہیں کیا۔ کہ بالغوں کو پڑھنے کا اتنا شوق نہیں جتنا ان میں اُن کو پڑھانے کا جوش ہے +

ہندوستان کے مختلف حصص میں بالغوں کے جوش کو ابھارنے اور اُن کے شوق کو تیز کرنے کے لئے مختلف طریقے آزمائے گئے ہیں۔ مدراس پریذیڈنسی میں گورنمنٹ نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ اخبار اور دیگر اہم

واقعات اور دلچسپ باتیں گاؤں میں مکانوں کی دیواروں پر لکھا دئے گئیں۔ جو لوگ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ اُنہیں اپنی بیچارگی کا پتہ لگ جاتا تھا۔ اور اُنہیں یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا کہ پڑھنا جاننے والے کتنے فائدے میں ہیں۔ بڑے بڑے بعض مقامات پر مقابلوں کا انتظام کیا جاتا تھا۔ جس میں اس گاؤں کو شیلڈ دی جاتی تھی جہاں سب سے زیادہ لوگ خواندہ ہو گئے یا علاقہ کے اُس گاؤں کو شیلڈ دی جاتی تھی۔ جو سب سے پہلے بالکل خواندہ بن جاتا تھا۔ بعض جگہوں میں بعض افراد ایک گاؤں کو لیتے ہیں۔ اور آپ اُس کے لئے مربی بن جاتے ہیں۔ اُن کی ہر بات میں دلچسپی لیتے ہیں یہ لوگ گاؤں میں ایک لائبریری قائم کرتے ہیں۔ اور اپنے شخصی کام کو بھی اور وقت دے کر ان کے لوگوں میں خواندگی کا شوق پیدا کرتے ہیں۔ بعض گاؤں میں چھوٹے چھوٹے اشتہار دیواروں پر لگے ہوتے ہیں جو وقت بوقت ایسی خبریں جو اس گاؤں والوں کے لئے نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ باتیں چھپوائی جاتی ہیں۔ مثلاً صحت زراعت۔ قانون وغیرہ وغیرہ۔ ان کو گاؤں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ گاؤں والے فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ ان کو پڑھنا نہ آنے کی وجہ سے کتنا خسارہ رہتا ہے۔ بالخصوص اس وقت یہ بات ان پر فوراً روشن ہو جاتی ہے۔ اگر گاؤں میں چند لوگ پڑھے ہوئے ہوں۔

کبھی کبھی وہ لوگ جو گاؤں کے لوگوں میں پڑھنے کا شوق بڑھانے کے متمنی ہوتے ہیں کتابوں سے ایسے مضامین پڑھ کر سناتے ہیں۔ جن میں ان کو بہت دلچسپی ہوتی ہے۔ تاکہ اُن پر واضح ہو جائے کہ ان کو اخبارات اور کتب سے کیا کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ کارندہ جو یہ طریقہ عمل میں لاتا ہو کسی ایسے مقام تک پڑھ کر جائے جو نہایت دلچسپ اور ضروری ہو۔ اور سامعین کو بتا دے۔ اس کہانی یا واقعہ کا باقی حصہ فلاں یا فلاں کتاب میں مل سکتا ہے۔ اگر وہ پڑھنا سیکھ لیں۔ تو وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ خود اس کو پڑھ سکیں۔

اخباروں میں معمے اور پہیلیاں چھاپ دیتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کے جواب بھی ہوتے ہیں۔ کارندے اپنے سامعین کے روبرو۔ پہیلیاں اور معمے پڑھ دیتے ہیں۔ مگر جواب پڑھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ جواب لوگوں کو خود پڑھنے سیکھنے چاہئیں۔ اسی قسم کا کوئی طرز عمل جس سے لوگوں کو پڑھنے کے عملی فوائد کا سبق مل جائے۔ پڑھنے کا شوق پیدا کرنے کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

وہ بالغ جو پڑھنا سیکھنے کا شوق نہیں رکھتا۔ اس پر پڑھنے کے قابل ہونے کے عملی فوائد واضح کئے جا سکتے ہیں اُسے دکھایا جا سکتا ہے۔ کہ اگر وہ پڑھنے کے قابل ہوگا۔ تو وہ شخص خواہ ساہوکار ہو کسی کا محتاج نہ ہوگا۔ وہ خود رسیدوں اور دستاویزوں کا مطالعہ کر سکے گا۔ وہ اپنے لمحات فرصت کا اچھی طرح استعمال کر سکے گا۔ اور اُسے زندگی سے زیادہ حظ حاصل ہوگا۔ وہ اپنی آمدنی کو بڑھانے کے لئے زراعت کے جدید طریقے عمل میں لا سکے گا۔ وہ ایک باہوش شہری بن

جائے گا۔ اور اُسے اپنے ملک اور دنیا کے حالات کی زیادہ واقفیت ہوگی۔ وُہ اپنی رائے کو زیادہ خوش اسلوبی سے استعمال کر سکے گا۔ اور یہ بلا واسطہ اُس کی آمدنی میں اضافہ کرے گی۔ وُہ خود ہی خط لکھ پڑھ سکے گا۔ پڑھائی کی قابلیت کے باعث وُہ اپنی اور اپنے گاؤں کی زندگی کی اصلاح کر سکے گا۔ یہ باتیں دیہاتیوں کے سامنے لیکچر دینے سے نہیں بلکہ اُن کے سامنے ڈرامے کی شکل میں پیش کرنے سے اُن کے دماغ میں جگہ پائے گی۔ ڈرامہ کی صورت میں سلوہ منظر پڑھنے کی قدر و منزلت زیادہ کامیابی کے ساتھ بالغ کے ذہن پر نقش کی جا سکتی ہے۔

بالغ کو یہ یقین دلانا چاہیے۔ کہ اُسے دوبارہ مدرسہ میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا۔ یہاں وہاں بالغین کے مدارس کو کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن اُس کام میں زیادہ شاندار کامیابی کے حصول کی امید ہے۔ جو انفرادی طور پر کیا جاتا ہے یعنی اُستاد کا مقصد جماعت میں بالغوں کو پڑھانا نہ ہو۔ بلکہ وُہ ایک وقت ایک ہی بالغ پڑھانے کو ترجیح دے۔ بہت سے بالغوں کو واپس مدرسہ میں جانے کا خیال مرغوب نہیں۔ نہ اُنہیں جماعت میں بیٹھنے کا خیال پسندیدہ ہے لیکن اُن کو اِس صورت میں کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ جبکہ کوئی اُن کے گھر جا کر اُنہیں پڑھائے۔

کارکنوں کو یہ بات بھی واضح کرنے کی تکلیف گوارا کرنی چاہیئے۔ کہ دراصل معاملہ کیا ہے۔ انہیں کتابیں اور کاغذات دکھانے چاہئیں۔ ابتدائی کتابیں اور وُہ کتابیں جو بعد میں کام آئیں گی۔ جو اِس کام کے لئے بالتخصیص تیار کی گئی ہیں۔ اُنہیں اپنے ہونے والے طالبعلموں کو بتانا چاہیئے۔ کہ پڑھنا سیکھنا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ وُہ خیال کرتے ہیں۔ بالغین بچوں کی نسبت پہلے لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ یہ بھی اہم ہے۔ کہ جن لوگوں کے ساتھ کام کی ابتدا کی جائے۔ اُن کا انتخاب ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ کریں۔ کارکنوں کو یہ دیکھنا لازم ہے۔ کہ جس بالغ کے ساتھ وہ کام شروع کریں۔ وُہ شوق رکھتا ہو۔ گاؤں میں اگر کسی بے دل آدمی کے ساتھ یہ تجربہ شروع کیا گیا تو ناکامی کا بڑا امکان ہے کوشش یہ کی جائے کہ ایسا آدمی ہاتھ آئے۔ جو خاص طور پر ذہین۔ ہوشیار اور رہنمائی کا مادہ رکھتا ہو۔ اُسے دوسروں کے لئے نمونہ بنایا جا سکتا ہے۔ اگر خاص کوشش کی جائے کہ وُہ قاعدہ کو جلد ختم کرے اور پھر آسان کتابوں کو پڑھنے لگے۔ تو اُس کی کامیابی کا منظر متشککین کو قائل کر دے گا۔ کہ وُہ بھی پڑھنا سیکھیں۔

خواندگیٔ بالغان کے کارکنوں کو ابتدا ہی سے زور دینا چاہیئے کہ ہر وُہ شخص جو پڑھنا سیکھ رہا ہو۔ تھوڑی سی ترقی کرنے کے بعد خود اُستاد بن جائے۔ اور دوسروں کو پڑھانا شروع کرے۔ ڈاکٹر لوباخ کا مشہور مقولہ یہ ہے ایک ایک کو پڑھائے۔ 'One teach one' اگر اس کی پیروی کی جائے۔ تو خواندہ ہندوستان سامنے دکھائی دیتا ہے۔

تقریباً ہر ایک ہوشیار بالغ ایک سبق پڑھ کر دوسرے کو پڑھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ جہاں یہ بات بن سکے وہاں اس کے کئی ایک فائدے ہیں۔ یہ اُس کے لئے پڑھنا سیکھنے کا زبردست محرک ہوتا ہے۔ سبق اُس کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اور اُس پر روشن ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی مدد کرنے میں کتنا لطف ہے۔ اور اُس کے ذہن پر یہ بات مرتسم ہو جاتی ہے کہ پڑوس میں اُس کے لئے کیا کام ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں ستائیس کروڑ ناخواندہ نفوس جن کی عمر پانچ سال سے زائد ہے۔ صرف اُسی صورت میں خواندہ بنائے جا سکتے ہیں جبکہ لاکھوں باخواندہ امداد دینے کو آمادہ ہوں۔

جب ایک مرد یا عورت پہلی مرتبہ پڑھانا شروع کرے۔ بجائے اس کے کہ اس کام میں مداخلت کی جائے اور اُس کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اُس کو خود ہی جو کچھ وہ کر سکے کرنے دیجئے۔ اگر وہ کچھ کر دکھائے۔ تو اُسے شاباش دیں۔ اگر وہ غلطی کر بیٹھے۔ تو کہئے کہ عام طریقہ جو اس موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ہے ۔ ۔ ۔ سبق کے بعد اُسے کہیں تم کیسے ہوشیار اُستاد ہو۔ اُسے چند مشورے دیجئے۔ اور اُس کی خوب حوصلہ افزائی کیجئے۔ اُس کے دل میں اپنے ابنائے جنس کی خدمت کا جذبہ اُبھارئیے۔ تب وہ ہر ایک کو خواندہ بنانے کا تہیہ کرلے گا۔ اس قسم کا حوصلہ ہنر سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔[۵]

ہر پڑھنے والے کے اُستاد بننے میں چند مشکلات ہیں۔ جہاں اس پر عمل ہو سکے بہت اچھا ہے۔ لیکن بعض زبانوں میں اس پر عمل کرنا دیگر زبانوں سے آسان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتابیں از حد سادہ ہوں۔ اور اتنی صاف اور سادہ ہوں۔ کہ کم سے کم استعداد کا آدمی بھی اُن سے بہرہ یاب ہو سکے۔ تاکہ جب کوئی قاعدہ کو ختم کرلے تو اُسے کسی دوسرے کو پڑھانے کے لئے اس میں کوئی تربیت درکار نہ ہو۔ مگر یہ بات تمام زبانوں میں ممکن نہیں۔ لیکن جہاں اس کا امکان ہو۔ اس پر زور دینا چاہئے۔ نئے خواندہ آدمی کا جوش اُس کے نئے شاگردوں میں سرایت کر جائیگا۔

وہ لوگ جو بالغوں کو خواندہ بنانے کا کام شروع کرتے ہیں۔ اُنہیں احتیاط لازم ہے۔ کہ بالغوں کے ساتھ بچوں کا سا نہیں بلکہ بالغوں کا سا سلوک کریں۔ اس کام میں اکثر یہی خطرہ ہوتا ہے کیونکہ اُستاد بچوں کو پڑھانے کے اس قدر عادی ہوتے ہیں۔ کہ بالغوں کے ساتھ بھی بچوں کا سا سلوک روا رکھتے ہیں۔ اور اس کے نتائج نہایت ہی ناخوشگوار ہوتے ہیں۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ کام جماعتوں کی نسبت انفرادی طور پر زیادہ خوبی کے ساتھ انجام پاتا ہے۔ بالغوں میں

[۵] Dr. F.C. Laubach, *Teaching Illiterates*, C.L.S., Madras, pp. 3-4

کام کرنے والے شخص کو یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ بالغ بچوں کی طرح اُن کے پاس آئیں۔ اُستاد کو اُن کے پاس جانا پڑیگا بالغوں کے اُستاد کو اپنی "عزت" کے متعلق بالکل بے نیاز ہونا پڑے گا۔ اور اُسے وہ بات بھی فراموش کرنی پڑےگی۔ جسے وہ اپنا استحقاق خیال کرتا ہے۔ وہ ایک خادم ہے۔ اُسے نا بردباریاں کرنی پڑیں گی۔ اور دلچسپی کے نقصان کو اس طرح برداشت کرنا پڑے گا جس کا مدرسہ میں اُسے خیال بھی نہیں آسکتا۔ اُسے اپنے اور خواندہ ہندوستان کے کام کے درمیان شخصی مراعات کو دخل انداز نہ ہونے دینا چاہیئے ۔

بالغوں کے اُستاد کو کبھی تند مزاجی کا شکار نہ ہونا چاہیئے۔ اور اپنے شاگردوں کو سخت سست نہ کہنا چاہیئے بچوں کے اُستاد کو بھی ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر اُس سے یہ لغزش سرزد ہو جائے۔ تو بچے اگلے روز بھی پڑھنے آ جائیں گے لیکن اگر ایک بالغ کا اُستاد ایسی لغزش کا شکار ہو گا۔ تو شاید بالغ اُسے بتادے گا۔ کہ وہ اُس کے متعلق کیا خیال رکھتا ہے۔ اور اگلے دن پڑھنے نہ آئیگا۔ یہ ہی اختتام ہو گا کام کا ۔

بالغوں کے ساتھ اُستاد کا رویہ حوصلہ افزائی کا ہو۔ وہ اپنے بالغ شاگرد کا دوست ہو۔ پڑھانے اور پڑھنے کا تجربہ ایک دوستی کا تجربہ ہو۔ اُستاد بالغ شاگرد کے دل میں ایک جوش اور ایک اُمنگ پیدا کرنے پر کمربستہ ہو۔ وہ اپنے شاگرد کو کبھی دل برداشتہ نہ ہونے دے۔ اُسے کبھی یہ نہ کہنا چاہیئے "نہیں" بلکہ اُسے کہنا چاہیئے۔ شاید آپ کا مطلب یہ ہے نا؟ اُسے پھبتی اڑانے اور جلی کٹی کہنے سے اتنا ہی پرہیز لازم ہے۔ جتنا طاعون سے۔ بچوں کے ساتھ بھی اِس سے پرہیز لازم ہے۔ لیکن بچہ سکول سے نہیں بھاگ سکتا۔ مگر بالغ بچے سے زیادہ خوش قسمت ہے وہ کام کو جاری رکھنے سے انکار کردے گا۔ پڑھانے اور پڑھنے والا دونو برابر ہوں۔ اور پڑھانے والے سے کوئی حرکت ایسی سرزد نہ ہونے پائے۔ جس سے پڑھنے والے میں کمتری کا احساس پیدا ہو۔ یا یہ احساس پیدا ہو کہ پڑھانے والا اُس کی سرپرستی کر رہا ہے۔ اُستاد شاگرد کے احترام میں کبھی خطا نہ کرے۔ اُستاد کا رویہ اصلی دوستی کا رویہ ہونا چاہیئے۔ اور جو کچھ کیا جائے۔ اُس میں اسی اصول پر عمل درآمد ہو ۔

ناخواندہ کو اپنی نااہلیتوں کے بارے میں خبط کمتری لاحق ہوتا ہے۔ اور وہ دل شکستہ محسوس کرتا ہے۔ وہ حساس ہوتا ہے۔ اور اُسے کئی بار ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا ہے۔ چنانچہ اُس کی پڑھنا سیکھنے کی اُمیدوں کا جنازہ اُٹھ چکا ہے ہمارا کام اُس کو یہ دکھانا ہے۔ کہ وہ جلد پڑھنا سیکھ سکتا ہے۔ ہر مرحلہ اس قدر آسان اور جلد ختم ہو جانے والا ہو۔ کہ عام آدمی اُسے بلا مشکل ختم کر سکے اور کامیابی کا حظ اُٹھا سکے۔ بالغوں کے اذہان بچوں کے اذہان سے مختلف ہیں۔ لہذا اُن کے لئے مختلف طریقہائے تعلیم درکار ہیں۔ خواندہ بالغ کا دائرہ واقفیت بچے کے مقابلہ میں وسیع

ہوتا ہے۔ اور اُس کا ذخیرۂ الفاظ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اُسے ان الفاظ کو پہچاننا ہی رہ جاتا ہے۔ کاغذ پر شناخت کرنے کی ضرورت ہے۔

جیسے کہ بچوں کو پڑھانے والا ماہر اُستاد بھی اگر وہ اپنے طریقوں میں تغیر و تبدل سے مطابقت پیدا نہ کرے۔ تو اُسے بالغوں کو پڑھانے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ بالغ اُس وقت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ جس وقت اُن کے ساتھ ادب کے ساتھ کام کیا جائے۔ اُن کی سرپرستی نہ کی جائے بلکہ انہیں ہی سرپرست سمجھا جائے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنا سبق یاد کرنا پڑتا ہے۔ خواہ سبق انہیں پسند ہو یا نہ۔ لیکن اگر بالغوں کی دلچسپی مٹ جائے۔ یا اُن پر بے دلی کا غلبہ ہو جائے۔ یا اُن کا تمسخر اڑایا جائے۔ تو وہ اُٹھ کر چل دیں گے۔ اُنہیں مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اُنہیں واپس لانے کے لئے کوئی کشش ہونی چاہئے۔ اور اُنہیں ایسا خوش رکھا جائے۔ کہ وہ دوسروں کو بھی لا سکیں۔

اُن طریقوں کے متعلق جو استعمال کرنے چاہئیں۔ ملک کے طول و عرض میں تجربے کئے جا رہے ہیں۔ کہانی کا طریقہ ہے۔ بنیادی لفظ (key-word) کا طریقہ۔ طریق الصوت اور تصویروں کا طریقہ ہے۔ ہندوستان کے بعض علاقوں میں اردو اور پنجابی کی طرح لسانی اور طریق الصوت کا مرکب طریقہ بہت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ اور دونوں زبانوں میں اس اصول کے مطابق قاعدے تیار کئے گئے ہیں۔ دوسرے حصوں میں تصویروں کا استعمال وسیع پیمانے پر کیا گیا ہے۔

اُستاد اور تعلیم بالغان کا کام کرنے والے دوسرے لوگ قدرتی طور پر اُن قاعدوں سے کام لیں گے۔ جو خاص اُن کے علاقے کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ انہیں اس بات کی احتیاط لازم ہے۔ کہ وہ اپنے شاگردوں کو وہ زبان پڑھائیں جو وہ بولتے ہیں۔ مثلاً جو شخص اپنی روزمرہ زندگی میں پنجابی بولتا ہے۔ اُسے پنجابی سیکھنی چاہئے۔ بعد میں وہ اردو پڑھ سکتا ہے۔ بالخصوص اس صورت میں جبکہ اُس نے پنجابی کو اردو فارسی رسم الخط میں پڑھا ہو۔ لیکن یہ بات ازحد اہم ہے۔ کہ بالغ جو کچھ پڑھنا سیکھے وہ اُس کی اصلی مادری زبان ہو۔

چونکہ اس کام کا بیشتر حصہ ابھی تجربے کی کٹھالی میں ہے۔ وہ سب لوگ جو اس کام کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ انہیں ایسی اطلاعات کی تاک میں لگے رہنا چاہئے۔ جو پڑھائی کے طریقوں پڑھنے کے ابتدائی قاعدوں اور کتابوں وغیرہ کی بابت ہیں۔ ایک اہم بات جو تمام کارکنوں کو یاد رکھنی چاہئے وہ یہ ہے۔ کہ یونہی قاعدہ ختم ہو۔ اس کام کو فوراً ہی بند نہ کر دیا جائے۔ اور بالغ کو کبھی اکیلا نہ چھوڑ دیا جائے۔ قاعدہ کے بعد ریڈر استعمال کی جائے

والی سادہ کتابیں جو آسان زبان میں بالغوں کے لئے تیار کی گئی ہیں - اور ابتدائی کتاب سے ذرا مشکل ہیں - اُس وقت تک پڑھائی جائیں - جبکہ پڑھنے والا سادہ اخباروں اور رسالوں کو پڑھنے کے قابل نہ ہو جائے - آئندہ چند سالوں کے لئے اِس سلسلہ میں بہت سا کام کیا جا سکتا ہے - بہت سی زبانوں میں ایسی زیادہ کتابیں نہیں مل سکتیں - جو قاعدہ کے بعد پڑھائی جا سکیں - اور انہیں بڑی تعداد میں مہیا کیا جانا لازم ہے - ورنہ ناخواندہ لوگوں کو قاعدہ پڑھا دینے کی کوشش رائیگاں جائے گی - اور وُہ کبھی خواندہ نہ ہوں گے ؞

الفاظ نما

ا

ب

پ

ت

م

ن

و

ہ